سلسلۂ کلاسیکات خسروی زیر سرپرستی اعلیحضرت حضور نظام میر عثمان علی خان ملکہ

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

پس از کلکم چکید آں شربت نو
کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

مثنوی

شیرین و خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تنقید و تصحیح مولوی حاجی علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم
قادری نقشبندی بدایونی سابق پروفیسر فارسی
سینٹ جانس کالج آگرہ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء طبع ہوئی

انتساب

یہ سلسلہ بصد فخر و مباہات حسبِ اجازت بندگان

عالی متعالی اعلیٰ حضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی ای، یار وفادار دولت

برطانیہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و ادام برہ و احسانہ کے

نام نامی و اسم سامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

فہرستِ مضامین

متن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رہائیِ اسیر

شیریں و خسرو بلحاظ ترتیب تصنیف خمسۂ خسروی کی دوسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار کے بعد ظلمتِ خیال سے نور ظہور میں آئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ کلیات خسروؒ کے ذیل میں اس کی طبع و اشاعت خمسہ کی تمام مثنویوں کے آخر میں ہوتی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا تو (بماہ اگست ۱۹۱۵ء) مطبع میں سب سے پہلے جو کتاب چھپنے کے لیے پہونچی وہ یہی شیریں خسرو تھی مسودہ کے ایک معتد بہ حصہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ اسے یہ کہہ کر واپس لے لیا گیا کہ ہنوز اس کی تصحیح قابل اطمینان طور پر نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مسودہ دست بدست تنقید و مقابلہ کے لیے گشت کرتا ہوا مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر قادری نقش بندی بدایونی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب نے صوف ۱۹۱۷ء میں اپنے فرض سے فارغ

ہو گئے۔ چنانچہ مقدمہ اور اس کے مختلف حصص کے ناموں سے جو سنہ ۱۳۳۶ ہجری برآمد ہوتے ہیں اس کا یہی سبب ہے کہ مقدمہ سنہ مذکور (مطابق سنہ ۱۹۱۷ء) میں پورا ہو گیا تھا۔ پھر اس کے نظر ثانی و منظوری کی منازل سے گزرنے میں بھی غیر معمولی تعویق پیش آئی تاہم یہ کام بھی فروری سنہ ۱۹۲۳ء میں بہمہ جہت مکمل ہو گیا یہاں تک کہ موصوف نے متن کتاب کی پوری کتابت بھی اپنے ہی اہتمام سے کرا دی، اور اسی زمانہ میں یہ دونوں چیزیں مطبع میں بھی اس حیثیت سے واپس آگئیں کہ ان کے لیے سوائے چھپ جانے کے کوئی دوسرا مرحلہ باقی نہ رہا تھا پھر بھی ناموافق اسباب پیش آتے رہے اور تین سال یوں ہی گزر گئے۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں اسے ایسے خوش نویس صاحب کے سپرد کیا گیا جو مطبع کے نہایت وفادار و وضعدار پرانے کارکن تھے۔ وہ بلا مبالغہ مقدمہ کا ایک ہی صفحہ لکھنے پائے تھے کہ ایک حد درجہ مولم و موذی درد میں مبتلا ہوئے اور ہفتہ کے اندر اندر جانِ شیریں سپرد جاں آفریں کر دی ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہٗ　　تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ان حالات میں سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ قادر مطلق و حاکم برحق کی مشیت ہی دگرگوں تھی کہ باوجود میری کوشش اور بعض محترم بزرگوں کی خواہش اور خود مقدمہ نگار صاحب کی بزرگانہ کاوش کے بارہ (یا کم از کم دس) برس سے پہلے یہ چھپے شیر جاری نہ ہو سکی۔ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

مولانا اسیر جب ملتے (اور انھوں نے آگرہ اور بدایوں سے علی گڑھ کے لیئے بارہا شدِّ رحال محض اس کتاب کی خاطر کیا) تو موانع کا حال سن کر اکثر یہی فرماتے کہ "ہماری زندگی میں یہ کام تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا" اور شاید خدا کو اپنے اس نیک بندے کی زبان پوری ہی کرنی تھی کہ تقریباً پوری کتاب اُن کے انتقال کے بعد چند ہفتے کے اندر بلا زحمتِ خاص طبع ہو گئی۔ "ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ"

مولانا اسیر نے گزشتہ موسم میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۲۰ر محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں بحالت نماز صبح علایق دنیوی سے رہائی پائی

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیرِ عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

جنۃ البقیع میں آسودہ ہوئے۔ وفات سے قبل خود اپنا یہ شعر وردِ زبان تھا

"اُلجھ کر رہ گیا میں وادیِ طیبہ کے خاروں میں
مجھے پہونچا دیا اِس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک"

انا للہ وانا الیہ راجعون خوب اُلجھے بہت خوب سلجھے بہت ہی خوب پہونچے۔

اندریں حالات اس کتاب کی اشاعت میں کامک (Comic) (طرب بیز) اور ٹریجک (Tragic) (غم انگیز) دونوں پہلو مضمر ہیں۔ خوشی اس کی ہے کہ ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی اور ایک سلسلۂ نامکمل بالآخر

مسلسل ہوا، اور افسوس اس کا ہے کہ وہ شخص نہ رہا جو اس خوشی میں شریک ہونے کا سب سے زیادہ مستحق تھا فجزاہ اللہ خیراً ۔

عید رمضاں آمد و ماہ رمضاں رفت

صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

مرحوم نے پورے مقدمہ کا تاریخی نام "بے بہا ارمغان جاوید" تجویز کیا تھا اس سے اور اس کے تین مختلف حصوں کے تین مختلف ناموں سے بے کم و کاست ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے یہ خدمت نہایت محنت و عقیدت سے انجام دی تھی اور اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ ہر قسم کے مشوروں کو قبول کرنے میں بے حد ہضم نفس کا اظہار کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس سب کی ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

شیریں خسرو طبع ہو جانے کے بعد بفضل خدا پنج گنج خسروی سے خزائنِ ذوق و طلب معمور ہوئے بلکہ اس کے علاوہ بعض ایسے نایاب جواہر زواہر بھی منظر عام پر آئے جن کا پیشتر کسی قیمت پر بھی دستیاب ہونا محال تھا۔ اس لحاظ سے اگرچہ بظاہر اب تک کچھ نہ کچھ ہوا ہے، لیکن درحقیقت ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ اور اب اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن دفائن تک بھی دسترس حاصل کی جائے جو حضرت امیر خسرو رح کی ملکِ خاص ہیں۔ کیوں کہ جیسا کہ علم دوست اصحاب پر مخفی نہیں ہے ان کا حقیقی میدان غزل ہے، اور اُنھوں نے مثنوی کے لالزار میں اپنی روش خاص

سے گویا ہٹ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود فرماتے ہیں ؎

"از شیوۂ خود رمیدہ گشتم
تسلیم ہماں جریدہ گشتم"

(مجنوں لیلیٰ)

حضرت امیر خسروؒ کے متعدد ضخیم ضخیم دیوان باقی ہیں جو در اصل جان سخن ہیں۔ اُن کے ماسوا کئی اور چیزیں قابل طبع و نشر ہیں۔

مع ہذا جب ہماری نگاہ سرمایہ پر جاتی ہے (جو ایسے تمام کاموں کے لیئے ضروری ہے) تو خالی صفر نظر آتا ہے۔ اور یہ تصور تشنۂ یاس کی جھلک دکھانے لگتا ہے کہ جو کوہ کن پہلے جوئے شیر تک پہونچے تھے وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں نواب اسحاق خاں صاحب نہیں رہے جن کا ادبی و شعری ذوق موروثی تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اب اگر چل بسے جن کو خصوصاً خسروؒ کے ساتھ ایک فطری مناسبت تھی۔ لیکن پائے ثبات کے لیئے لغزش کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے جب تک یہ سلسلہ حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ کے دامنِ دولت سے وابستہ اور سایۂ سرپرستی میں سیراب ہے اس کا منبع فیض اور چشمۂ بقا یقیناً برقرار ہے۔ یہ بھی ایک مبارک فال ہے کہ خسرو فنڈ کمیٹی کے صدر نواب صدر یار جنگ بہادر (صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی) تمام مالہٗ و ماعلیہ سے واقف ہیں اور اس مقصد کے لیئے ضرور کسی گنج بادآورد کی فکر کرینگے۔ ادھر مسلم یونیورسٹی

کی زمامِ نظم و نسق ہر ہائی نس مادر بیگم صاحبہ بھوپال (چانسلر) اور نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر کے سی آئی ای، او بی ای (وائس چانسلر) جیسی دو مسلمہ معارف پرور و علم دوست ہستیوں کے ہاتھوں میں ہے پس اُمید ہے کہ جو علمی کام مدرستہ العلوم کے زمانہ میں ناتمام رہا تھا وہ اس کی نادر مشفقہ مسلم یونیورسٹی کے آغوش میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پایۂ تکمیل کو پہونچیگا۔ واللہ المستعان علےٰ ما تصفون۔

محمد مقتدی خاں شروانی
طابع و ناشر سلسلۂ کلیاتِ خسرو
نائب ناظم خسرو فنڈ کمیٹی

علی گڑھ:
ربیع الاول ۱۳۴۶ھ
ستمبر ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمہ

(حصہ اول) حیاتِ دوامِ خسرو

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی شوخیِ برقِ تجلّی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ کلاماں کن بیانم را

حضرت امیر خسروؒ شرفائے ترک کی معدنِ جواہر کے ایک بے بہا جوہر ہیں۔ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود ترکوں کے مشہور قبیلہ لاچین کے سردار تھے اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہزارہ تھا۔ لیکن بعض مورخین نے

ترکستان کا شہر کش اور بلخ بھی وطنِ اصلی بیان کیا ہے۔

امیر سیف الدین محمود سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں بطورِ سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی شرافت کی وجہ سے بہت جلد اراکینِ دربار و اُمرائے ذی وقار میں شامل ہو گئے آپ کا عقد بھی اس عہد کے ایک مشہور عالی خاندان و صاحب نسبت امیر الامرا نواب عماد الملک کی دختر نیک اختر سے ہو گیا۔ خود امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے نانا کے پسندیدہ صفات کا اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ خود اپنی تحریر کے موافق بمقام مومن آباد عرف پٹیالی[1] سنہ ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑے دو اور بھائی اعز الدین شاہ اور حسام الدین احمدؒ تھے۔

---

[1] پٹیالی فی الحال ضلع ایٹہ (کمشنری آگرہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر پہلے یہی ضلع کا صدر مقام تھا۔ دریای گنگ اس کے دامن میں بہتا تھا اب بہت دور ہو گیا ہے بعض مورخین کی تحقیق کے موافق سلطان بلبن کے عہد میں دوآبہ فتح ہونے کے بعد بغرض حفاظت راہ و قیام حکام پٹیالی میں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا تھا امیر خسرو نے خود بھی اس کا ذکر اپنی ایک مثنوی میں کیا ہے۔ جو دیوان تحفۃ الصغر میں شامل ہے۔ اس وقت تک آپ اپنا تخلص سلطانی کرتے تھے اور غالباً زمرۂ سواراں میں ملازم تھے ؎

گرچہ ایں از قضائے یزدانی ست   بپٹیالی چہ جائے سلطانی ست

من کہ از جملۂ سوارانیم   از تہی دستی اشک بارانیم

بعدہٗ سلطان جلال الدین اکبر کے عہد میں پٹیالی مستقل طور پر ضلع یا محل ہو گیا جس کا ذکر آئین اکبری میں حسب ذیل ہے:

محل پٹیالی واقع سرکار قنوج صوبہ آگرہ: رقبہ ۱۵۸۶۳۴ بیگہ ۱۴ بسوہ، جمع سرکاری ۱۸۷۷۶۵۲

آبادی اکثر راجپوت چوہان۔ فوج یک صد سوار دو ہزار پیادہ۔

آپ کا نام ابوالحسن تھا اور ابتدائی تخلّص سلطانی عرف امیر خسرو تھا اور خسرو ہی آپ کا اخیر تخلّص قرار پایا اور مشہور ہوا حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہیؒ کی درگاہ سے ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا بعض مورخین نے آپ کا لقب یمین الدولہ بھی لکھا ہے۔

چار برس کی عمر تک آپ پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد ماجد کسی لڑائی میں شہید ہوئے اُس وقت بھی آپ کی شاعرانہ مشق سخن اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اپنے والد کا مرثیہ کہا۔ اس کے بعد آپ کے نانا نواب عماد الملک آپ کے مربی اور سرپرست ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں آپ نے تمام علوم وفنون عقلی ونقلی تحصیل کئے

آپ نے خود اپنی ابتدائی شاعری کی جو کچھ حالت اپنی بعض تصانیف میں رقم فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے زمانۂ طالب علمی میں بطور خود بڑے بڑے مشاعروں اور علمی معرکوں میں ایسی نغمہ سرائی فرماتے تھے کہ اہل سخن حیران ہو جاتے حقیقتاً آپ کی والدہ کا بطن گویا آپ کے لیئے منبع شیریں زبانی تھا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ سخنوری کے ضمن میں ہم کو اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ زمانہ نے آپ کے کمالات وحکیمانہ معانی آفرینی و خیالات کی کہاں تک قدر کی اور ایسی طوائف الملوکی کے پرخطر دور میں جس کے انقلاب کی طوفان خیز اور جوش انگیز موجیں آناً فاناً تمام جہان کو منقلب کر رہی تھیں

اور سلاطین کے باہمی اختلاف و ذاتی خصومات کی جاں گزا بادِ سموم کے جھونکے سارے اراکین دربار و اُمراء و مقربان ذوی الاقتدار و ارباب کمال مشاہیر روزگار کے مناصب جلیلہ و مراتب علیہ کے باغ و بہار کو مٹا رہے تھے، لیکن با ایں ہمہ امیر خسروؒ ہر حکمران اور ہر بادشاہ کے وقت میں محض اپنی خداداد قابلیت جامعہ اور قابل قدر لیاقت بالغہ سے کس طرح گلدستۂ بزم سلاطین رہے ۔
چنانچہ آپ کے کمالاتِ صوری و معنوی کا سکہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ سلطنت سے محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت تک مختلف سلاطین عالم و شاہانِ جہاں و اُمرا کے دور میں جاری رہا اور ان میں سے اکثر شاہانِ وقت کی مصاحبت و ملازمت کا بارِ عظیم بھی بضرورتِ زمانہ آپ نے اپنے دوش پر گوارا فرمایا، مگر کسی بازارِ حکومت میں آپ کی نقد کامل عیار کی کبھی کساد بازاری نہیں ہوئی ۔ بلکہ ہمیشہ ہر دور میں شاہانِ نامدار نے اپنا سرمایۂ افتخار سمجھا کہ آپ اپنی تصانیف کاملہ کو ہمارے ناموں سے معنون فرمائیں ۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تصنیفات و تالیفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اکثر مورخین و ارباب سیر نے اُس کے احاطہ کرنے سے اظہار عجز کیا ہے ۔ عربی و فارسی ہندی و بھاشا و سنسکرت و پنجابی وغیرہ کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں مستقل طور پر آپ کی تصنیفات نظم و نثر کا کامل ذخیرہ نہ ہو ۔ ہم بہ خوف طوالت نہایت اختصار کے ساتھ اُس کا ایک شمّہ بیان کرتے ہیں ۔

آپ کی مستقل کتب کی مجموعی تعداد بعض نے بانوے[92] اور بعض نے ننانوے[99]
اور بعض نے ایک سو ننانوے[199] تک بیان کی ہے اور بعض محققین کا بیان ہے کہ آپ کے
مختلف اقسام کے اشعار کی تعداد چار لاکھ اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ ہمارے
نزدیک اگر یہ تعداد اس قدر ہو تو کچھ تعجب نہیں اس وجہ سے کہ آپ مادرزاد شاعر تھے۔
تمام عالم کے علوم و فنون کے آپ ماہر اور بالخصوص علوم ادبیہ نظم و نثر کے
تمام اقسام انشا و اصناف سخن پر قادر تھے۔ قصاید، مثنویات، رباعیات، و
قطعات، مسدس و مثمن وغیرہ میں آپ کو جو ید بیضا حاصل تھا وہ آپ کے مصنفات
پر غور کرنے کے بعد ماہ نیم ماہ سے زیادہ روشن و متجلی نظر آتا ہے۔ علم موسیقی کی طرف
جب آپ نے توجہ فرمائی سلسلۂ ایجاد و اختراع کو آپ نے ختم کر دیا آج تک تمام
دنیا کے گویے آپ کا نام لے کر گانا شروع کرتے ہیں۔ صنایع و بدایع کی امامت کی
ثبوت پر آپ نے خوارق عادات سے اعجاز خسروی کی بیّن شہادت ایسی قائم کر دی
کہ آیندہ کوئی اس کے خلاف پر دوسری برہان نہیں لا سکتا۔ مطائبات و ظرائف و
لطایف، پہیلیاں، کہہ مکرنیاں، انمل، ڈھکوسلے، زمانہ کے تمام خوش کن وسایل و
ذرائع نے تکمیل فن سخن کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ فن معما میں اساتذہ سابقہ سے پیش قدمی
کرنے کی کوشش کی اور متاخرین کی تقلید کی راہ پر گویا ایک چراغ روشن کر دیا۔
متقدمین اہل کمال کا ہم پایہ مسلم الثبوت شاعر شیریں کلام ہونے پر مولانا نظامی
جیسے پیش رو معجز بیان فصیح اللسان قادر الکلام اہل زبان شاعر کے جواہر خمسہ

کے جواب ایسے پنج گنج معانی کو اپنا یادگار بنایا کہ خود اہل زبان شعرا کو اُس کی خوبی و سلاست زبان و فصاحت بیان کا اقرار کرنا پڑا اور آپ کے تمام اقسام کلام کا آج تک اہل زمانہ کی زبانوں پر اپنی شیرینی و فصاحت کے اثر سے ہر بار اور ہر دور میں قندِ مکرر کی طرح اپنا مذاق قایم رکھنا اُس کے قبولیت کی خاص دلیل ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے محبوب حقیقی شیخ المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ العزیز کے انتقال کے چھ مہینے بعد درد فراق اور سوز ہجر سے نہایت بے قراری کی حالت میں بروز چہارشنبہ ۱۷ یا ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی اور آپ اپنی وقتی تمنا و آرزو کے موافق جس کو آپ بطور پیشین گوئی ظاہر کر چکے تھے ؎

کلاہ سر اپنا رم نام گیرم | زہے بختا رتہ پائش بمیرم

اپنے شیخ کی پائیں میں حیات جاودانی حاصل کرنے کے ہمیشہ کے لیئے راحت گزیں ہوئے اور آپ کے وصال کی تاریخوں میں جس طرح طوطیِ شکر مقال ۷۲۵ھ آپ کے حسب حال ہے اسی طرح بلبل شیریں کلام ۷۲۵ھ آپ کی صفات شاعری کا آئینہ بے مثال جو فقیر کا نتیجۂ فکر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

(تاریخ وصال آں صاحب وجد و حال ہمصفیر طائر سدرہ ہم زبان مرغ طوبیٰ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

خسرو ملک سخن سلطانِ دیں | عین عرفاں خضرِ اربابِ یقیں
جانِ محبوب الٰہی محو ذات | اہلِ عشق و حسن را آبِ حیات
خسرو و فرہاد و شیرین و شکر | زندہ جاوید از و با کرّ و فر
مہرِ اجلال و مہ اوجِ کمال | شمع بزمِ قدس فانوسِ خیال
بہرِ تاریخش اسیر از اہلِ ہوش | بلبلِ شیریں کلام آمد بجوش

۷۲۵ھ

(حصۂ دوم) ریاض الابصار

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی رنگِ تاثیرے کرامت کن فغانم را
بموجِ اشک بلبل آب دہ تیغِ زبانم را

قبل اس کے کہ اس مثنوی کے مضامین کے متعلق کوئی بحث کی جائے ہم سب سے پہلے اس شاہانہ بزمِ سخن کے اُن چند صدر آرا اراکین کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے آیندہ بعض ضروری مقاصد میں بھی مدد ملیگی اور اربابِ ذوق اس داستانِ حُسن و عشق کی تاریخی اہمیت کے لطف سے بھی بے حد محظوظ ہونگے کہ شعرا کے لیئے یہ کس درجہ دل کش اور روح افزا نظارہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنی طبعِ نازک کی گُلکاریوں سے کیسے کیسے گُل کھلائے ہیں، اور خود اس مثنوی کی اجمالی حالت کی مختصر تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔

خسرو پرویز[۱] ابن ہرمز سوم فارس کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا پوتا ساسانی شہزادہ شان و شکوہ مال و متاع، شجاعت و دلیری، استقلال و عزم میں مشہور

---

۱ یوروپین مورخین کی تحقیق کے مواق خسرو پرویز نے سنہ ۵۹۱ء سے سنہ ۶۲۵ء تک ملک ایران میں حکومت کی وہ شہنشاہ روم (Mariceus) مارکس کی مدد سے اپنے باپ ہرمز کا تخت لینا چاہتا تھا۔ ظالم سپہ سالار فوکس (Phocas) پر اس نے فوج کشی کی عراق شام بیت المقدس مصر ایشیائے کوچک وغیرہ تمام ملکوں پر قبضہ کیا خسرو نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے (مرزرہ) (Mardaza) کو اپنا تخت نشین کرے مگر اُس کے دوسرے لڑکے (شیرویہ) (Shirvat or Siroes) نے اس ترکیب کو سمجھ لیا اور خسرو کو قتل کر ڈالا۔

دیار و امصار، حسن پرستی و عاشق مزاجی میں سرمست و مخمور، مذہبی تعصبات میں مستغرق، احکام نجوم کا دلدادہ، ظلم و ستم کا عادی، مذہب زرتشت کا پیرو، جو ۵۹۱ء میں تخت نشیں ہوا۔ یہ وہی خسرو پرویز ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ گرامی کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اُسی کی سزا میں آخرکار وہ اپنے لڑکے شیرویہ کے ہاتھ سے ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد ۷ ہجری میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا جس کو مولانا نظامی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی خسرو و شیریں میں بیان کیا ہے۔ مگر امیر خسرو نے غالباً اس روایت کو قصہ سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کر دیا۔ خسرو کے عہد اور افسانہ کے متعلق چند چیزیں خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں یاد کی جاتی ہیں اُن میں بعض کا ذکر ہماری مقصود بالذات تاریخی واقعہ سے بھی متعلق ہے جن کی اجمالی تفصیل یہ ہے۔

پرویز[۱] خسرو کا لقب یا عرف ہے جو اُس کے اصلی نام کا گویا جزو ہو کر بولا جاتا ہے اور اُس کے معنی مختلف (مظفر و منصور و فتحمند و بزرگ منش و ماہی بزرگ) بیان کیے گئے ہیں اور اُس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ اور معانی کے سوا آخر معنی بھی مناسب سمجھے جاتے ہیں اگر بقول بعض اس کو ماہی دوست فرض کر لیا جائے مگر بعض اقوال کے موافق پرویز غربال شکر کو کہتے ہیں اور وہ بھی چونکہ شکر لب و شیریں دہن

---

[۱] اسی خسرو پرویز کے عہد میں معجزہ شق القمر اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو اعظم المعجزات ہے ظہور میں آیا۔

وشکر ریز تھا اس لیے اسی لحاظ سے اُس کا لقب پرویز ہوا اس معنی کو مولانا نظامی نے پسند فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ازاں بُد نام آں شہزادہ پرویز
کہ بودہ در سخن گفتن شکرریز

طاقدیس، مرصع تخت یہ تخت اُس کو فریدوں سے وراثتاً پہونچا تھا اُس کا طول (۱۷۰) گز جواہر بے بہا سے مرصع علم نجوم کے موافق بارہ برجوں اور ساتوں سیاروں کی نقشوں سے گویا حکمت کے افلاک کا نمونہ۔

گنجہائے خسرو خصوصیت کے ساتھ آٹھ خزانے بہت زیادہ مشہور ہیں جن کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے اور بعض کا ذکر اس مثنوی میں بھی آیا ہے مثلاً گنج بادآورد وغیرہ۔

شبستان خسروی کے ۱۲ بارہ ہزار محبوبہ وحسینہ پریزاد اس تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح معشوقوں میں فنا و محو تھا اور ایسا شخص شعرا کے عالم میں کس درجہ مقبول ہو سکتا ہے۔

شبدیز خسرو کے بے شمار تازی و عراقی و ترکی گھوڑوں میں اس نام کا ایک خاص مُشکی گھوڑا تھا جو تمام عالم کے گھوڑوں میں بے نظیر سمجھا گیا ہے۔ وہ اور گھوڑوں سے چار بالشت زیادہ بلند کہا گیا ہے اور اُس کے اوصاف ہمارے پیش نظر داستان میں جابجا مذکور ہیں۔ مگر امیر خسرو کے خیال کے

مواق شبدیز شیریں کے گھوڑے کا نام ہے۔

(شاپور) لغات و اصطلاحات کے معانی مختلفہ کے علاوہ ہماری تحریر کے سلسلہ کی ضرورت کے مواق خسرو کی ایک ندیم خاص اور معزز جلیس کا نام ہے جو بالخصوص فن مصوری میں یکتا و بے مثل خوشگاف تھا اسی نے اپنی سحر بیانی سے شیریں کے صفات حسن و جمال سنا کر اوّل خسرو کو فرہاد کی طرح مجنوں بنایا اور ثانیاً اپنی مصوری کی جادو نگاری سے خسرو کی مختلف اوقات کی دل فریب اور پسندیدہ تصویروں کے دل چسپ مرقعہ سے شیریں جیسی عذرا شمائل نازک اندام چمن آرا نو بہار حسن کو وامق سے زیادہ اس بلائے عشق کی بدولت صحرا نورد بنا دیا۔ اُس کا شیریں کے باغ میں جانا، ہر مناسب موقع پر جدا گانہ خسرو کی ایک تصویر دکھانا، سہیلیوں کی مخالفت، باغبان کی حفاظت، شاپور کی حکیمانہ چالیں، حسن تدبیر سے سب کی تردید، شیریں پر اُس کے سحر حلال کا پورا اثر، آخر میں نمایاں فتح، سارا قصہ گوہر گوش ہوگا۔

(باربد) خسرو پرویز کے دربار تقرب کا ایک جلیس و ندیم ایک گویّا ہے جس کا اصلی نام اس لقب کے سوا تحقیق نہیں ہوا۔ یہ شخص قصبہ جہرود اضلاع شیراز میں سے ایک مقام کا رہنے والا تھا۔ فنون موسیقی میں یگانہ اور بالخصوص بربط نوازی کا لاجواب اُستاد تھا۔ سرود مسجع کا یہی موجد ہے دربار خسروی میں اس کی باریابی

لہ شبدیز کی مثل شیریں کے دوسرے گھوڑے کا نام گلرنگ یا گلگوں ہے جو ہر صفت میں شبدیز کا جواب تھا۔

کے افسانہ کو آیندہ ہم اس مثنوی منظور نظر سے انتخاب کرکے پیش کرینگے ۔ علم موسیقی میں اس نے گنج مرصّع نام ایک ایسی کتاب لکھی جس سے وہ تمام عالم میں مشہور ہو گیا ۔

نکیسا | اس کو بعض محققین نے بکاف فارسی بیان کیا ہے یہ بھی خسرو کے مصاحبین و مقربین مجلس نشاط میں سے تھا اور علم موسیقی کا ماہر کامل اس کو ہنگام جشن مکالمہ کے موقع پر باربد کے مقابل شیریں کی طرف سے نغمہ سرا بنایا گیا ہے ۔

بہرام چوبین | دراصل ہرمز سوم پدر خسرو پرویز کا جنرل تھا ہرمز کے بعد اس نے بغاوت کی اور خسرو پرویز نے ماریقوس قیصر روم کی معاونت سے اس کا مقابلہ کیا اور وہ چھ ماہ سلطنت کرکے سنہ ۵۹۱ء میں مارا گیا ۔ ایسے واقعات کا ذکر مولنا نظامی نے اپنی مثنوی میں تفصیل سے کیا ہے مگر امیر خسرو نے ایسی چند روایات کو ترک فرما دیا ہے یا مختصراً ذکر کر دیتے ہیں اس کے چوبیں کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بہ اعتبار جسامت کسی قدر لاغر و ضعیف تھا ۔ محقق طوسی علّامہ فردوسی نے بہرام چوبیں کا حال نہایت توضیح کے ساتھ لکھا ہے اور اس کے مختلف واقعات کا ذکر بجائے خود ایک مستقل تاریخی ناول ہے جس کے اعادہ کا یہ محل نہیں ہے ۔

مریم | انگریزی محققین کے بیان کے مواقف شیریں معشوقہ فرہاد و محبوبہ خسرو پرویز

ہی کا اصلی نام مریم یا ایرین تھا یونانی اُس کو رومی بتاتے ہیں۔ اہل مشرق کا
قول ہے کہ وہ مارتقوس[۱] قیصر روم کی لڑکی ہے جو رومیوں کا بادشاہ تھا اور اُسی
کے ساتھ خسرو پرویز کی شادی ہوئی اور یہی معشوقوں کی دنیا میں شیریں کے
نام سے مشہور ہوئی اور اسی کے عشق میں فرہاد نے ایک دلاّلہ پیرزن عورت
کے فریب سے جس کا اصلی بانی خسرو پرویز تھا اپنے آپ کو تیشہ سے ہلاک کیا
یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کی اور اسی کے جذب محبّت صادق کی تاثیر سے
بقول بعض اُس نے فرہاد کے لاشہ پر اپنے آپ کو خنجر سے قتل کیا۔ اس کا
مذہب عیسائی تھا مگر یہ روایت عام فارسی شعرا اور بالخصوص مولٰنا نظامی
اور امیر خسرو اور بعض مورّخین کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم قیصر روم
کی ضرور لڑکی تھی اور اُس کی شادی بھی خسرو پرویز سے ہوئی اور اُسی کے
باپ کی وجہ سے پرویز بہرام پر غالب ہوا مگر یہ واقعات شیریں کے عقد سے
قبل کے ہیں اور شیریں اس مریم کے سوا ایک دوسری مہ پارہ خاتون کا نام
ہے جس کا مجمل ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ فردوسی طوسی کی روایت کے موافق خسرو
پرویز کا لڑکا شیرویہ جس نے آخر میں پرویز کو قتل کرایا اِسی مریم بنت قیصر روم
کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب تک مریم زندہ رہی ایوانِ خسرو پرویز میں شیریں

---

۱ یورپی تحقیق کے موافق یہ وہی مارکس (Maricus) قیصر روم ہے جو ۵۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۶۰۲ء
میں بمقام چلسیڈن (Chalcedon) واقع ایشیائے کوچک اپنے ظالم سپہ سالار فوکس کے
ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ اُس نے شہنشاہ روم ٹائبیرس کی لڑکی قسطنطین سے شادی کی تھی اور وہ ایک قابل اور زبردست
حکمراں تھا۔

کی قدر و منزلت کا کچھ اظہار نہ ہوا۔ فردوسی کا قول ہے کہ قیصر روم نے مریم کو مختلف اقسام کے زر و جواہر و کنیزانِ ماہ رو و غلامانِ پری پیکر و افواج بے شمار کے ساتھ اپنے شجاع و جنگ جو بھائی نیاطوس کے ہمراہ خسرو پرویز کی خدمت میں بطور ہدایا بھیج کر نیاطوس سے درخواست کی تھی کہ نصائح مذکور پر عمل رکھے ؎

نیاطوس جنگی برادرش بود — بداں فوج سالار لشکرش بود
بدو گفت مریم بخوں خویش تست — براں بر نہادم کہ ہم کیش تست
سپردم بہ تو دختر و خواستہ — سپاہے بریں گونہ آراستہ

شیریں ہماری بزم سخن کا دوسرا صدر آرا شیریں ہے جو شہمیرا خاتون مہین بانو ملک ارمن کی سلطانہ کی پاک دامن و عصمت شعار بھتیجی تھی جس کا پایہ تخت بروع تھا اور وہ اس محبوبہ مہ جبیں گل اندام لڑکی کو چوں کہ شیر خوارگی کے زمانہ سے غلبۂ محبت اور پیار کے باعث سے لفظ شیریں کے ساتھ پکارتے تھے اس لیئے وہ اس کا نام ہو گیا بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اس زمانہ کی رسم و رواج کے موافق جن چالیس صفات حسن و جمال و اوصاف دل ربائی و کمال کا ہونا معشوقوں میں ضرور تھا شیریں اُن کی جامع تھی اور انھیں اعتبارات سے اُس کا زیور حسن خدا داد ایام طفولیت سے حمائل گردن آفاق بنا اور تمام دُنیا کے عاشق مزاج شاہزادوں اور حسن پرست نوجوان اُمرا کو اُس نے اپنا والہ و فریفتہ بنا رکھا تھا مگر یہ دولت خسرو کی قسمت میں تھی

جو دشوار گزار مصائب و آلام کے جاں گزا و خوں خوار منازلِ عشق طے کر کے اُس کے وصل سے کامیاب ہوا اور قیامت تک کے لیئے شیریں کے عشق و محبت نے اُس کو معنی طراز و نازک خیال شعرا کی بزمِ سخن کا شمعِ انجمن بنا دیا۔ اِسی نغمۂ دل کش و ترانۂ ہوش ربا کو نظامی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے مختلف دُھنوں اور انواع و اقسام کی راگنیوں کی پسندیدہ لَے میں اَلاپا ہے جس کے لذات سے اربابِ ذوق جلد لطف اُٹھانے والے ہیں۔ مگر علامہ فردوسی کے قول کے موافق جب کہ خسرو پرویز شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ بغرض شکار صحرا نوردی کر رہا تھا شیریں اُس کی آمد کی خبر سُن کر خود حاضرِ خدمت ہوئی اور پہلی ہی نگاہ کے ساتھ باہم بنیادِ عشق قایم ہو گئی اور خسرو کے حکم کے موافق شیریں کو محل سراے خسروی کا شمعِ انجمن بنا دیا گیا۔ اگرچہ تمام بزرگانِ ایران اور اراکینِ دربار نے مخالفت ظاہر کی مگر خسرو نے اُس کو اپنے عقد کے شرف سے محروم نہ رکھا۔ آخر کار آتشِ رشک و حسد سے مشتعل ہو کر ایک روز شیریں نے مریم کو شربتِ زہر پلا کر ہمیشہ کے لیئے سرد کر دیا۔

چو بشنید شیریں کہ آمد سپاہ — بہ پیش سپہ آں جہاں دار شاہ
از ایوان خرم برآمد بہ بام — برو ز جوانی ہمہ شاد کام
ہمی بود تا خسرو آں جا رسید — سرشکش ز مژگاں بہ رخ بر چکید
چو روی ورا دید بر پای خاست — بہ پرویز بنمود بالای راست

چو آواز در گوش خسرو رسید — نگہ کرد در رخسار شیریں بدید
فرستاد بالائے زریں ستام — زر و می جہل خادم نیک نام
کہ او را بمشکوئے زریں برند — سوئے خانۂ گوہر آگیں برند
ز مریم ہمی بود شیریں بدرد — ہمیشہ ز رشکش دو رخسار زرد
بفر جام شیریں بدو زہر داد — شد آں دختر خوب قیصر نژاد

ارمن | یا ارمینیا کوہ قاف کے جنوبی سمت میں ملک کا ایک حصہ تھا جو جارجیہ و سرکیشیہ کی طرح حسن خیزی میں مشہور ہی۔ شیریں اسی گل زمین کی ایک نہال تھی

شہیرا یا مہیں بانو | وہی ملک ارمن کی حکمران شیریں کی مربیہ و سرپرست پھوپی یا چچی ہی جس کا ذکر اول بھی ہو چکا ہی۔

مداین | انگریزی تحقیق کے موافق زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ پر بغداد سے جانب جنوب ایک مشہور مقام خسرو کا پایۂ تخت تھا جس کو فی الحال لٹی نان کہتے ہیں۔ مگر مداین در اصل جمع مدینہ ہی۔ چونکہ ابتداءً اس مقام پر بفاصلہ دور و نزدیک چند شہر آباد تھے جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہی اور ہر شہر عراق عرب کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا اس لیئے فی الحال انھیں ویران شہروں میں سے ایک شہر پر لفظ مداین کا اطلاق کیا جاتا ہی جس کا اصلی نام طیسفون تھا اور اس شہر کی عمدہ عمدہ عمارات عالیہ میں سے ایک خاص عمارت طاق کسریٰ تھی جس کو ایوان کسریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس محل میں نوشیروان

عادل نے ایک ناقوس کلاں زنجیر میں اس طرح آویزاں کیا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے ہر داد خواہ ضرورت کے وقت دربار کسریٰ میں بلا واسطہ حاضر ہو کر اپنا عرض حال کر سکے اُس کی تعمیر کے عجائب و غرائب حالات کتب تواریخ میں مذکور ہیں چنانچہ اس کا طول یک صد و ہشتاد قدم اور ارتفاع ہشتاد قدم بیان کیا گیا ہے۔ اور ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال و شکوہ اقبال کے اثر سے یہی محل شق ہو گیا تھا جس کا ذکر صاحب قصیدہ بردہ نے کیا ہے ؎

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع

کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتئم

بعض محققین ارباب سیر کا قول ہے کہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن ہے وہ محل آسمان پایہ مختلف قسم کے پردہائے مرصع و زر و جواہر متنوعہ و فروش ابریشمی سے آراستہ تھا۔ چنانچہ اُس کا ایک بساط زریں وطلاکار ابریشمی جو شصت در شصت ذرع مربع اور مختلف الالوان جواہر سے مُزین تھا زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی فتح کرنے کے وقت جب دیگر اموال غنایم کے ساتھ مسلمانوں میں باہم پارہ پارہ ہو کر تقسیم ہوا تو اُس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آٹھ ہزار درہم یا دینار باختلاف روایت بیان کی گئی ہے جس کو آپ نے بعد فروخت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

مداین سال چہار دہم ہجری وسال دوم خلافت فاروقی میں فتح ہوا اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ اس کے فاتح و والی قرار پائے آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قایم مقام بنایا حضرت سلمان نے وہیں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ عالم ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری اور عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی مداین میں ہیں۔

مداین، یہ وہی شہر عبرت انگیز ہے جس کی عمارت کی شکستہ حالی پر حکیم خاقانی سا مستقل مزاج قدیم شاعر کس کس افسوس کے ساتھ آنسو بہاتا ہے ؎

ہاں اے دل عبرت بیں از دیدہ نظر کن ہاں — ایوان مداین را آئینۂ عبرت داں
یک رہ ز رہ دجلہ منزل بمداین کن — وز دیدہ دوم دجلہ بر خاک مداین راں
کسریٰ و ترنج زر پرویز و بہ سیمیں — برباد شدہ یکسر با خاک شدہ یکساں
پرویز بہر خوانے زریں ترہ بنہادے — کردے ز بساط زر زریں ترہ را بستاں
پرویز کنوں گم شد زاں گم شدہ کمتر گو — زریں ترہ کو برخواں و کم ترکوا برخواں
خون دل شیریں ست ایں مے کہ دہد رزبن — ز آب و گل پرویز ست ایں خم کہ نہد دہقاں

(آثار عجم مرزا فرصت شیرازی)

جوئے شیر یہ وہی نہر ہے جس کو فرہاد کوہکن کی عاشقانہ کوشش کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے اور وہ شیریں کے خوش کرنے کی غرض سے کھودی گئی تھی تاکہ کوہ بیستون کی چراگاہوں سے مویشی کا تازہ دودھ شیریں تک پہنچ سکے۔ مگر بعض انگریزی

مورخین نے اُس کے وجود سے انکار کیا ہے اُن کا قول ہے کہ دراصل وہ پانی کی نہر تھی ہمارے نزدیک اگر یہ روایت صحیح ہے تو غالباً اُس کے پانی کے صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے اُس کو جوئے شیر سے تعبیر کرنا بیجا نہ ہوگا۔

کوہکن فرہاد ایک راستباز صادق الوداد عاشق جانباز کا نام ہے جس نے اپنے سچے جذبۂ عشق کی وجہ سے اپنے نام کو تمام عالم کے مشہور عشاق کے مجمع میں انتخاب کا شرف حاصل کرکے ارباب سخن کی زبانوں کا ورد بنایا اور اُسی کی بے لوث پاک محبت کی بدولت جس کا سلسلہ شیریں کے ساتھ وابستہ تھا خسرو کے تاج حکومت پر شہرت کا طرّہ لگا ورنہ وہ اس درجہ اہل کمال کی نمایش گاہوں کی مجالس کا فانوس خیال بننے کی قابلیت نہ رکھتا تھا جس طرح شیریں عرب کی مشہور دلستاں محبوبہ لیلیٰ سے مقدم ہے اسی طرح فرہاد اپنے حریف عشق قیس سے پیش رو وہ شاپور ندیم خاص خسرو و مشہور حکیم و مصوّر ایرانی کا ہم مکتب و ہم سبق اور بالخصوص علم ہندسہ و سنگتراشی میں بے نظیر بیان کیا گیا ہے شاپور اگر قلم صنعت سے صفحۂ قرطاس کو رشکِ چمن بنا سکتا تھا تو وہ اپنی سحرکاری و حکمت آذری سے پتھروں کو گویا حیوان ناطق کا جامہ پہنا دینے میں کمال رکھتا تھا۔ باختلاف روایت اُس نے شاپور کے مشورے یا محض عشق ازلی شیریں کی تجرّد و تحریک پر حصول وصل محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خسرو کے دھوکے سے جو بظاہر اوجِ وصال کی معراج معلوم ہوتا تھا شیریں پر عاشق ہو جانے کے بعد کوہ بیستون

سے جوئے شیر لانے کی نمایاں کوشش کی کیونکہ جب سے شیریں مداین میں جا گزیں تھی اُس کو شیر تازہ نہ ملنے سے گونہ انتشار رہتا تھا اسی بنا پر ایک ایسی نہر نما نالی کی ضرورت ہوئی کہ وہ شیریں کے حوض باغ سے باہم شیر و شکر ہو کر کوہ بیستون کی چراگاہ کی مویشی کے تازہ دودھ سے شیریں کو شیریں کام بنا سکے شیریں جس سے فطرتاً شوق رکھتی تھی جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے اور اسی کوہکنی کی وجہ سے فرہاد نے کوہکن کا لقب حاصل کیا۔

فرہاد کا کوہ بیستون پر شیریں کو اُس وقت دیکھ کر از خود رفتہ ہونا کہ جب شیریں عشق خسرو کے اثر سے بے سر و پا مسافرانہ وطن سے دُور مداین کی طرف صحرا نوردی کرتی ہوئی اُس پہاڑ پر اتفاق سے گزری تھی یا خسرو سے پوشیدہ شاپور نے بہ نظر ہمدردی شیریں جب کہ فرہاد کو اُس کے پاس اس کی مخلصی اس لیے پہونچا دیا تھا کہ وہ تازہ دودھ کے بہم پہونچانے میں شیریں کا معین و مددگار ہوگا، اختلافی مسئلہ ہے مگر بزم تحقیق کے شمع انجمن اوّل صورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اکثر اہل تحقیق اس کو چین کے شاہی خاندان سے بیان کرتے ہیں اور اُن کا قول ہے کہ اُس نے فنِ مصوری اور سنگ تراشی کے شوق میں ریاست و امارت کی کچھ پرواہ نہ کی اور آخر کار اُسی خیال میں ہلاک ہو گیا۔

جوئے شیر کی حقیقت سے اگرچہ بعض مورخین نے انکار کیا ہے اور اُس کی نسبت مختلف تاویلیں بیان کی ہیں لیکن فرہاد کی کوہکنی، جوئے شیر کی دقت پر لطف

روانی، تیشۂ فرہاد کے جوہر، تصویرِ شیریں کی پتھر پر جلوہ آرائی، فرہاد کے لیے اس کا محرک ہونا، پیرزال کے مکر و فریب سے مرگ شیریں کی خبر سن کر اس عاشق ناکام کا تیشہ مار کر خودکشی کرنا، اس کے غم میں شیریں کی نالہ و زاری، یہ سب وسیع میدان شعرا سخن سنج کے وہ دل کش مناظر ہیں جن میں ہر ایک نے اپنی طبع رسا کے جوہر دکھائے ہیں اور بالخصوص امیر خسرو اس کے مرد میدان ہیں [1]

آصفی

کام خسرو از لبِ شیریں شِشور انگیز یافت
کوہ را فرہاد کند و لعل را پرویز یافت

ثابت

نیست کارے با سر و دستار عاشق پیشہ را
می زند چوں گل بسر فرہاد زخمِ تیشہ را

مظہر

دید چوں خوش کاریم در کندنِ جاں کوہکن
از زبانِ تیشہ کرد اقرار اُستادی مرا

بابا فغانی

ملامت ہیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد
ہوا می گیرد و ہم بر سرِ فرہاد می آرد

دیگر

فرہاد رفت و کوہ ملامت بجا گذاشت
کارے تمام ناشدہ در پیش پا گذاشت

---

[1] امیر خسرو کی تحقیق کے مواق فرہاد ناشاد کا اصلی قاتل ایک زنگی سیہ کار تھا جس نے خسرو پرویز کے حکم کے موافق اپنی مکر و فریب سے فرہاد کو یقین کرا دیا تھا کہ شیریں کا انتقال ہوگیا اور اس نے غلبۂ جوش عشق کے اثر سے اپنے آپ کو کوہ بیستوں سے گرا کر ہلاک کیا۔ مولنا نظامی کا قول بھی باعتبار نتیجہ اسی کے قریب ہے۔

نظامی

چو آگه گشت ازان اندیشه فرهاد / نهاد آن حکم را بر دیده بنیاد
چنان از هم درید اندام آن بوم / که می شد زیر زخمش سنگ چون موم
ز تیشه روی خارا می خراشید / چو بید از سنگ حجری می تراشید
چنان ترتیب کرد از سنگ جوی / که در درزش نمی گنجید موی

وله

مهندس کاری فرهاد مسکین / نشانِ جوی شیر و قصرِ شیرین
اساسِ بیستون و شکلِ شبدیز / نشانِ قصر و آن جوی دلاویز

وله

بهشتی پیکر آمد سوی آن دشت / بگرد جوی شیر و حوض می گشت

وله

نخست آزرم کرسی را نگه داشت / بر او تمثالهای نغز بنگاشت
پس آنگه از سنانِ تیشهٔ تیز / گزارش کرد شکلِ شاه و شبدیز
به تیشه صورتِ شیرین بر آن سنگ / چنان بر زد که مانی نقش ارژنگ
شدی نزدیک آن صورت زمانی / وزان سنگ از گهر جستی نشانی

وله

زدی بر پای آن صورت بسی بوس / برآوردی ز عشقش ناله چون کوس
که ای محرابِ چشمِ نقشبندان / دوا بخشِ درونِ دردمندان

غالب

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

ایضاً

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ایضاً

عشق و مزدوریِ عشرت گہِ خسرو کیا خوب
ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں

ایضاً

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پاؤں
ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤں

ایضاً

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ہنوز اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

ایضاً

کوہکن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

ایضاً

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

ایضاً

پیشے میں عیب نہیں رکھیئے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

عرفی شیرازی

بنوش آں مے کہ گر بر صورتِ شیریں برافشانی
بروں آرد ز تیشہ بیستوں سرمست رقصانش

سائلِ ایران

نہ چو فرہاد بود کوہ کنی پیشۂ ما — کوہِ ما سینۂ ما ناخنِ ما تیشۂ ما

بیستون | بعض عجمی مورخین کی تحقیق کے موافق وہ ایک پہاڑ ہے کرمان شاہاں سے اٹھارہ میل کوہ طاق بستان سے ملا ہوا۔ اس کی بلندی ایک ہزار پانسو فیٹ اس کے دامن میں ایک چشمہ نہایت صاف جاری ہے جو باہر چل کر رود خانہ سے مل جاتا ہے، اس پہاڑ کو ایسا ہموار و خوش قطع بیان کیا گیا ہے کہ گویا کسی صناع و چابک دست کے ہاتھ کا تراشا ہوا ہے اسی پہاڑ کے ایک موقع پر ایک خوبصورت رعنا قد نوجوان ساسانی شاہزادی کی تصویر لباس جواہر نگار سے آراستہ شمشیر بلند ہاتھ میں اور تاج مرصع زیبِ سر اور اس کے مقابل میں ایک محبوبہ حسینہ عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تصویریں غالباً خسرو پرویز اور شیریں کی ہیں اور اس کے دوسری سمت میں پرویز کے گھوڑے شبدیز کی تصویر ہے۔

دوسرے موقع پر ایک اور مرقع ہے جس میں اکثر پیادہ و سوار فوجی جماعت کی مٹی ہوئی تصویریں پائی جاتی ہیں اور ان تصویروں پر منحنی خط میں کچھ الفاظ

کندہ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ مگر بعض نے قطرزس کا نام بعض جگہ پر پڑھا ہے جو اسکندر رومی کے بعد اُس نواح میں حکمراں تھا۔

اِسی پہاڑ کے دامن میں ایک مرتفع اور وسیع حصّہ زمین پر ایک جلسۂ خاص کا مرقع ہے جس میں اکثر اشخاص محبوس و مقید ہیں اکثر کا لباس مختلف وجُداگانہ وضع کا اور بعض سر برہنہ و سراسیمہ حال اور اُن سب کے مقابل ایک بادشاہ تاج بر سر و کمان در دست اور کمان پر ٹیک لگائے کھڑا ہے اور بادشاہ کے پیر ایک اوفتادہ شخص کے سینہ پر ہیں جو الحاح و زاری کر رہا ہے۔ بعض سیّاحوں نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ وہ تصویر بادشاہ داریوس اوّل کی ہے جس کو دارائے اوّل کہتے ہیں اور بعض محققین اُس کو کلدانی نسل کا حکمراں کہتے ہیں جو لہراسپ کے ورثہ میں تھا اور اُس نے خود یہ مرقع تیار کرایا تھا۔ بعض مورخین متاخرین کا خیال ہے کہ کوہِ بستیون کی تمام صورت نگاری اسی فرہاد ناشاد کوہکن جاں باز کے خامہ آذری کی سحر کاری کا نمونہ ہے جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن آرا ہے۔ فافہم۔

شکر بکاف فارسی مخفف و مشدّد و محاورات و مصطلحات اہلِ لغت کے موافق مختلف معانی میں مستعمل ہے جس کی تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے مگر ہمارے مدِّ نظر افسانے کے اعتبار پر اصفہان کی ایک جہانِ آرا حسینہ و جمیلہ مہروش شہزادی کا نام ہے جس کو خسرو نے فریفتگی ظاہر کر کے شیریں کی مخلصانہ حقیقت میں نظر میں اپنے آپ کو بے اعتبار ثابت کیا۔ وہ اپنے محبوبانہ ناز و ادا و دل ربایانہ شان و شکوہ میں

اپنے نام کی طرح شیریں کے ہم پایہ بھی اسی لحاظ سے اُس کا ذکر شیریں کے تذکرہ کے ساتھ بہت زیادہ پُر لطف ہی۔ اگرچہ خسرو کچھ زمانہ کے لیئے اُس کی ہمکناری سے شیریں کام ہوا مگر جس طرح خسرو نے رشک وحسد کی وجہ سے ایک سچّے اخلاص مند بے گناہ عاشق فرہاد کے خون سے ہمیشہ کے لیئے اپنے نیک نامی کے دفتر کو سیاہ کیا اسی طرح شیریں نے بھی رقیبانہ آتش غیظ وغضب سے مشتعل ہو کر اُس شاخ گل کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ مولنا نظامی نے اس روایت کو بہت اختصار سے اور امیر خسرو نے نہایت پر لطف تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی۔

مثنوی شیریں وخسرو

جس طرح جواہر خمسہ نظامی کی سلک مسلسل سے یہ مثنوی دوسرا جوہر ہی، اسی طرح پنج گنج خسروی سے اس گنج معانی کو بازار شمار میں دوسرا نمبر حاصل ہی۔ مولنا نظامی نے اس مثنوی کو ۵۷۱ھ میں اہل نظر کے ہاتھوں کا دستنبو بنایا اور اُس میں چھ ہزار تین سو چھیاسٹھ ۶۳۶۶ اشعار آبدار کی تجلیات سے ہر صفحہ کتاب کو ورق زر سے زیادہ روشن فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گزشت از پانصد و ہفتاد و یک سال — نزد بر خط خوباں کس چنیں خال

شود پیدا اکنوں گر باز دانی — ترا اعداد ایں در معانی

در غلطاں کہ صبح از عقد بگسست — شش ہست و شش ہزار و سی صد و شصت

مگر اس وقت مولنا نظامی کی اس مثنوی کے جو دو نسخے ہمارے پیش نظر

ہیں ایک مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ جو درصل کاتبوں کے قلم نسخ سے اس درجہ مسخ ہو گیا ہی کہ اکثر مقام پر معانی و مطالب کی وقت کے سوا قصہ کا سلسلہ بھی ٹوٹ جاتا ہی اور دوسرا نسخہ قلمی خوش خط عمدہ کاغذ پر قدیم طریقہ کے موافق بہت صاف لکھا ہوا جو نواب صاحب ممدوح کے لطف و عنایت سے امیر خسرو کے تبرک خسرو کے ساتھ ہمارے پاس پہونچا ہی اُن کو جب ہم کوشش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو مطبوعہ نسخہ میں اشعار کا شمار (۷۱۰۱) ہی اور دستی لکھے ہوئے نسخہ کی اشعار کی تعداد (۷۱۰۳) نظر آتی ہی دونوں نسخوں میں باہمی تفاوت صرف دو شعر کا ہوتا ہی جو کسی طرح قابل لحاظ نہیں مگر مولنا نظامی کے اشعار کا اگر یہی مطلب ہی جو بظاہر الفاظ سے متبادر ہے تو دُور از عقل اختلاف پایا جاتا ہی۔ اور وہ یہ کہ مصنف کے خود بیان کیئے ہوئے اشعار سے (۷۳۵) شعر اور بڑھے جاتے ہیں اور اگر لفظ رسی صد، کے لکھے ہوئے املا کے رسم خط کے موافق جیسا کہ دونوں نسخوں میں یائے تحتانی معروف کے ساتھ تحریر ہی رسی صد، کے معنی تین ہزار کے لیئے جاتے ہیں تو کل اشعار کی تعداد (۹۰۶۶) ہوتی ہی اور ایسی حالت میں (۹۶۵) اشعار کی کمی ہوگی۔

بہر حال ہم اس وقت اس تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہمارے اُن فرائض میں داخل نہیں جن کی پابندی ہم پر واجب ہی۔ صرف اس قدر عرض کرنا ضرور ہی کہ اس روانی کے ساتھ بھی مولانا کا پانچواں شعر دراصل

موتیوں کی ایک لڑی ہے اور صبح کا اپنے عقد سے درِ غلطاں کا جدا کرنا کس قدر بلیغ استعارہ ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مثنوی کو مطلع الانوار کے بعد ماہ مبارک رجب ۶۹۸ھ ہجری میں بزمِ اربابِ کمال کا فانوسِ خیال بنایا اور شیرین و خسرو کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پس از کلکم چکید آں شربتِ نو کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

اِس مثنوی میں آپ کے فخریہ ارشاد کے موافق (۴۱۲۴) اشعار کے جواہر رخشاں جلوہ گر ہیں جس کی شہادت حاضر ہے اور اسی سلسلہ میں آپ نے مثنوی کا زمانۂ تصنیف بھی بیان کر دیا ہے ؎

نظامی کابِ حیواں ریخت از حرف ہمہ عمرش دراں سرمایہ شد صرف
چناں زخمہ اد اندیشہ را داد کہ در سبع شد اوش بست بنیاد
دلم دیر است کیں سودا بسر داشت کہ گل چینم زباغے کو گزر داشت
ولے ترسیدم از گل خندۂ باغ کہ دانم رقصِ کبک از جستنِ زاغ
تگ تیزی بود یا گاو نیلی را کشد چوں بوم بلبل را از سیلی
فراغِ دل مرا از صد یکے بود ہوس بسیار و فرصت اندکے بود
چو بازارِ تمنّا گرم تر گشت دل از اندیشۂ بے آزرم تر گشت
میانِ رستم و جستم ہزاری زبازوئے توکّل دست یاری

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد — مثالے جستم از تعلیم اُستاد
گرت شیریں نہ خوانی باربد ہست — وگر جاں نیست بارے کالبد ہست
گرم فرصت دہد لطف خداوند — کنم حلواے او را تازہ زیں قند
کشادہ او پنج گنج از گنجۂ خویش — بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش
فرو گویم ز شیریں تر زبانے — بعرض داستانے داستانے
کہ تا گوید مرا عقل گرامی — زہے شایستہ فرزند نظامی
نخست از پردۂ ایں صبح سوزم — نمود از مطلع الانوار نورم
پس از کلکم چکید آں شربت نو — کہ نامش کردہ شد شیریں و خسرو
بقا را اگر الٰہی ناید خزینہ — سہ گنج دیگر افشانم ز سینہ
در آغاز رجب شد فرخ ایں فال — ز ہجرت شش صد و ہشت و نود سال [۶۹۸]
وگر پُرسی کہ بیتش را عدد چیست — چہار الف و چہار است و صد و بیست [۴۱۲۴]

اگرچہ بعض ارباب سیر کے خیال کے موافق امیر خسرو کی یہ مثنوی نایاب ہو گئی اور اس کس مپرسی کے عالم میں کہ زمانہ نے ارباب کمال کو مٹا دیا اور وہ اُن کے آثار اور یادگاروں کو فنا کر رہا ہے اُس کے شوق میں مشتاقوں کی نگاہیں رُبع مسکوں کے چاروں سمت کا دورہ کر رہی ہیں مگر پھر بھی ادیب لبیب نثار الملک سحن جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ناظم کالج علی گڑھ دام فیضہ کی علم دوستی و ہنر پروری سے جن کو حقیقتاً امیر خسرو کی حیات جاودانی

کے لیئے عالم سخن کا خضر طریق سمجھنا چاہیئے اس وقت میں چار نسخے ہماری آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نسخہ پانچوں خزانوں کا مجموعہ جو واقعی دولت خانہ انعامات اسحاقی کا پنج گنج ہی اور سنہ ۹۸۴ھ کا لکھا ہوا قدیم شاہانہ طرز کا مطلّا و مذہب ہی اور دوسرا دار الحبیب حبیب گنج کا شروانی جوہر فرد اور تیسرا نسخہ علمی خزانہ آصفیہ کا دُرِ بے بہا جو اوّل سے آخر تک دوسرے نسخہ کی مثل ہی۔ اس کے علاوہ ایک اور مسودہ تھا پہلے اور دوسرے اور تیسرے نسخۂ شفا نے اگرچہ غلطی اور تحریف کے اکثر امراض مزمنہ و اسقام کہنہ کے دُور کرنے میں باوصف اپنی بے حد پیچیدہ نقایص کے ایک طبیب حاذق کا کام دیا ہی مگر پھر بھی اکثر شکایتیں باقی ہیں۔ اشعار کی تعداد کی صحت کی غرض سے ہم نے اپنی کوشش کے سوا اور بعض احباب سے بھی مدد لی مگر پھر بھی پہلے اور چوتھے نسخوں کے اشعار کے نجوم باہم موافقت کے ساتھ (۳۹۴۵) اور تیسرے اور دوسرے نسخہ کے ابیات کے انجم (۴۱۰۹) جلوہ افروز ہوئے مگر ہم نے خود جو نسخہ کمال عرق ریزی سے صحت کے ساتھ مرتب کیا ہی اس میں کل اشعار کا شمار حقیقتاً ۴۱۲۰ ہی۔ بہرحال پھر بھی اہل زمانہ کی دہری کی دست برد اور اصحاب علم کی بے توجہی کے صدمات سے چار شعروں کی کمی ہوگئی اور اس نقصان مایہ کا صدمہ اُس مُرصّع کار تاجر سے دریافت کرنا چاہیئے جس نے ایک ایک جواہر گراں قدر کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہو ؎

خراب آں کو ز چندیں بیت معمور — کند بیتے ز جائے خویشتن دور

ہم کو اس مثنوی کی صحت و تکمیل میں سب سے زیادہ دشواری اس وجہ سے واقع ہوئی کہ جو دو نسخے مستقل دیئے گئے اُن میں نسخہ جہاں گیری سے جو نسخہ نقل کیا گیا تھا اُس میں اشعار کی بہت کمی تھی اور جا بجا کثرت سے الفاظ غلط تھے دوسرا نسخہ حبیب اگرچہ اشعار کی کمی کا نقصان کم رکھتا تھا لیکن اُس کے صفحات کے ہندسے غلط اور اوراق کی جزبندی کے غلط ہونے کے ساتھ اُس کا رسم خط سراسر غلط پایا گیا مگر بہرحال امکانی کوشش کر کے مذکورہ نقص دور کیا گیا ہے۔ اور تیسرا حیدرآبادی نسخہ بعینہ نسخہ حبیب کی مثل تھا۔

امیر خسرو کے اس مجموعہ پنج گنج فصاحت کے اشعار کی کمی کی خاص وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نظامی نے نفس قصّہ شیریں و خسرو کے علاوہ اُس کے متعلق اکثر تاریخی واقعات ایسے نظم کر دیئے ہیں جو غالباً امیر خسرو کی نظر غائر میں قصّہ کی نسبت سے ضروری نہ سمجھے گئے ہونگے اور اس روش پسندیدہ کو آپ نے اپنے پنج گنج میں خصوصیت کے ساتھ مدّ نظر رکھا ہے کیونکہ عادتاً آپ ہر داستان اور ہر واقعہ کی تحقیق و تنقیح میں اُس کی اِغلاقات اور پیچیدگیوں کے صاف کرنے کی بے حد کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس امر خاص کے متعلق اسی مثنوی شیریں و خسرو میں فرماتے ہیں ؎

ورق در پیچم از بسیار گفتن — کہ دُر سفتن بہ از بسیار گفتن

نہ خواہم دل کہ بیش اندیش باشد | کہ در بیشی خصومت بیش باشد
چو بازاں شو بہ کم گوئی فسانہ | مگو بسیار چوں گنجشک خانہ
نظامی چوں سخن ناگفتہ نگذاشت | زخوبی گوہری ناسفتہ نگذاشت
درآں گنجے کہ بست از گنجہ بنیاد | دگر گوں کرد گنجور دگر یاد
من از سے چیدہ ام پیرایۂ چند | دریں گنجینہ خواہم کرد نقش بند

اس مثنوی کے صفات شاعرانہ و خصوصیات سخنورانہ کی نسبت متقدمین و متأخرین نقادانِ فن کی جو رائے ہے اُس کا خلاصہ امام المورخین صاحب منتخب التواریخ کا یہ قول ہے جو فی الحقیقت قابل قدر ہے جو آپ نے ابوالفیض فیضی کی مثنوی نل دمن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی اس تین سو سال کی مدت میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیرین و خسرو کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے تصنیف کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ تحریر امیر خسرو کی مثنوی کی مدح کا پورا مرقع ہے جس کے ضمن میں نل دمن کی ثنا بھی پائی جاتی ہے۔

بعض شاعرانہ خصوصیات و اقسام مثنوی کے ساتھ اُس کی معنوی اہمیت

اگرچہ نظم سخن کے اقسام معنوی بے شمار ہیں لیکن اس جگہ صرف اُن خاص خاص قسموں کا ذکر کیا جائیگا جن پر شعرا کے کلام کا کمال منحصر ہے۔

کلام رزمیہ، بزم آرائی، تذکرہ حسن وعشق، فلسفیانہ شاعری، اخلاقی نظم، جذبات انسانی کا اظہار، مناظر قدرت کا نظارہ، سوز وگداز کا التزام، متکلمانہ استدلالات، صوفیانہ رنگ، درد وغم رنج والم، عاشقانہ مناجات اور ہر قسم کی شاعری کے لیے جن جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اجمالاً حسب ذیل ہیں اور ان کا ذکر مقامات مختلفہ پر جداگانہ طور پر بھی کیا گیا ہے۔

جامعیت، ایجاد واختراع استعارات وتشبیہات، صنایع وبدایع، واقعہ نویسی، قوت تخئیل، سلاست وقوت کلام، فصاحت وبلاغت، جدت اسلوب

اب ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ مثنوی تمام اقسام شاعری ومحاسن نظم کی جامع ہے۔

کلام رزمیہ میدان جنگ کا خاکہ اور معرکہ حرب کی تصویر۔ فردوسی اس فن کا مرد میدان ہے اور نظامی نے اپنی نئی نئی شگوفہ کاریوں سے اس کو چمن ہمیشہ بہار بنا دیا۔ امیر خسرو اس کے گلچیں ہیں اور بہار آرا۔ دیکھو داستان جنگ خسرو وبہرام چوبیں۔

بزم آرائی سامان نغمہ وسرود کا مرقعہ اور رباب وجام کے دور کا نقشہ نظامی خاص طور پر اس کے صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو نے اس کو ہفت کر کے اہل نظر کو ششدر بنا دیا ہے۔ دیکھو داستان بنائے مشعر خسرو وشیریں کی بزم آرائی۔

تذکرۂ حسن وعشق | ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی اساس اسی مضمون کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام شعرا اسی وادی کے قافلہ سالار ہونے کے ساعی رہے ہیں۔ امیر خسرو خصوصیت کے ساتھ اس میدان کے خضر طریق ہیں۔ کل مثنوی اس نقد گراں مایہ کا گنجینہ ہے۔

فلسفیانہ شاعری | حکیم ناصر خسرو و سنائی میں سے اس طرز خاص کا ہر ایک امام ہے اور مولٰنا نظامی نے اس فن خاص میں بہت ترقی کی اور بحری سکندر نامہ میں اس کے اکثر پیچیدہ مسائل کو نہایت خوبی سے حل کیا مگر امیر خسرو بھی جابجا مراحل مختلفہ میں اُن کے ہمقدم ہیں۔ ملاحظہ ہو مکالمہ و مناظرہ خسرو و حکیم بزرگ امید۔ قابل دید۔

اخلاقی نظم | متأخرین نے اس قسم کو اپنا مطمح نظر بنا کر اُس میں بہت ترقی کی لیکن یہ سب متقدمین کی تقلید کا اثر ہے اس وجہ سے کہ نظامی اُس کے کامل الفن اُستاد مانے گئے ہیں بعدہ امیر خسرو کے جدت پسند طبیعت نے اپنی نئی نئی گل کاریوں سے اس کی پامال سرزمین کو گلزمین بنا دیا ہے۔ اکثر داستانہائے حسن وعشق کے ضمن میں جب وہ متکلمانہ اور حکیمانہ نتائج بیان کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ متکلم و عالم دنیا کی بے ثباتی، عالم کے انقلابات طرز معاشرت کے آداب، درستی اخلاق وغیرہ وغیرہ مسایل اخلاقی پر تقریر کر رہا ہے۔

جذبات انسانی کا اظہار

فردوسی اُس کا حاکم ہے اور نظامی اُس کے زیور کے مرصّع کار جوہری اور خسرو اس متاعِ سنجیدہ کے گراں بہا بنانے والے قدر افزا سوداگر۔

مثلاً شیریں جب خسرو کو دروازہ قصر پر چھوڑ کر بام ایوان پر چلی جاتی ہے اور خسرو پرویز پر رسائی کا دروازہ بند ہے اُس وقت خسرو پرویز باوصف عشق کی از خود رفتگی کے اپنے حفظ مراتب کے ساتھ جس جس طرح سے اپنے جذبات کو ظاہر کر رہا ہے یا شیریں اُس کے جواب میں اپنی شانِ محبوبی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جس جس ادا سے اپنے دلی خیالات کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ بھی مولٰنا نظامی کے مقابل یہ سب امیر خسرو ہی کا کمال شاعری ہے۔

مناظرِ قدرت

شاعری کے مختلف مناظر میں یہ ایک خاص دل کش اور پُر فضا منظر ہے اس پر شعرا نے طرح طرح سے موشگافیاں کی ہیں اِس کے موضوعات خاصہ میں سے باغ و بہار آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب، صبح و شام کا جلوہ بعض قدرتی اشیاء کا بیان وغیرہ ہیں۔ اس میں نظامی نے جس قدر جدتیں کیں تھیں امیر خسرو نے اُس کی تکمیل کر دی۔ دیکھو مختلف مقامات پر مختلف داستانوں میں مہر و ماہ کا طلوع و غروب اور صبح شام کے جلوے۔

سوز و گداز

ہر شاعری کا لطف اسی پر موقوف ہے جب تک کلام میں سوز و گداز

نہ ہو وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا نظامی نے اگرچہ اس مضمون کو عروج کمال پر پہونچا دیا تھا مگر امیر خسرو نے اپنے دم مسیحائی سے دبی ہوئی آتش مردہ کو از سرِ نو بھڑکا دیا۔

مثلاً داستان نمبر ۴۴ میں شیریں اپنا سوز و گداز ظاہر کرتی ہے جس سے ارباب سماع کے کانوں کے پردے جل اُٹھتے ہیں۔ گرم آنسو مژگاں کو جلائے دیتے ہیں یا مثلاً داستان نمبر ۳۲ میں فرہاد کا سوز و گداز وغیرہ۔

متکلمانہ استدلالات شعرا کا کمال سخن متکلمانہ شاعری پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مولنا روم علیہ الرحمۃ امام المتکلمین سمجھے گئے ہیں۔ امیر خسرو بھی کسی طرح ان سے عموماً پیچھے نہیں ہیں۔ کوئی داستان نہیں جو اس کمال سے خالی ہو۔ خصوصاً ابتدائی داستان میں حمد و نعت قابل دید ہیں۔

صوفیانہ رنگ حقیقتاً شاہد سخن کے عارض گل رنگ کا غازہ بھی صفت ہے متقدمین شعرا میں اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور مولنا نظامی نے خصوصیت کے ساتھ اس رنگ کو بہت شوخ کر دیا۔ لیکن امیر خسرو نے اُس کی رنگینی کو ایسا چمکا دیا کہ اہل نظر کی مشتاق نگاہیں اُس کی منتظر رہتی ہیں۔ بالخصوص داستان نمبر ۴ و ۵ ہمارے اس دعوے کے شاہد ہیں۔

درد و غم رنج و الم شاعری کا دوسرا رُخ یہی مضمون ہے جس سے شاعر کی معجزبیانی کا اندازہ ہو سکتا ہے امیر خسرو ہر قسم کی تصویر کھینچنے میں بے مثل مصوّر ہیں۔ دیکھو

باہمی مراسلت کی داستانوں میں شیریں وخسرو کی اندوہگیں حالت۔

عاشقانہ دعا و مناجات

مولانا نظامی نے اس خاص گلزمین میں ایسے نونہال لگائے تھے کہ اُس کے مقابل دوسروں کی چمن آرائی دشوار معلوم ہوتی تھی امیر خسرو نے اُس کو اپنا گل گشت بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ کسی کی خاص جاگیر نہیں ہے۔

مثنوی کے بعض اقسام شاعری کی ذکر کرنے کے بعد ضرور ہے کہ اجمالاً اُس کی بعض خوبیوں کو بھی بیان کر دیا جائے۔

جامعیت

متکلّم اور کلام دونوں کی صفات میں اس خاص وصف کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ مختلف علوم و فنون و اکثر السنہ متنوّعہ کے واقف و ماہر کو عالم و ادیب جامع کہتے ہیں اور امیر خسرو اس خلعتِ فاخرہ کے شرف سے بھی ممتاز ہیں جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اور جس کلام میں تمام خوبیاں اور اقسام محاسن نظم پائے جائیں وہ کلام جامع ہے جس کی سب بے مثل مثال موجودہ مثنوی ہے، اور بیان صدر و ذیل اس دعوے کے اثبات صدق پر قطعی برہان۔

اختراع استعارات و ایجاد تشبیہات

سب سے پہلے شعرا میں مولانا نظامی نے اس کی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور امیر خسرو نے اُس کی کمی پورا کر کے تکمیل کر دی اس مضمون کو مواقع مختلفہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

صنائع و بدائع | ہر کلام نظم و نثر کی علم معانی و بیان کے اعتبار سے اصلی وقعت اس مضمون کی پابندی پر موقوف ہے مگر امیر خسرو اس فن کے متفق علیہ امام الائمہ ہیں اور اعجاز خسروی آپکے اعجاز سخن پر گویا ایک روشن دلیل ہے اِس کے علاوہ موجودہ مثنوی کو بھی اس گنج معنوی سے جس قدر سرمایہ حاصل ہے من وجہ اُس کا تذکرہ ہو چکا اور آیندہ ہوگا۔

واقعہ نویسی | عشق و محبت اور وصل و فراق کی دُنیا میں جو واقعات و معاملات واقع ہوتے ہیں اُن کی واقفیت کے ظاہر کرنے کو واقعہ نویسی یا معاملہ نویسی کہتے ہیں اور کسی خاص طرز ادا سے اُس کا بیان کرنا واقعہ نویسی کا کمال ہے۔

حضرت آزاد بلگرامی کے قول کے موافق امیر خسرو اس کے موجد اور پورا کرنے والے ہیں۔ اور بالخصوص مثنوی کی نظم اس متاع گراں بہا کے لیئے گویا بازار مصر ہے شیریں و خسرو کی باہم مراسلت کے متعلق تمام داستانیں اور باربد و نکیسا کی زبان سے دونوں کی واقعات مختلفہ کا بیان قابل لحاظ ہے۔

قوتِ تخئیل | ہر قسم کی شاعری کی رنگینی مضامین کی موشگافی جدت طرازی کی خوبی استعارات و تشبیہات کی نزاکت وغیرہ شاعر کی اسی قوت پر منحصر ہے۔ مولانا نظامی نے قوت تخئیل سے جس قدر کام لیا تھا وہ گویا اُن کا حصہ معلوم ہوتا تھا لیکن امیر خسرو نے اپنی قوتِ تخئیل کے اظہار کمال سے ثابت کر دیا کہ دراصل

یہ وہی دولت ہے مبدء فیاض کے غیبی خزانے سے جس قدر حصہ جس کو مل جائے وہ اُس کا گنجور سمجھا جاتا ہے۔ تمام مثنوی اس نوائے دل کش کا پردۂ راز ہے۔

سلاست و قوتِ کلام | کسی سادہ اور سلیس مضمون کو چست بندش اور پرشکوہ الفاظ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ بیان کرنا کہ مضمون میں علو پیدا ہو جائے اور سننے والوں کے دلوں پر اُس کا ایک خاص اثر پیدا ہو۔ نظامی نے اس امر میں جس قدر ترقی کی وہ اُن کے اکثر کلام سے ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو نے باوصف تقلید اُس کو بجائے خود اپنا خاصہ طبعی بنا دیا۔

مثلاً شیریں و خسرو کے باہمی نامہ و پیام میں خودداری و شان و شکوہ کا دونوں کی زبان سے اظہار وغیرہ۔

فصاحت و بلاغت | ہر نظم کا واقعی زیور یہی خاص صفت ہے۔ ہر دور کے شعرا نے پوری قوت کے ساتھ اس میں اپنا کمال دکھایا ہے لیکن امیر خسرو اس بزم میں صدر آرا سمجھے جاتے ہیں۔ مختلف مقاموں پر آپکے اس وصف خاص کو دکھایا گیا ہے۔

جدّتِ اسلوب | واختراع و ایجادِ استعارات و تشبیہات میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ غزل کی شاعری کے ساتھ متقدمین نے اس صفت کو وابستہ

کر دیا تھا مگر امیر خسرو نے اُس کو دربارِ عام میں قبولِ عام کر زیور سے مرصع کرکے مردم دیدۂ عوام و خواص بنا دیا۔ تمام مثنوی اُس کی تجلیات سے متجلّی ہے اکثر داستانوں میں اُس کی تمام عالم افروز شعاعیں جلوہ آرا نظر آتی ہیں۔ دیکھیے داستان نمبر ۱۳ میں شیریں کی بعض صفات ناوک زنی و تیر اندازی وغیرہ کا ذکر یا داستان نمبر ۲۱ کی تمہید میں سوادِ شب کی حجلہ آرائی یا داستان نمبر ۲۲ میں شکر کا تذکرہ۔

مثنوی کے بعض صنائع و بدائع

اگرچہ اس مضمون کو جداگانہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، اس وجہ سے کہ تمام اربابِ فن جانتے ہیں کہ امیر خسرو اس علم کے امام و مجتہد وقت ہیں اور آپ کی کتاب اعجازِ خسروی اس دعوے کی شاہدِ عادل ہے اور بالخصوص بعض صنائع کا ذکر بھی بعض اشعار کے ساتھ کر دیا گیا ہے مگر مختصراً ایک جگہ پر اُس کا تحریر کر دینا اس غرض سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی کے پڑھنے سے قبل اہلِ نظر خیال کر سکیں کہ ہر اعتبار سے یہ مثنوی کس قدر وقعت رکھتی ہے۔

استعارہ

کسی چیز کو بطور عاریت مانگنا اور اہلِ معنی کی اصطلاح میں وہ مجاز کی ایک خاص قسم ہے کیوں کہ جب کسی لفظ کو کسی جگہ اُس کے اصلی معنی سے نقل کر کے عاریتاً کسی دوسرے معنی میں بعلاقہ تشبیہہ استعمال کیا جائے تو یہی دراصل مطلقاً استعارہ ہے۔ مثلاً نرگس و سنبل مستعار منہ کو بجائے چشم و زلف

یا ذکر یا اور مستعار لہ کا ذکر نہ ہو اور اس کے اقسام مختلف ہیں۔

استعارہ بالکنایہ استعارہ تخئیلیہ استعارہ ترشیحیہ — مستعار لہ کو ذہن میں کوئی شے فرض کرکے صرف اُس کے لوازم کا ذکر تخئیل اور مناسبات کا ذکر ترشیح ہے اس صنعت خاص میں امیر خسرو نے جس قدر ابداع و اختراع سے کام لیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے اور آپ کی نظم میں جس جگہ دیکھو ہر جگہ موجود ہے

حمد

خداوندا دلم را چشم بکشای   بمعراج یقینم راہ بنمای

نعت

کشادہ بند نعلین فلک سال   از و در ساق عرش افگندہ خلخال

مجاز مرسل — کسی شے کو اصل معنی سے جدا سمجھ کر تشبیہ کے علاقہ کے سوا کسی اور دوسرے علاقہ کلّیت و جزویت یا علاقہ ظرفیت و سببیّت وغیرہ کے لحاظ سے غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا جو در اصل استعارہ ہی کے اقسام میں داخل ہے۔ تمام مثنوی اس صفت سے دوسری خوبیوں کے ساتھ پُر ہے۔

حمد

چو گرد نقش این دیبا مکمّل   بعقد التسّار کن آنرا مسجّل

نعت

بنا لش خسرو چین مہ کرہ جوجو   ز نیم سمجرش نیمہ مہ نو ۱۱

تشبیہات شاہد نظم کے عارض کا غازہ اور عروس سخن کا زیور یہی استعارات و تشبیہات ہیں جن کا وجود قدیم ہے اہل عرب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ کلام ایسی خوبیوں سے آراستہ ہو جب آفتاب اسلام کی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کیا سارے علوم و فنون کے چشمے جاری ہو گئے۔ قرآن مجید و احادیث حمید انا افصح العرب والعجم نے سب کے سر نیچے کر دیئے جس قدر صنائع بدائع ایجاد ہوئے یا آیندہ ہونے والے فرض کیئے جائیں کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی اس کے جامع ہیں۔ ایرانیوں نے باوجودے کہ وہ اپنی زبان پر نازاں تھے اسلام ہی کے برکات کے آثار سے خصوصیت کے ساتھ ادبیات میں بہت ترقی کی مگر متقدمین شعرائے فارس جن تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتے تھے وہ سادے اور آسان ہوتے تھے۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا گیا ادراکات و احساسات میں نازک خیالی کی لطافت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مولانا نظامی نے اس میدان کے محدود دائرہ کو اپنی فکر کی آبیاری سے وسعت دے کر چمن گلشن بہار بنا دیا ایک مدت دراز کے بعد امیر خسرو نے اپنی خداداد جدت اور قدرتی ذہانت سے ایسے نئے گل کھلائے اور نو بنو نونہال اگائے کہ اہل نظر کی نگاہیں ان کی جس روش پر جاتی ہیں دامن گل چیں سے زیادہ پر گل نظر آتی ہیں۔ آپ نے اس فن کی تکمیل کے کمال کو انتہا پر پہونچا دیا۔ چنانچہ آپ کی یہ مثنوی ہمارے اس دعوے کے اثبات کے لیئے برہان قطعی ہے جس جگہ نظر کی جائے

نئے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم اس وقت حتی الامکان صرف حمد و نعت وغیرہ کی ہی چند ابتدائی داستانوں پر نظر رکھتے ہیں ورنہ مثنوی کا ہر حصہ اور ہر جز وکلیتاً تمام خوبیوں کے جواہر کا گنجینہ ہے۔

حمد

اُمیدم را بجائے کش عماری | کہ باشد پیش گاہ رستگاری
برافروز ایں زیارت خانۂ خاک | بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

نعت

بنامِ احمد اندر سجدہ نہ بام | مگر رحم سجدہ ست اندراں بام
ملایک خواندہ شمع آسمانش | دخان و نور روشن از زبانش

تنسیق الصفات — ممدوح واحد کے چند صفات کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل ز باغے | ز ملکش نہ فلک دو دو چراغے
رموز آموزِ عقلِ نکتہ پیوند | شناسائی دہ جانِ خردمند

نعت

مسیحا از دمِ خود رفتہ جانش | خضر از آبِ حیواں تشنہ بانش
براہلِ اقتلوا راندہ غضب را | بلوحِ فاستقم خواندہ ادب را

تضاد | باہم مخالف المعنی الفاظ کا ذکر۔

حمد و دعا

درآسانیم شکر اندیش گرداں   بدشواری سپاہم بخش گرداں

نعت

چراغ روشن از نور خدائی   جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

تقابل | باہم متقابل المعنی الفاظ کا ذکر جن میں تخالف و تضاد طبعی نہ ہو۔ مثلاً بندگی و خواجگی۔ زندہ و قربان وغیرہ۔

حمد

چو بہر زندگی بخشید ہر چیز   کرامت کرد شغل خواجگی نیز

نعت

دو قرباں یافتہ زو زندگانی   دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

سیاقۃ الاعداد | بہ ترتیب یا بغیر ترتیب چند اعداد کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل ز باغے   ز ملکش نہ فلک دو دِ چراغے

نعت

ندارد ہفت مرد و چار زن تا لم   مگر زاں شاہ ہفت ایوان و نہ طارم

تلمیح | کسی قصہ یا خاص واقعہ کی طرف اشارہ۔

حمد

بشکرش ہر کلوخے را زبانی ست   وزاں ہر ذرہ تسبیح خوانی ست

نعت

ز حکمت نامۂ اوحیٰ کلامش   با علیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش

ایہام | ایسے لفظ کا ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں اور کبھی اُس کے بعید معنی مراد ہوں اور قریب معنی کے مناسب اور الفاظ مذکور ہوں اور کبھی اس کا عکس چونکہ یہ صنعت خصوصیت کے ساتھ استعارہ کی خوبی کو دوچند کر دیتی ہے اس لئے تمام اساتذہ عموماً اور خسرو خصوصاً اس صنعت کا استعمال اپنے ہر کلام میں بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ مثنوی بھی اُس کا گنجینہ ہے۔

نعت

نوشتہ از دخاں بر نور منشور   دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور

رجوع یا ردو اضراب | کسی صفت کو بیان کرنے کے بعد اُس کی تردید اس طرح کرنا کہ پہلے مضمون پر اور ترقی ہو جائے۔

معراج

نہ اختر لیک نے اختر پاک جاں تر   نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر

ذوقافیتین | ایک شعر میں دو قافیوں کا ذکر۔

نعت

بہ کوکب در ارشش تا مہِ اکبر   خراماں گشتہ چوں طاؤسِ اخضر

گریز | تشبیب کے بعد اصل مقصود کی طرف عمدہ طریق سے رجوع۔ یہ صنعت اگرچہ قصیدہ کے ساتھ خاص ہے مگر امیر خسرو نے مولانا نظامی کی تقلید کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مثنوی میں بھی بعض مواقع پر اس کا التزام کیا ہے۔

از حمد بہ نعت

اُمیدم را ببر زاں کن حوالت   کہ باشم پیروِ ختمِ رسالت

تجنیس تام | ایسے لفظ کا دوبار لانا جو دو معنی رکھتا ہو۔

نعت

نخست از بیتِ اقصیٰ در گشودہ   با قصیٰ قبلۂ دیگر نمودہ

تجنیس ناقص | ایسے دو متجانس الفاظ کہ جن کا رسم خط یکساں ہو۔

نعت

براتِ رحمت از غیب انس و جاں را   خطِ آزادی آتش جہاں را

تجنیس خطی | ایسے دو متجانس الفاظ جن میں صرف حرکات یا نقاط کا فرق ہو

نعت

بخوابِ غفلتم مگذار زیں بیش   مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

تجنیس زائدہ اول | ایسے دو متجانس الفاظ کہ ایک میں ابتدا اگر کوئی حرف زائد ہو۔

نعت

محمد کاصل ہستی شد وجود ش   جہاں گردے زشادروان جودش

تجنیس زائد باوسط | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے وسط میں کوئی حرف زائد ہو

نعت

دراحمد از احد کامل جمالیست   جو احمد بے احد شد صفر خالیست

تجنیس زائد باآخر | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے آخر میں کچھ زیادتی ہو۔

حمد

جواہر بند ناہید از ثریا   چراغ افروز دُرد رقعر دریا

تجنیس مطرف | ایسے ایک قسم کے چند الفاظ جن کے حروف دو ہی یکساں ہوں

نعت

سیاست در کف بہرام داده   سعادت مشتری را دا م داده

اشتقاق | ایسے متجانس الفاظ کا ذکر جن کا مادّہ واحد ہو۔

منقبت

بسیر طیر ہمّت کرده درکار   کہ در سیر او ہم در طیر طیّار

ردالعجز علی الصدر | شعرا کے اصطلاح کے موافق رکن اوّل مصرعہ اول کو صدر اور رکن آخر مصرعہ اوّل کو عروض، اور رکن اوّل مصرعہ دوم کو ابتدا اور

رکن آخر مصرعۂ دوم کو عجز اور ہر دو رکنوں کی درمیانی الفاظ کو حشو کہتے ہیں پس رد العجز علی الصدر وہ صنعت ہے کہ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر کرے اسی کو اوّل بیت میں لاوے۔

حمد

رقم کو باز نشناسد قلم را ‖ چہ داند باز نقاش رقم را

رد الابتدا علی الصدر | جو لفظ مصرعۂ دوم کے ابتدا میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے شروع میں لایا جائے۔

نعت

ولایت داری از توقیع درگاہ ‖ ولایت نامۂ اولی مع اللہ

رد العجز علی العروض | جو لفظ مصرعۂ دوم کے آخر میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے آخر میں لایا جائے۔

نعت

ہمیں او را بگویم سایہ یا رست ‖ دگر ہر کس کہ بینی سایہ دارست

رد الحشو علی الصدر | جو لفظ درمیان مصرعہ ہو وہ ابتدا مصرعہ اوّل میں لایا جائے۔

مناجات

بخواب غفلتم مگذار زیں بیش ‖ مرا خود خواب غفلت ہست درپیش

ردالحشو علی الحشو | ایک لفظ ہر مصرعہ کے درمیان لانا۔

مناجات

چراغم را چو خود بخشیدہ نور — مکن بخشیدہ خود را ز من دور

ردالابتدا علی الحشو الاول | جو لفظ مصرعہ دوم کے اوّل ہووے وہی لفظ مصرعہ اوّل کے درمیان آوے۔

نعت

نوشتہ از دخان پر نور منشور — دخانش نور بل نور علیٰ نور

مراعات النظیر | باہم متناسب الفاظ کا ذکر۔ مثلاً چراغ، روشن، نور، ظلمت وغیرہ موجودہ مثنوی اس صنعت کا گویا مرقعہ ہے۔

نعت

چراغ روشن از نور خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

حسن التعلیل | کسی دعوے فرضی یا واقعی کے اثبات پر ایسے برہان قائم کرنا کہ بہ اعتبار واقع وہ دلیل نہ ہو مگر تمثیلاً بحیثیت برہان دعوے کو ثابت کردے مثلاً نبی کریم کے اتحاد ذاتی پر حضور کے نام کی صوری ترکیب کو برہان قطعی بتانا۔ یہ صنعت بھی اس مثنوی کا جزو لازمی ہے نعت

بدانساں گشتہ در وحدت یگانہ — کہ نا گنجید خود ہم درمیانہ

دراحمد از احد کامل جمالی ست — چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

مذہب الکلامی — کلام کا اکثر حصہ جو دلائل و براہین پر مبنی ہو۔ امیر خسرو کا اکثر حصہ کلام اس صنعت کے محیط کا مرکز ہے۔

نعت

دل خصماں گواہ صدق اتش — گواہی دادہ سنگ از معجز اتش

لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب — اوّل مصرعہ یا فقرہ میں چند اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مصرعہ یا فقرہ میں اور ایسے چند اشیاء کا ذکر کرنا کہ بہ ترتیب یا بغیر ترتیب باہم کر کسی قسم کے تعلق رکھتے ہوں۔

حمد

نہ دانا زو خبر دارد نہ آوباش — کہ حرمانیست کورا مد چو خفاش

نہ دریا گنجد اسرار الٰہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

مبالغہ، تبلیغ، غلو، اغراق — مطلق کسی کام میں حد سے زیادہ کوشش۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں اگر صفات محمودہ یا مذمومہ میں ایسی زیادتی کی جائے کہ بظاہر مستبعد یا محال معلوم ہو عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ تبلیغ ہے اور اگر بہ اعتبار عقل ممکن اور بہ اعتبار عادت غیر ممکن ہو تو مبالغہ (غلو) ہے اور اگر عقلاً و عادتاً ہر طرح غیر ممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے چونکہ ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی بنیاد اسی صفت مبالغہ پر قایم کی گئی تھی اس لیئے ہر طبقہ کے شعرا ہر دور اور ہر زمانہ میں اس شاہد رعنا کی غازہ طرازی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہے۔

اسی بنا پر امیر خسرو نے اس کو سب سے زیادہ اوجِ کمال پر پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ موجودہ مثنوی میں بھی اس کی تجلّیات کی ہر جگہ جلوہ افروزی ہے۔

اول مدح شیخ

بتفقش کرده جبریل آشیانه فلک در صحن او گنجشک خانه

دوم مدح سلطان

ستاره را تپش آخته در زیر فلک با حمله او کند شمشیر

سوم مدح سلطان

فلک اکر در محش هفت چارچ جهت زاده میدانش و نشش طرح

سجع موازنہ | ایسے چند الفاظ کا ذکر جو وزن میں اکثر موافق ہوں۔

معراج

گریبانِ جهت پاره کرده جهانِ بے جهت نظاره کرده

التفات | کسی ممدوح کی مدح کے وقت کبھی ضمیر غائب اور کبھی ضمیر حاضر سے اس کو یاد کرنا۔ اگرچہ اس صنعت کو قصائد کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہے مگر مثنوی میں بھی اس کا التزام موجود ہے۔ اوّل مناجات و دوم توحید و سوم پھر مناجات کا سلسلہ اس کا شاہد ہے۔

مُعمّا | کسی خاص خوبی کے ساتھ بقاعدۂ ریاضی وغیرہ کسی شعر سے کوئی نام پیدا کرنا، امیر خسرو نے اس فن میں بھی اپنی جدت طرازی کو اوجِ کمال پر

پہونچا دیا ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں بھی آپ نے ایک موقع پر اپنے فکرِ بلند پرواز کے جوہر دکھائے ہیں جس کا اجمالاً صرف نشان بتا دینا کافی ہے تاکہ حمد و نعت کا سلسلہ باقی رہے اور خلاف ذکر صنائع الٰہیہ و محاسن رسالت پناہیہ دوسرا ترانہ زبان پر نہ آئے۔

وصل الحرفین | ایسے الفاظ لانا جو زیادہ تر مل کر لکھے جاتے ہیں۔

نعت

ریاحین بخشِ باغِ صبح گاہی   کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت

انگریزی تحقیق کے موافق تمام اقسام کے قصّے اور افسانے دو قسم پر منقسم ہیں ۱ ناول ۲ ڈراما اور ان میں باہم فرق یہ ہے کہ کسی واقعہ حسن و عشق کو صرف زبان سے نثر میں بیان کرنا ناول ہے اور اس کو عملی صورت میں مختلف طریقوں سے دلچسپ بنانے کے لئے نظم میں دکھانا ڈراما اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں (کامیڈی) اور (ٹریجڈی) ڈراما کو سب سے پہلے تو یونانیوں نے اختیار کیا مگر اہلِ یونان کی عورتیں ایسے تماشاؤں میں شریک نہیں ہوتی تھیں حضرت عیسیٰؑ سے صدہا سال قبل اہلِ ہند نے اس تماشہ کو دل کش بنانے کے لئے

پردے ایجاد کئے اور اُن کی عورتوں نے اپنے گانے بجانے اور خوشنما نقلوں
سے اس کوشش کو رونق بنا دیا چنانچہ والمیک نے بیان کیا ہے کہ اجودھیا میں چار
ہزار (نٹنی) عورتیں موجود تھیں۔ بعدہٗ یونان سے روم میں اور روم سے
باقی یورپ میں اُس کا رواج ہوا اور ناچنے گانے میں ایسی ترقی ہوئی کہ جو
اسٹیج ڈراما کے لئے بنائے گئے وہ اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ دو دو لاکھ آدمی
اُن میں بہ آسانی آجاتے تھے۔ پھر اہلِ جرمن و فرانس وغیرہ نے اُس میں ترقی
کی چونکہ اسلام اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اس کا مخالف تھا عرب ایران
وغیرہ ممالک میں اُس کا رواج اُس حد تک نہیں ہوا کہ جیسا دوسرے ملکوں میں
عملاً تھا۔ بالجملہ شیکسپیر نے کچھ ترمیم کے ساتھ ڈراما کو ایسی ترقی دی کہ آج زمانہ
اُس کا فریفتہ ہے مگر وہ (ٹریجڈی) قصّوں کو جس کا ترجمہ (غم انجام) ہے بمقابل
(کامیڈی) افسانوں کے زیادہ پسند کرتا ہے جس کے معنی (مسرت انجام) ہیں۔

اب ہم اپنی پیش نظر مقصود بالذات مثنوی کو پیش کر کے یہ امر ظاہر کرنا
چاہتے ہیں کہ فی الواقع یہ قصہ بھی کس قدر دلچسپ (ٹریجڈی) ڈراما ہے اور
کس مرتبہ کا دل کش افسانہ اور امیر خسرو نے (ٹریجڈی) ڈراماؤں کی ضروری[۱]

[۱] ڈراما کے وہ بعض ضروری خصوصیات جن کی پابندی نے شیکسپیر کے سب سے بہترین ٹریجڈی ڈراما (Mecbeth میکبتھ) کو قبول عام اور شہرت دوام کے فلک الافلاک کا مہر عالم تاب بنا دیا ہے حسب ذیل ہیں۔
انسانی زندگی کے اہم اور خطرناک حالات سے بحث۔ روحانی جذبات پر خاص قسم کا اثر۔ معانی کی قدرتی آمد۔ گہرے اور سنجیدہ سبقوں کی تعلیم۔ انسانی ہمدردی۔ کبھی غیر معمولی اور خلاف فطرت واقعات کا ذکر۔ اور کبھی سنجیدہ ظرافت و تمسخر۔ خیالات کا علو۔ مضامین کا تسلسل۔ شاعرانہ نازک خیالی۔ کسی خاص زمانہ کے خاص خاص اشخاص کے واقعات کا خوبی کے ساتھ بیان۔ خوفناک اور دردانگیز واقعات کا پُر اثر الفاظ میں تذکرہ
اور موجودہ مثنوی امیر خسرو ان تمام خوبیوں کے ساتھ کل صفات کی جامع ہے۔

کو ایسا پورا کیا ہے کہ شیکسپیر کے ایجاد و اختراع بہ نظر تحقیق گویا اُنھیں خوبیوں کا ایک پردہ ہیں اور اگر اس کو عملی ڈراما بنایا جائے تو وہ بھی کسی طرح شیکسپیر کے منتخب اور مشہور ڈراما سے کم حیرت افزا ثابت نہ ہوگا اس کی ترتیب کا پورا لطف اُس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ اُس کی مختصر خلاصہ کو بہ نظر غور دیکھا جائے اور شیکسپیر کے کسی پسندیدہ ٹریجڈی ڈراما سے اُس کا مقابلہ کیا جائے با این ہمہ امیر خسرو کی سخن طرازی کا اعجاز یہ ہے کہ آپ نے ایک ٹریجڈی ڈراما کو اپنی جدت پسند طبیعت کی بُرّش و رقّت کے اثر سے ایسا اخلاقی پند نامہ اور ادبی گنجینہ بنا دیا ہے کہ اوّل سے آخر تک ہر داستان کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کا انقلاب، حکیمانہ نصائح، صوفیانہ مواعظ، متکلمانہ مباحث، شراب کے نقایص ہوا و ہوس کی تنقیص، حکمرانی کے اُصول، معاشرت کے قواعد، منہیات سے اجتناب، عدل و داد کے فضایل، جور و جفا کے قبائح، عبادت الٰہی کی تاکید اسلام کی خوبیاں، مذہب کی ضرورت وغیرہ وغیرہ جلوہ آرا ہیں۔

اجمالی طور پر قصّہ کا اختصار

شاہزادہ ساسانی خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں اپنے باپ ہرمز کے قتل کے بعد تخت نشین ہوتا ہے اور سب سے اوّل اپنے باپ کے سپہ سالار بہرام چوبین پر حملہ کرتا ہے جو شہر مداین پر حکمراں تھا آخر کار غلبۂ خصم کی وجہ سے اُس کو

شہر مداین چھوڑنا پڑتا ہے۔ اُس کا ندیم و رفیق شاپور سفر میں بھی اُس کا ہمرکاب ہے
وہ اُس کی تفریح طبع کی غرض سے سفر کے مختلف واقعات و عجائبات سنانے کے
ضمن میں شیریں کی تصویر بھی خسرو کو دکھا دیتا ہے۔ جو ارمن کی ملکہ مہین بانو کی عصمت
شعار بھتیجی تھی۔ خسرو یکایک اُس پر خود رفتہ ہو کر شاپور سے تدبیر وصل دریافت کرتا ہے اور
اُس کے مشورہ کے موافق بحیلۂ شکار ارمن کی طرف قصد سفر کرتا ہے۔ حُسن اتفاق
شیریں بھی اُسی شکار گاہ میں جلوہ آرا ہے جہاں خسرو کا قیام ہے۔ شیریں اپنی ایک کلبدن
کنیز کو سفیر بنا کر استفسار حال کرتی ہے۔ شاپور حُسن تدبیر سے جواب کو خود شیریں کے
دریافت کرنے پر موقوف رکھتا ہے اور شیریں کے طلب پر شاپور حاضر دربار
ہوتا ہے اور بعد اصرار خسرو پرویز کا نسب نامہ سُنا کر شیریں کو اُس کا غائبانہ مشتاق
بنا دیتا ہے۔ شیریں اپنے جذب شوق کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر بزم خسرو
میں پہونچ جاتی ہے۔ خسرو اظہار تمنائے ملاقات کے ساتھ اپنے قصد سفر سے شیریں
کو مضطرب الحال بنا دیتا ہے اور افسوں گری کی تاثیر سے واقف ہو جانے پر
لطف تقریر سے اُس کو اطمینان دلاتا ہے کہ ایسا ارادہ محض بطریق امتحان تھا
شیریں کے اصرار پر خسرو پرویز اُس کا مہمان ہوتا ہے اور ملکہ مہین بانو اُس کے
آنے پر شاہانہ طور پر سامان ضیافت بہم پہونچانے میں مبالغہ کرتی ہے۔ بزم
نشاط گرم ہے، شراب کے دور چل رہے ہیں۔ خسرو جوش نشہ و سرور سے مست ہو کر
اظہار تمنا پر مجبور ہے مگر شیریں اپنی سچی عصمت شعاری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو

محفوظ رکھنے میں کامیاب ہے۔ کچھ مدت کے بعد خسرو شیریں سے اجازت لے کر قیصر روم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے شیریں کے پیش کیے ہوئے دونوں صبا رفتار گھوڑے شبدیز و گلگوں اس کے ہمراہ ہیں۔ قیصر اپنا تاج و تخت اس کو دے کر اپنی مہ پارہ لڑکی مریم سے اس کا عقد کر دیتا ہے اور بے شمار خزائن و افواج سے اس کا معین و مددگار ہو جاتا ہے اور خسرو اپنی مخالف قدیم بہرام چوبیں پر دوبارہ بمقام مداین سخت حملہ کرتا ہے جنگِ شدید کے بعد بہرام شکست کھا کر بھاگ جاتا ہے اور خسرو اس وقت اطمینان کے ساتھ حکمراں ہو جاتا ہے اور طالع کی یاوری سے قیصر روم کے بہت سے خزانے گھر بیٹھے خسرو پرویز کے ہاتھ آ جاتے ہیں، اور خسرو آزادی سے زر بخشی اور بزم آرائی میں مشغول ہے۔ ایک مدت کے بعد مریم ملکہ جہاں رشکِ شیریں سے گھٹ گھٹ کر جان دیدیتی ہے اور خسرو اس کے غم و الم فراق کا حیلہ کر کے شیریں کے خیال میں پھر سفر کرتا ہے، اور شیریں سے مل کر بزم نشاط گرم کرتا ہے۔ خسرو ہر چند شیریں کے ساتھ ہمکنار ہونے کا قصد کرتا ہے مگر وہ ہر حالت میں اپنی عفت و عصمت کی پاسبان ہے۔ خسرو نے ایک اور حیلہ پیدا کیا ہے کہ تمام ماہرو کنیزوں کا عقد ان کے خواستگار مہ جبیں غلاموں کے ساتھ ہو جائے اور پھر بھی وہ اپنے حصول مقصود میں کامیاب نہیں اور شیریں ابھی تک اس سے دور ہے۔ شاپور خسرو کی حالتِ تباہ دیکھ کر طرح طرح سے اس کو شیریں کی طرف سے بے زبختی کے خیال پر آمادہ کرتا ہے مگر اس پر کچھ اثر

نہیں ہے۔ آخر کار شکر ملکہ اصفہان کی حسن جہان گیری کی شنا و صفت سنا کر

خسرو کو شکر کا دلدادہ بنا کر سفر اصفہان پر تیار کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی طبعی عیش

پرستی سے مجبور ہو کر اصفہان پہونچتا ہے اور شکر سے اُس کا عقد ہو جاتا ہے۔

جب شیریں کو یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے وہ آتشِ رشک سے سوختہ جگر ہو جاتی

ہے اور شب و روز گریہ و زاری کے ساتھ مناجات میں مشغول ہے اور کبھی کبھی

سیر و شکار سے دل بہلاتی ہے۔ ایک روز کوہ بیستون پر اُس کا گزر ہوتا ہے اور

فرہاد کوہکن کو دیکھ کر اُس سے ہم کلام ہوتی ہے وہ نظر اول میں اُس کا دلدادہ

ہو جاتا ہے۔ شیریں اُس سے جوئے شیر کھودنے کی فرمایش کرتی ہے کہ جس سے

تازہ دودھ بہم پہونچنے میں آسانی ہو وہ بہ عوض وعدۂ دیدار اس کام پر

آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش میں کامیابی کا اُمیدوار ہے مگر آتشِ عشق

نے اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب خسرو پرویز اس خبر جاں کاہ کو سنتا ہے رشکِ رقابت سے جل جاتا ہے

اور طرح طرح سے اپنے حصول مقصود کے لیئے چارہ جو ہے شاپور اُس کا ندیم خاص

خسرو پرویز کو شیریں کے نام خط لکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ باہمی خط و کتابت کے

بعد خسرو اصفہان سے چل دیتا ہے اور ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر حصولِ مدعا

ہے۔ بعدہٗ خسرو تبدیل لباس کے ساتھ فرہاد کے پاس پہونچتا ہے اور اُس سے

بطور تجاہل مناظرہ کرتا ہے۔ خسرو کی تمام کوشش یہ ہے کہ فرہاد خیال شیریں سے

باز رہے مگر اُس کا جوش و خروش دو نا ہوتا جاتا ہے۔ خسرو مجبور ہو کر ایک زنگی سیہ کار کو مامور کرتا ہے اور وہ کوہ بیستون پر پہونچکر شیریں کے مرجانے کی غلط خبر سنا کر فرہاد کو یقین دلا دیتا ہے کہ شیریں مرگئی یہاں تک کہ وہ اسی صدمۂ فراق کے باعث پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شیریں اس دل خراش خبر کو سن کر بے اختیار ہو جاتی ہے اور گریہ و بکا و آہ و زاری کے بعد مراسم تعزیت بجا لاتی ہے اور شاہانہ طور پر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اُس کو دفن کر دیتی ہے۔ مگر اُس کو کسی طرح صبر نہیں آتا وہ اُس کے عوض ایک دلّالہ پیرزن بدخصال کو مقرر کرتی ہے کہ اُس کی حریف شکر ملکۂ اصفہان کا کام تمام کرے۔ وہ اصفہان پہونچکر اپنے مکر و فریب سے اُس کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کی مُنھ بولی ماں بن کر فرصت کے وقت اُس کو زہر سے ہلاک کر دیتی ہے اور محل شیریں میں واپس آکر اپنی اس ظالمانہ کارروائی کی داد چاہتی ہے۔ شیریں خسرو کی طرح اپنی اس بے گناہ کشی پر نادم ہے۔ خسرو اس خبر کو سن کر سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع میرے اُس گناہ کا عوض یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب خسرو قصرِ شیریں پر حاضر ہے۔ مگر شیریں دروازہ بند کر کے محل کی چھت پر چلی گئی ہے اور وہیں سے فیمابین مکالمہ ہو رہا ہے۔ بہت سے سوالات و جوابات کے بعد شیریں اپنے دل دادہ خسرو کو محل میں بلا لیتی ہے اور پھر بزم نشاط گرم ہوتی ہے اور باربد خسرو کی طرف سے اور نکیسا شیریں کا ہم زبان بن کر غزل سرائی سے بزم آرا ہیں۔ بالجملہ منگنی

کے مراسم ادا ہونے کے بعد خسرو و شیریں کا باہم عقد ہو جاتا ہے اور وہ دونوں
مغموم و مہجور عیش و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خسرو
حکما کے ساتھ بزم آرا ہے اور اُن کی حکیمانہ پند و نصایح و فلسفیانہ مسائل حکمیہ کے
بیان سے ہر دم مستفید ہوتا ہے۔ آخر میں ارا کین سلطنت کے اغوا سے اُس کا
بیٹا شیرویہ اُس کو قتل کرا دیتا ہے اور خود تخت نشین بن جاتا ہے۔ شیریں اس ماجرا سے
جاں گزا سے واقف ہو کر خسرو کے بالیں پر آتی ہے اور خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک
کر کے اُس کے ساتھ ہم کنار ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی لحد میں دفن کر دیئے
جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے دُنیا میں اپنا افسانہ چھوڑ جاتے ہیں۔

(حصّۂ سوم) موازنۂ زبان اساتذہ

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی نقشِ اسم ذاتِ خود گرداں بیانم را
بہ قطعِ ماسوا مقراضِ لا گرداں زبانم را

اب اصل کتاب کے مضامین کو سلسلہ کی پابندی کے ساتھ شروع کرنے کا خیال کیا جاتا ہے۔ بعض بعض اشعار کے بعض بعض صنائع و بدائع لفظی و معنوی کو ہر شعر کے مقابل بطریق اشارات بنظر اختصار تحریر کر دیا جائے گا اور بعض ضروری خصوصیات فی الجملہ مشرح لکھے جائیں گے۔ لغات و محاورات و مصطلحات خسروی کو اصل مثنوی شیریں و خسرو میں حواشی کے طور پر جا بجا بیان کر دیا گیا ہے اس جگہ صرف جستہ جستہ بعض مشکل اشعار کے معانی کو چند ابتدائی داستانوں میں ظاہر کر کے آیندہ بخیال اطناب کتاب محض خلاصہ ما فی الباب پر ہی اکتفا کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ مختلف نسخوں کے اختلافات کو بھی اُسی اصل کتاب میں ظاہر کر دیا ہے جس کو بغرض طبع مکمل کیا گیا ہے۔ چوں کہ بعض ابتدائی داستانوں میں مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اور بعض اساتذۂ کرام کا بھی ذکر آگیا ہے بنا برٓ علیٰ ہذا مناسب ہے کہ پہلے امیر خسرو کا خلاصہ

گنجِ معانی بازارِ تنقیدِ سخن میں پیش کیا جائے اور بعدہٗ حضرت مولانا نظامی کے جواہر زواہرِ معنوی اپنے جلوہ جہاں افروز سے مشتاقوں کی نگاہوں کا کحل الجواہر بنیں اور سب سے آخر میں کہیں کہیں دوسرے بعض صرافانِ فن کے سرمایۂ فکرِ رسا کا انتخاب بھی بطریقِ مشتے نمونہ از خروارِ حاضر کیا جائے ۔ واللہ المستعانُ وھوالمعین

عروسِ دعایہ حجلۂ حمدِ کبریا

امیر خسرو	مولانا نظامی
خداوندا دلم را چشم بکشاے	خداوندا درِ توفیق بکشاے
بمعراجِ یقینم راہ بنماے	نظامی را رہِ توفیق بنماے
برحمت باز کن گنجینۂ جود	دلے دہ کو یقینت را بشاید
درونم خوان بشاد روانِ مقصود	زبانے کافرینت را سراید
دلے بخش از ثنائے خویش معمور	مدہ ناخوب را در خاطرم راہ
زبانے زافرینِ دیگراں دور	بدار از ناپسندم دست کوتاہ
درآسانیم شکر اندیش گرداں	درونم را بنورِ خود بیفروز
بدشواری سپاسم بیش گرداں	زبانم را ثنائے خود درآموز
امیدم را بجائے کش عماری	بداؤدی دلم را تازہ گرداں
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری	زبورم را بلند آوازہ گرداں

خسرو کا پہلا شعر نظامی کے شعر اول کا اور شعر سوم شعر چہارم کا جواب ہے۔ مضمون حقیقتاً یکساں ہی مگر طرز بیان اور حسن زبان جداگانہ - بااین ہمہ نقل کو بذاتہ ایک مستقل جداگانہ اصل بنا دینا امیر خسرو کے خصوصیات میں سے ہی۔ شعر چہارم میں مراتب شکر کی التجا کو جس مرتبۂ کمال پر پہنچایا ہی اُس کی اہمیت کو اہل معانی جانتے ہیں کیونکہ انسان راحت و آسانی کے وقت جس طرح شکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہی اُس سے زیادہ دشواری و مصائب میں اُس پر غفلت طاری ہوتی ہی۔ پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں اصل مضمون سے بہت ترقی کی ہی۔ مگر مولانا نظامی کا مطلع کتاب کی خصوصیت کے ساتھ ایسا لاجواب ہی کہ اکثر اساتذہ نے اُس کے مقابل طبع آزمائی کی ہی، مگر وہ فصاحت و سادگی کی ضمن میں بلاغت نما پہلو ایسا نہ پیدا کر سکے جو مولانا نظامی کے اس مطلع میں موجود ہی۔ اگر بقدر ضرورت تمام خوبیوں کو پورا کرتے ہوئے قابل لحاظ ہی تو امیر خسرو ہی کا یہ مطلع ہی جو اس مثنوی کا سرنامہ ہی۔ مولانا نظامی کے مطلع کے دوسرے مصرع میں ایک دقیق تلمیح قول مشہور ربّ ارنی حقائق الاشیاً کے ساتھ جو مضمر ہی اُس نے شعر کو گنجینۂ جواہرِ عرفاں بنا دیا ہی:-

امیر خسرو

(تضاد و تقابل) چو خود برداشتی اول زخاکم — مدہ آخر بطوفانِ ہلاکم

(زورِ کلام) بعفوم شوے تا پاکی پزیرم — نجولتیم زندہ گرداں تا نہ میرم

(معنی خیزیاں) نہ دل پژمردہ دارم نہانی — تو بخشی مردگاں را زندگانی

(استعارہ عجیب) برافروز ایں زیارت خانۂ خاک — بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

(تجنیس خطی) بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش — مرا خود خواب دیگر ہست در پیش

(سجع) خیالے را کہ می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج

(تجنیس مزید) ز بہرِ گرمیِ ہنگامۂ خویش — سوادے می کنم در نامۂ خویش

(تجنیس لفظی و معنوی) چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمل — بعتق النار کن آں را مسجّل

مولانا نظامی

عروسے را کہ پروردم بجانش — مبارک روے گرداں در جہانش

سوادش دیدہ را پر نور دارد — دماغش مغز را معمور دارد

معانی را بدو دہ سربلندی — سعادت را باو کن نقشبندی

بیان کی سلاست اور زبان کی فصاحت صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے علاوہ امیر خسرو کی ہر شعر سے ظاہر ہے۔ بالخصوص شعر دوم و سوم میں مناجات و التجا کے ساتھ اثبات دعوے پر جس طرز خاص سے استدلال کیا ہے اُس سے آپ کے علم کلام کی پرزور قوّت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کالبد عنصری کو زیارت خانۂ خاک قرار دے کر عقلِ روشن اور اندیشۂ پاک سے اُس کے منور کرنے کی درخواست کس درجہ لطیف استعارہ کے ساتھ قابل قدر تمنا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی فطرتی جدّت اور قدرتی ذہانت سے اپنی اس مثنوی میں اس موقع پر اپنے کلام کے متعلق مناجات کے ضمن میں جن الفاظ سے اور

جو دعا کی ہے وہ اکثر شعرا کے خلاف سراپا اصلی اور واقعی مناجات ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میرے اس دیباچۂ سخن کی تصویر درجۂ کمال کا شرف حاصل کرلے اُس وقت اُس کو عتق النار کی مہر سے آراستہ کردینا تاکہ وہ تیری رحمت عامّہ سے میرے لئے آتش دوزخ سے آزادی کا فرمان بن جائے۔

توحید باری عزّ اسمہ

	امیر خسرو	مولانا نظامی
[illegible]	بنام آں کہ جاں را زندگی داد	بنام آں کہ ہستی نام ازو یافت
	خلائق را بجاں پایندگی داد	فلک جنبش زمیں آرام ازو یافت
(اشتقاق)	خداوندے کہ حکمت بخش خاک ست	خدائے کافرینش در سجودش
	کمینہ بخشش او جان پاک ست	گواہ مطلق آمد بر وجودش
(سیاقۃ الاعداد)	دو کون از صنع او یک گل زباغے	تعالی اللہ یکے بے مثل و مانند
	ز ملکش نہ فلک دود چراغے	کہ خوانندش خداوندان خداوند
(اشتقاق)	رموز آموز عقل نکتہ پیوند	فلک برپائے دار و انجم افروز
	ثنا سائی دہ عقل خردمند	خرد را بے میانجی حکمت آموز
(مراعات النظیر)	بصارت بخش چشم پیش بیناں	مراد و مایۂ تاریک بیناں
	تمنائے درون شب نشیناں	انیس خاطر خلوت نشیناں

(تجنیس ناقص) جواہر بند ناہید از ثریا — غم و شادی نگار و بیم و امید
چراغ افروز ذرّہ در قعرِ دریا — شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

وحدت باری کا اثبات جو دراصل علم کلام کا ایک خاص مسئلہ ہے۔ امیر خسرو کے کلام سے ضمناً اور مولانا نظامی کے اشعار سے پرجوش استدلالات کے ساتھ صراحتاً ظاہر ہے۔ مثلاً تخلیق روح اور روح سے استقامت ما سوا۔ خاک کی حکمت آموزی ہر دو عالم و نہ افلاک کا ظہور پیش بینوں پر بصارت چشم کی بخشش وغیرہ یہ تمام اشیاء وحدت ذات کے دلائل ہیں اگر بغور دیکھا جائے، بالخصوص امیر خسرو کا شعر پنجم مولانا نظامی کے پانچویں شعر کا پسندیدہ جواب ہے۔

امیر خسرو

(علم کلام و فعال الٰہیہ) بعنوانِ عنایت کردہ تحریر — حساب کائنات از کلکِ تقدیر
(تیسیر جمیل) سپردہ در جہانِ بے نیازی — ارادت راعنانِ سرفرازی
(حکمت مطلقہ تشبیہ) اگر تقدیر او مرگ ست و گر زیست — ہم او داند کہ حکمت اندر و چیست
(تعالیٰ تقاضہ تحیر) نہ دانا زو خبردار و نہ او باش — کہ حرباً نیز کور آمد چو خفاش
(جلالی ذات) تو شوخی بیں کہ ادراک اندریں راہ — بجاسوسی کشادہ چشم کوتاہ
(رنجیدہ) زغیرت لطمۂ خوردہ خطرناک — کنوں تاریک گشتہ چشم ادراک

مولانا نظامی

بجست و جوی او بربام افلاک — دریدہ وہم را نعلین ادراک

خرد در ہستیش ہشیار برخاست — چو او دیدش نہ بیند چپ و راست
نہ بخشندہ خبر داند ز دادن — نہ آنکس کو ستاند از ستادن
چناں کرد آفرینش را آغاز — کہ پے بردن نداند کس بداں راز
چنانش در نوردد در سرانجام — کہ نتواند زدن فکرت دراں گام
ز ہر شمعے کہ جوئے روشنائی — بو حدانیتش یابی گواہی

افعال الٰہیہ و صنائع نامتناہیہ صانع حقیقی کو اس خوبی سے متواتر و مسلسل بیان فرمایا ہی کہ ہر مضمون بجائے خود ثبوت و حدانیت پر ایک کامل دلیل ہو سکتا ہی۔ امیر خسرو کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع میں جو دراصل مولانا نظامی کے دوسرے شعر کا جواب ہی ایسا بلیغ استعارہ ہی کہ اہل معنی ہی اُس کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ حربا ہمیشہ آفتاب کے مقابل نظر باز رہتا ہی اور اسی وجہ سے اُس کو آفتاب پرست کہتے ہیں اور خفّاش اُس کے خلاف سورج کے سامنے کور چشم مگر مہر عالمتاب ذات کے پرتو نے مقربان انوار ذات و محرمان اسرار صفات کو بھی بے بصروں کی طرح خیرہ چشم و تیرہ نظر بنا دیا ہی اور (خرّ موسیٰ صعقاً) اُس پر استدلالی شہادت ہی۔ ۷

امیر خسرو

(فلاسفہ خالقیت) کسے کو آدمی را کرد بنیاد — کجا گنجد بوہم آدمی زاد
(متکلمان استدلال) رقم کو باز نشناسد قلم را — چہ داند باز نقاش رقم را

(تلمیح) نہ در ما گنجد اسرارِ الٰہی — نہ در ما گنجد اندر گوشِ ماہی

(تجنیسِ تام) خرد از بود او کے گردد آگاہ — کجا نابود را در بودِ او راہ

(تضاد و تقابل) نہ آں بود ست کو نابودہ گردد — نہ مصنوع ست کو فرسودہ گردد

(تلمیح بتسبیح ما فی السماوات و ما فی الارض) بشکرش ہر کلوخے راز بانیست — وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانیست

(تضاد و تقابل) چو داد از جانور زیور زمی را — طرازِ معرفت بست آدمی را

(تقابلِ سخن) زباں را با بقا زاں گونہ حد بست — کہ دامانش بداماںِ ابد بست

(حکمت سیاست) جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر — بہ بازوئے شریعت داد شمشیر

ہدایت را طریق از اصل تا فرع — حوالت کرد با دروازۂ شرع

(حسنِ تعلیل) چو ہر بندگی بخشید ہر چیز — کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

(تنسیقِ صفات) چو شکرِ بندگی گفتن نیارم — سپاسِ خواجگی را چوں گزارم

مولانا نظامی

فگند از ہیأتِ نہ حرفِ افلاک — رقومِ ہندسی بر تختۂ خاک

جہت را شش گریباں در سر افگند — زمیں را چار گوہر در بر افگند

نباتِ روح را آب از جگر داد — چراغِ دیدہ را پیہ از بصر داد

خرد بخشید تا او را شناسم — بصارت داد تا از وے ہراسم

گہ از خاکے چو گل گنجے بر آورد — گہ از آبے چو ماہ نقشے بر آورد

زورِ کلام، جدّتِ استعارات، بیان کی سلاست، ہر دعوے کے اثبات پر

کامل استدلال، تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اُس پر ایک کامل الفن موشگاف مصور کا مرقع پیش نظر مگر ممکن نہیں کہ اپنے نقش و نگار کا رنگ جداگانہ نہ ہو۔ اہل نظر کو غور کے ساتھ یاد رہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے کس درجہ قدرت بیان کو ملحوظ رکھا ہے کہ کسی جگہ تقلید و نقل کا دھوکہ نہیں ہوتا اور کس قدر ادبیت کا لحاظ ہے کہ کہیں نظم مثنوی کا پایہ نیچا نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مولانا نظامی اس معرکۂ سخن میں بہیئت مجموعی بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہیں اور خاص طور آپ کا دوسرا شعر لاجواب ہے۔ لیکن بایں ہمہ امیر خسرو کے شعر سوم کا آخر مصرع اور شعر ششم استعارہ کی خوبی اور اظہار شکر کی جامعیت کے اعتبار سے قابل قدر ہے اور آخر اشعار میں ضروریات شریعت کو علم کلام کے اصول پر متکلمانہ حیثیت سے جس طرح ثابت کیا ہے اور بندگی و خواجگی کے حسن صفات متضادہ کو زمان و مکان کی وحدت کے ساتھ جس بے مثل طرز پر ایک ہی آئینۂ مظہر ذات میں ایک خاص پر لطف پہلو سے متجلی بنایا ہے وہ آپ کا حصہ ہے۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات و شمار نعمائے بے غایات

امیر خسرو

(علم کلام و الٰہی شمار نعما و تفضا) خدایا چوں بہ منشور الٰہی — رقم کردی سپیدی و سیاہی

(مراعات النظیر صنائع شمار و آلا) ز باران عنایت گل سرشتی — برات مردمی بر وے نبشتی

(جود و عطا) مثال ہستی ما ہم ز اوّل — بہ توقیع کرم کردی مسجّل

مراعات النظیر اکرام و انعام — زگنج بخششم ہر چیز دادی — کلید گنج ایمان نیز دادی

〃 متکلمانہ استدلال — تو با چنداں کرمہائے نواساز — زمفلس کے ستانی دادہ را باز

〃 دعا و التجا — چراغم را چو خود بخشیدہ نور — مکن بخشیدۂ خود را زمن دور

〃 طلب مقام رضا — بہر فعلم کہ گردانی سزا وار — رضائے خویش کن با فعل من یار

مولانا نظامی

خدایا چوں گل ما را سرشتی — وثیقت نامۂ ما را نوشتی

توئی کاول زخاکم آفریدی — بہ فضلم زافرینش برگزیدی

تو با چندیں عنایتہا کہ داری — ضعیفاں را کجا ضائع گذاری

چو روز افروختی جانم برافروز — چو نعمت دادیم شکرم درآموز

زفضل خویش لطفے کن مرا یار — بہ فعل من مکن با جان من کار

بدیں امید ہائے شاخ در شاخ — کرمہائے تو ما را کرد گستاخ

مناجات عنوان کتاب اور اس التجا و درخواست میں فرق یہ ہے کہ وہ خالص مقام عبدیت ہے کہ گدائی و بینوائی کا اظہار ہو اور اصل دعا سے سروکار۔ اور یہاں خلعت انسانی کے عطیات عظیمہ کے افتخار کے ساتھ منعم حقیقی کے نعما و آلا کا بطور مشتے نمونہ از خروارے شمار کر کے اس کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور یہ پورا ترانہ بھی نتیجہ پر نظر کرتے ہوئے حقیقتاً اسی وحدت کے نغمۂ حقیقی کا ایک پردہ ہے آداب نظم کی تکمیل کی ضرورت قابل اظہار نہیں۔ امیر خسرو ہمیشہ آزادی کا پہلو

مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نظامی کے ہم پہلو رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں مگر وہ گلِ سرسبدِ چمنِ فصاحت جس جگہ اپنی بیساختہ بہار آرائی کے رنگ و بو کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں، نگاہوں کے دامن اور دماغوں کے پردے دامنِ گلچیں سے زیادہ رنگین و معطر نظر آتے ہیں۔

نعت سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا و علیہم الصّلوٰۃ والسّلام

امیر خسرو

(علم کلام و علم الٰہی و علم معنی و بیان و علم تفسیر و حدیث کا آئینہ)

اثبات اولیت حضور	محمد کاصل ہستی شد وجودش	جہاں گردی تماشا در وانِ جودش	اشتقاق
اثبات ہدایت حقہ	چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی	تقابل
اثبات نبوت عامہ	دلِ خصماں گواہِ صدقِ ذاتش	گواہی دادہ سنگ از معجزاتش	تلمیحات متواترہ
اثبات مسیحائی اسلام	دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را	فروکشتہ چراغِ بولہب را	تناسب و تقابل
اثبات بیکس نوازی	شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے	مگس گیرے شدہ عنقا شکارے	مراعات النظیر
اثبات مسیحائی عنکبوت	دو قرباں یافتہ زو زندگانی	دو زندہ گشتہ از وے جاودانی	تقابل و تضاد
اثبات شہادت عامّہ اسلام	نجیب کون و دینش را ہوادی	خضر ثانی و دو فرزند حادی	ایہام معنوی
معجزات مشہورہ	گہش آہو سخن گو وگہے شیر	گہش حجت زبان و گاہ شمشیر	اشتقاق و تقابل
ختم نبوت و مختاری کل	طرازِ خاتمت نقشِ نگینش	کلیدِ نہ فلک در آستینش	ایہام و تناسب

شان و شکوہ نبوت — شکوہِ آفتاب از پایۂ او | بجز وے ہر کہ باشد سایۂ او — تقابل

بے سایگی حضورِ انور — ہمیں او را نگویم سایہ یار است | دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار است — تناسب

اتحادِ ذاتی بواحدِ مطلق — بداں ساں گشتہ در وحدت یگانہ | کہ نا گنجید خود ہم در میانہ — مراعات النظیر

مولانا نظامی

محمد کآفرینش ہست خاکش | ہزاراں آفریں بر جانِ پاکش

چراغ افروزِ چشمِ اہلِ بینش | طرازِ کارگاہِ آفرینش

ریاحین بخشِ باغِ صبحگاہی | کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

جواں مرد و رحیم و تند چوں شیر | زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر

یتیماں را نوازش از نسیمش | ازینجا نام شد دُرِّ یتیمش

مولانا جامی

محمد کش قلم چوں نامور ساخت | ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت

خطِ لوحِ عدم زاں حرف حک شد | ازاں سر حلقۂ ملک و ملک شد

تواند شد ز سرِّ حاش آگاہ | خرد با جملہ دانش حاش للہ

دریں دیرِ مسدس ز دست و شش | ششم بہ وضعہ از ہشت گلشن

چو پا آراست از خلخالِ دلش | سرِ دیں پروراں شد پائمالش

چہ نام ست ایں کہ در دیوانِ ہستی | برو نگرفت نامے پیش دستی

امیر خسرو کا پہلا شعر بلیغ اور مولانا نظامی کا شعر اول فصیح ہے اور آیندہ کے

دونوں شعر ہر دو اصحاب کے نفس مضمون وسلاست بیان کے اعتبار سے ہم پہلو سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو کے آئندہ اکثر اشعار ایہامات پسندیدہ اور دقائق معانی نو بنو و اختراعات استعارات وتشبیہات جدیدہ کے اعتبار سے مضمون نعت میں اس جگہ مولانا نظامی کے علاوہ اکثر شعراے متقدمین و متاخرین کے منتخب کلام پر افضلیت و فوقیت کے شرف کے ساتھ ممتاز ہیں چنانچہ آپ چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور حبیب اکرم کے اخلاق کریمہ کے اُسی دم عیسوی نے جس سے تمام عرب کے مردہ دل زندۂ جاوید ہوگئے تھے، بولہب کے چراغ کفر کو ایک دم میں بجھا دیا اور مسیحائی سے بڑھکر اپنے لب جان بخش کو صفات متضادہ کا مظہر بنا دیا جو فی حد ذاتہ ایک جداگانہ اعظم المعجزات ہے (سبحان الملک القدوس) اس کے علاوہ بولہب کے چراغ کو دم خلق سے کشتہ کرنے میں جو ایہام لطیف و استعارۂ بلیغ ہے اُس کا پورا لطف چراغ کے مقابل لفظ لہب اور دم کے معنی پر غور کرنے سے اہل معنی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ علاّمہ ہروی نے بھی تقلیداً اس مضمون کو خاص طرز پر لکھا ہے لیکن پھر بھی اُس کا پہلا مصرع کسی قدر بے لطف پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے

دم علمت زدہ بوجہل را سر
چراغِ بولہب را کشتہ صرصر

بعدہٗ شعر پنجم میں امیر خسرو نے عنکبوت کے مضمون تار و پود کو جس آب و تاب کے ساتھ اہل نظر کے پردۂ چشم کے لئے عینک نور بنا دیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے

آپ فرماتے ہیں کہ حضور بے کس نواز اپنی رحمتِ عامّہ سے جس وقت غارِ حرا میں ایک اذلِ حشرات عنکبوت کے فرقِ افتخار پر سایہ گستر ہوئے حضرت سلیمان سے بدرجہا افضل و اعلیٰ طور پر آپ کے کرم عمیم نے اس ادنیٰ حیوان مگس گیر کو عنقا شکار ہونے کی عزت سے سرفراز بناکر اس درجہ کے مرتبۂ مسیحائی پر پہنچا دیا کہ خود حضورِ اقدس اور آپ کے یارِ غار ابوبکر صدیق نے جو دراصل رضائے الٰہی کے میدان کے شہید اور تسلیم کے قربان گاہ کے قربان تھے اُسی عنکبوت کی حکمت مسیحائی کی وجہ سے جو حقیقتاً اسرارِ حکمِ بالغۂ آلہیہ کا پردہ تھا ازسرِ نو حیاتِ تازہ پاکر زندۂ جاوید ہونے کا خلعتِ فاخرہ حاصل کیا اور یہ مضمون آیندہ اور بعض مضامین کی طرح خصوصیت کے ساتھ جدّتِ خسروی کے اعجازِ سخن کا ایک پاکیزہ نتیجہ ہے مگر بعض وجوہ پر نظر کرتے ہوئے ممکن ہے کہ دو قربان سے مراد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت عبدالمطلب ہوں جو بغرض قربانی پیش کئے گئے تھے اور جن کی نسبت بروایت صحیحہ حضورِ اقدس کا ارشاد ہے (انا ابن الذبیحین) ایسی حالت میں ازو کا مرجع خود ذاتِ اقدس کو قرار دیا جائے گا کہ آپ ہی کی برکت عامّہ و رحمت خاصہ سے آپ کی اجداد میں سے حضرات مذکور الصدر کو حیات جاودانی کا شرف حاصل ہوا اور گویا دوبارہ زندگی پائی۔ شعر ہفتم۔ نجیب کون الخ جس کے الفاظ مختلف نسخہائے حیدرآباد و حبیب و جہاں گیری میں صور مختلفہ و اشکال متنوعہ کے ساتھ جلوہ آرا ہیں اور اُن کو اصل کتاب میں بصراحت ظاہر کر دیا گیا ہے دراصل معنی خیز نہیں معلوم ہوتے

اور کاتبوں کی تحریف و تصحیف سے غالباً شعر کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ مگر تاہم بدقت تمام جس نسخہ کو اس جگہ اختیار کیا گیا ہے وہ من وجہ کچھ معنی رکھتا ہے کہ حضورِ اقدس حدیث صحیح کے موافق تمام عالم میں شریف و نجیب اور برگزیدۂ موجوداتِ جہاں ہیں اور جمیع دیار و امصار اور وادی و کہسار میں حضرت خضر آپ کے دین پاک کے ثنا گو اور نغمہ سرا اور خود آپ کے دونوں فرزند حسنین علیہما السلام جو محض بغرض اشاعت اسلام خالصاً لوجہ اللہ میدان رضا و تسلیم میں شربت شہادت سے سیراب ہو کر شہرت مذہب حقہ کے باعث ہوئے یا حضرت جابر بن عبداللہ کے وہ دونوں کشتہ فرزند جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ضعیفہ مشہورہ اپنے لب جاں بخش کی ادنیٰ جنبش سے زندہ فرمایا تھا اسی دین حنیفی کے حدی خواں اور زمزمہ سنج ہیں۔ اس نسخہ کی صحت پر امیر خسرو کی روش کے موافق لفظ نجیب کا دقیق ایہام جس کے معنی لغت عرب میں ناقۂ شریفۃ النسب کے ہیں بمقابل حدی خوانی قوی استدلال ہے اور ثانی کا لفظ اگرچہ عرف عام میں ثنا گو و نغمہ سرا کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن اگر اس کو ثنا مثناۃ مصادر سے جن کے معنی ستائش و نغمہ کے ہیں، مشتق سمجھا جائے تو لغتاً کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور ایک دوسرا ایہام پیدا ہو جاتا ہے (فافہم)۔

امیر خسرو کے شعر ہشتم کا مصرع آخر مولانا نظامی کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع کا پورا خاکہ ہے۔ مگر پہلے مصرع نے کچھ لطف بڑھا دیا ہے۔ آخر اشعار میں

بے سائیگی کے مضمون کو اگرچہ پسندیدہ طور پر بیان کیا ہی لیکن اس بارہ میں زیادہ تر قابل قدر ظہوری ترشیزی کی موشگافی ہی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہی۔

ظہوری

سبک پی چناں در طلب قطرہ ریخت | کہ سایہ ز فرط گرانی گریخت
چو بر توسن وحدتش ہے زدند | ز ہمراہیش سایہ را پے زدند
کجا دید کس سایۂ آفتاب | کجا درد ظلمت کجا نور تاب
ازاں شمع قدش نینداخت ظل | کہ خورشید تاباں نگردد خجل
از و گر شدے سایہ تشریف یاب | شدے ابرہ او آستر آفتاب
بکوشش شد از سایۂ خود جدا | جدائی چنیں باید از ما سوا

ظہوری کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد اس امر پر غور کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہی کہ ظہوری نے آخر شعر میں اپنے کمال قدرت سخن طرازی سے اگرچہ مضمون اتحاد ذاتی کو جس خوبی سے ہمیشگی کے اوج کمال پر پہونچا دیا ہی وہ اہل نظر پر ظاہر ہی۔ مگر امیر خسرو کا شعر آخر جس کی واقعی خوبی کو آیندہ شعر کے ساتھ بیان کیا جائے گا گویا آسمان توحید و اوج وحدت کا ایسا آفتاب نصف النہار ہی کہ جس نے بہت سے چمکتے ہوئے نجوم کو ذرّوں سے زیادہ بیتاب بنا دیا ہی اور اس سے امیر خسرو کے علم کلام کی قابلیت ظاہر ہوتی ہی۔

مولانا جامی نے اس موقع پر لفظ محمدؐ کے حروف مفردہ کے اسرار و نکات

جو بیان کئے ہیں وہ بجائے خود نہایت پسندیدہ ہیں۔ مگر امیر خسرو نے دوسرے موقع پر جو ایک شعر لکھا ہے اُس کو ہم اس کے مقابل اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں بھی آپ کی جدّت طرازی قابل تعریف ہے ؎

نہ فلک از نامِ محمد مقیم　　　　ہر دو جہاں در حدِ نامش دو میم

امیر خسرو

(اثبات فنا فی الذات) در احمد از احد کامل جمالی ست　　　　چو احمد بے احد شد صفر خالی ست — علم کلام و الٰہی تفسیر

(اثبات تجلی ذات) بنام احمد اندر سجدہ نہ بام　　　　مگر حم سجدہ ہست اندراں نام ＝ اشتقاق

(مداحی ملائکہ) ملائک خواندہ تسبیح آسمانش　　　　دخان و نور روشن از زبانش ＝ ایہام لطیف

تجلیات صفاتیہ نوشتہ از دخاں پر نور منشور　　　　دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور ＝ تلمیح

مظاہر تجلیات خاصہ گرامی ناخنش در ہر بنانے　　　　کہ از نون و القلم نہد نشانے ＝ تلمیح

زور ید اللّٰہی بنانش خرمنِ مہ کردہ جو جو　　　　ز میم معجزش نیمہ مہِ نو ＝ اشتقاق

تلمیحات ز حکمت نامۂ اوحیٰ کلامش　　　　باعلیٰ پایۂ اودنیٰ مقامش ＝ تقابل لطیف

ہمارے پہلے دعوے کے موافق امیر خسرو نے اس جگہ بلاغت کی خصوصیت کے ساتھ مضمون آفرینی کے اوج کمال پر اپنے آپ کو مہر عالم تاب بنا کر چمکا دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُس آئینۂ مظہر اتم ذات نے اپنے تعین صوری کو جو برائے نام پردۂ حقیقت تھا، بحرِ وحدت میں مستغرق ہو کر ایسا یگانہ بنایا اور نشان دوئی اس درجہ مٹایا کہ خود اپنی ہستیِ ذاتی کے شمار کی بھی گنجائش نہ رہی اور اس پر بیان قطعی

یہ ہے کہ اگر احد کو احمدؐ سے جدا کر لیا جائے تو صرف نقطۂ سرِ میم کے سوا جو حقیقتاً ایک خالی صفر اور نفی کی علامت ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور بحالت موجودہ ترکیب صوری بھی احمدؐ سراپا تجلّی عین احد ہے جس کا فرضی پردہ مردم صورت کے دیدۂ ظاہر بیں کے لئے وہی نقطۂ میم کے سوا جو خالی صفر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں ہے۔ وللہ درّہٗ قائلاً۔

علم معنی و بیان و فن صنائع و بدائع کی تکمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے متکلمانہ حیثیت سے کسی مسئلہ اہم تصوف کو سلسلۂ سخن میں اس طرح ثابت کر دینا کہ ہر صحیح الفکر شخص اس کو تسلیم کرے اور طرزِ ادا بھی لاجواب ہو، امیر خسرو کے خصوصیاتِ خاصہ سے ہے۔ احد اور احمدؐ کے اس اتصال حقیقی کے پیچیدہ معمے کے عقدۂ لاینحل کو جس قدر موشگافوں نے اپنے ناخن فکر سے باوقاتِ مختلفہ حل کیا ہے اس سے بہتر کوئی مثال بہم نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر چند منتخب مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا نظامی

تختۂ اوّل کہ الف نقش بست ۔۔۔ بر درِ محجوبۂ احمدؐ نشست

حلقۂ حا را کالف اقلیم داد ۔۔۔ طول زدال و کمر از میم داد

لاجرم او یافت ازاں میم و دال ۔۔۔ دائرۂ دولت و خطِ کمال

زلالی

زہے ہست آنکہ احمدؐ را کمر بست فگندہ درمیانِ او احد دست

کہ سوئے خلوتِ خاصش کشانند بہ معشوقی براو رنگش نشانند

اس کے بعد کے شعر میں علم کلام کا دوسرا پہلو اختیار کیا ہے کہ دلیل قطعی کے ساتھ جب احمدؐ کا پردۂ احد ہونا ثابت ہوگیا تو یہی وجہ ہے کہ نہ افلاک اور تمام عالم احمدؐ کے نام پر سجدہ کر رہے ہیں اور اُس کا ثبوت وہی حکم سجدۂ آدم علیہ السلام جس کی وقتی حکمت عظمت نور (اول ما خلق اللہ نوری) تھی یا شب اسریٰ امامت و حصول قرب احدیت ہے اور وہ کیوں کر سجدۂ تعظیم نہ کریں۔ آپ کے اسم شریف (احمدؐ) میں حکمت ازلی حکیم احد مطلق کے موافق سورۂ حٰم سجدہ کے انوار اسرار (حا و میم) کے اتصال سے جلوہ آرا ہیں اور وہ ایک خاص سورۂ قرآنی ہے جس میں آیۂ سجدۂ واجب موجود ہے جس کا تفصیلی ذکر اصل کتاب کے تحت میں کیا گیا ہے۔ اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ایسے دقیق مسئلہ اتحاد ذاتی کو کس خوبی سے ثابت کیا ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم و چہارم میں آپ کو ملائکہ کی زبان سے شمع آسمانی قرار دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے شمعِ افلاک حسن و جمال الٰہی ہیں کہ اُس شمع کی زبان اپنے رخ انور و گیسوئے منور کی تجلیات صفاتیہ سے سورۂ دخان و سورۂ نور کے انوار ظاہر کر رہی ہے اور حضور اقدس کے زلف مشکیں کا نور جو سراسر سورۂ دخان کا ظہور ہے، آپ کے روئے روشن کی سورۂ نور

پر متجلّی ہو کر گویا نورٌ علیٰ نور کا مظہر اتم بن گیا ہے

پانچویں اور چھٹے شعر میں ایک اور عجیب و غریب بلیغ استعارہ اور دقیق ایہام سے شاہد نظم کے عارضِ تاباں پر اور چار چاند لگا دیئے ہیں کہ آپ کے انگشت مبارک کے ناخن کا ایسا کون سا بدر یا ہلال ہے کہ جس سے سورۂ ن والقلم کی درخشاں تفسیر کے عالمتاب انوار چمکتے نظر نہیں آتے گو دیدہ ہائے مردم خیرہ ہوں کیونکہ اگر پشت ناخن کے ضیائے بدر کو اظہار تجلی جمال (ن) میں ید بیضائے کمال حاصل ہے تو آپ کا تراشۂ ناخن جو اوج حقیقت کا ہلال ہے والقلم کے جلوۂ جہان آرا کا مشرقستان جلال بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ قلم کے ایہام پر لطف نے جس کے خود معنی تراشہ قلم کے ہیں اور خرمن مہ اور جو جو کے دوسری صورت کے پاکیزہ ایہام اور تناسب کے دل فریب انداز نے کلام کی حسنِ بلاغت کو چہار چند کر دیا ہے۔

اب ہم اس جگہ مولانا نظامی کے اور چند اشعار اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دعوےٰ تفضیل خسروی کی تائید ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ کلیتاً مولانا نظامی کا نعتیہ کلام پایۂ فصاحت و بلاغت یا مرتبہ شاعری سے گرا ہوا ہے بلکہ ہر شعر کی فصاحت اور بیان کی سلاست پسندیدہ ایہامات کی لطافت مضامین کی آمد قابل تعریف ہے۔ صرف مضمون آفرینی کی جدّت اور معانی کی شوخی اور بلاغت کے اختراعات کے اعتبار سے امیر خسرو کی نظم کو اس موقع پر ضرور

فوق ہے۔

نظامی

بمعنی کیمیائے خاکِ آدم | بصورت توتیائے چشمِ عالم
ایاز خاص واز خاصاں گزیدہ | ز مسعودی بمحمودی رسیدہ
سریر عرش را نعلین او تاج | امینِ وحی و صاحب سرّ معراج
برنج ور احتش در کوہ و غارے | حرم غارے و محرم سوسمارے
گہے دنداں بدستِ سنگ دادہ | گہے لب بر سرِ سنگے نہادہ
لب و دندانش زاں رسنگ زد چنگ | کہ دارد لعل و گوہر جائے در سنگ

وصف معراج شہسوار میدان دنیٰ فتدلّٰی

امیر خسرو	مولانا نظامی
شبے تنگ آمدہ زیں حجرۂ تنگ	شبے رخ تافتہ زیں دیر فانی
زپستی سوئے بالا کردہ آہنگ	بخلوت در سرائے اُمّ ہانی
رسیدہ پیک حضرت از رہِ دور	رسیدہ جبرئیل از بیت معمور
براقے غیب سنج آوردہ از نور	براقے برق سیر آوردہ از نور
ہمائے جلوہ در رنہ باغ کردہ	ز رنگ آمیزی ریحانِ ایں باغ
بہ نرگس سرمہ مازاغ کردہ	نہادہ چشم خود را مہر مازاغ

(حاشیہ: تشبیب نفیس ہے — درایات لطیف — تشبیہ بے نظیر)

[illegible]

نہ اختر لیک نے اختر پاک جاں تر — نہ ابر از ابر نیساں در فشاں تر
نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر — نہ باد از بادِ بستاں خوش عناں تر

[illegible]

دوالِ چابکاں ناسودہ ورزش — نگاریں صورتے چوں صورتِ باغ
صفیرِ ائتصاں نشنودہ گوشش — سرش یکہ از لجام و رانش از داغ

[illegible]

زمیں تا آسمانش نیم گامے — براں پرندگی طاؤس اخضر
زگامش سیرِ گردوں نیم دامے — فگندہ از سرِ عقش ہم بال و ہم پر

موجودہ اشعار جس ترتیب سے مقابلتاً سلسلہ وار مذکور ہیں اُن پر نظر کرنے سے باہمی فرق ظاہر ہو سکتا ہے کہ خسرو کے کلام میں جدّت و اختراع اور نظامی کے اشعار میں سلاست و فصاحت کس درجہ پائے جاتے ہیں۔ دوسرا شعر نظامی کا نہایت صاف اور شستہ الفاظ کے ساتھ ایک بولتی ہوئی زبان کی تصویر ہے۔ اگرچہ خسرو نے نقش ثانی کی رنگینی میں بہت کوشش کی ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم خسرو بظاہر جدّت اسلوب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر اُس کو براق کی مدح قرار دی جائے تو ایک تازہ خیال ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کے آنکھوں پر محویت جمال انور کی وجہ سے مازاغ کی مہر فرض کی جائے تاکہ آدابِ نعت نبوی کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بالجملہ فضائے معراج میں طائرِ فکرِ نظامی کی بلند پروازی قابلِ تسلیم ہے گو امیر خسرو پہلو بہ پہلو رہنے کی کوشش میں ہر دم بال افشاں ہیں لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کی ہر شعر میں استعارہ کا پہلو جداگانہ تشبیہ کی جدّت

نرالی۔ بندش کی چستی بے مثل۔ مثلاً کہنا یہ تھا کہ براق ایسا اسپ تیز رفتار تھا کہ کسی سوار نے اس پر سواری نہ کی تھی اس کو جس ترکیب سے بیان کیا ہے اس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ الفاظ کی خسروانہ شان و شکوہ جملوں کا شاہانہ جاہ و جلال دلوں کے ہلا دینے میں جذب مقناطیسی کا اثر رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

دوال چابکاں نا سودہ دوشش　　صفیر رائضاں نشنودہ گوشش

مولانا نظامی کا جو شعر اس کے مقابل ہے وہ اپنے حسن سلاست کے ساتھ اس قدر پرزور نہیں ہے۔ براق کی تیز روی و سرعت پر متقدمین نے اگرچہ مختلف طور پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور بالخصوص مولانا نظامی و امیر خسرو نے اکثر مقامات پر اس کے متعلق موشگافی کو درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا ہے۔ لیکن متاخرین میں مرزا غالب نے براق کی صفت کو جس خوبی و نازک خیالی کے ساتھ بلاغت و فصاحت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے عروج کمال پر پہنچایا ہے وہ بے عدیل و بے نظیر ہے۔ اگرچہ امیر خسرو نے مثنوی دولرانی و خضرخاں میں اس کا خاکہ قائم کردیا ہے۔

غالب

براقے ز مقراض لا تیز تر　　جمالے ز الّا دلاویز تر

لیکن مولانا نظامی نے اس موقع پر بھی جس قدر مضمون آفرینی کی ہے وہ نقش اول ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔

امیر خسرو

نخست از بیتِ اقصیٰ در گشوده
باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده
چو در محرابِ اقصیٰ ریخته نور
جنیبت رانده سوئے بیتِ معمور
لبش کرده بچندیں رشتهٔ دُر
گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر
ز شادی زهره بربط گیر گشته
عطارد چشمِ بد را تیر گشته
چو دیده پرتوِ آں نورِ جاوید
بخواهش بر زمیں غلطید خورشید
سیاست در کفِ بهرام داده
سعادت مشتری را وام داده
براقش چوں به کیواں در رسیده
ز نعلش گوش چوں هندو بریده
ثوابت راه او از دیده روباں
دو دیده در رکابش پائے کوباں

مولانا نظامی

چو مرغے از مدینه بر پریده
باقصی الغایت اقصیٰ رسیده
بروں رفته ز نه هم تیز هوشاں
ز خرگاهِ کبود و سبز پوشاں
فلک را قلب در عقرب دریده
اسد را دست بر جبهت رسیده
ازیں گردابه چوں بادِ بهشتی
به ساحل گاهِ قطب آورده کشتی
ز رفعت تاج داده مشتری را
ربوده ز آفتاب انگشتری را
چو یوسف شربتے از دلو خورده
چو یونس وقفهٔ در حوت کرده
ثریا در رکابش مانده مدهوش
بسرهنگی حمائل بسته بر دوش
چو بنوشت آسماں را فرش بر فرش
باستقبالش آمد تارکِ عرش

سلاست بیان، طلاقت لسان، حسن معانی، روانی و درفشانی وغیرہ نظم کی تمام خوبیاں ادھر کلام خسرو میں موجود ہیں۔ اُدھر نظامی کی نظم کی بلندی۔ الفاظ و معانی کے باہم روابط۔ بندش کی بیساختگی۔ مضامین نو کی آمد، فصاحت کی صباحت اہل نظر کو آئینۂ حیرت بنا رہے ہیں۔ نظامی نے بعض ثوابت و سیاروں کے ساتھ اکثر بروج کا ذکر جس طرح پسندیدہ طور پر کیا تھا خسرو نے اپنی خدا داد جدت اور فطری ذہانت سے اُس کے مقابل ترتیب کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کل سبعہ سیارے کے پُر لطف نظارہ کو ایسی خوبی سے دکھایا ہے کہ ارباب نظر حیران ہو جاتے ہیں اُس پر اکثر اشعار میں ایسے استعاراتِ عجیبہ و ایہاماتِ غریبہ ہیں کہ جن کے تجلیات کے پرتو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں تلملا جاتی ہیں آیندہ منازل افلاک کے طے کرنے کے بعد سیر عرش کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کو نظامی نے نہایت فصاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

نظامی

چو بنوشت آسمان را فرش بر فرش   باستقبالش آمد تارکِ عرش

مگر اس کے مقابل خسرو کی جدت طبع قابل دید ہے۔

خسرو

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال   ازو در ساقِ عرش افگندہ خلخال

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ) بلاغت کی وہ آب و تاب ہے کہ برگِ گل

اور پردۂ چشمِ ماہ میں چھپی ہوئی۔ عروسِ فکر کی جدّت ہے کہ مریم کی طرح وصفِ بکارت کے ساتھ مسیحا نفس معانی کی حامل۔ خلخال اور ساق کے بے عدیل استعارہ نے حضورِ اقدس کی نعلین مبارک کے عزّ و جاہ کے بیان میں خسرو کے اس شعر کو فرقِ عرشِ سخن کا گویا درّۃ التاج بنا دیا ہے۔

مقامِ سیر میں جس طرح حضورِ اقدس ترقّی کر رہے ہیں اسی نسبت سے آپ کے شیدائیوں اور دلدادوں کے ذہنِ رسا و بلند پرواز فکروں کو معانی کی اوج گرائی میں روز افزوں افزائش ہے (قابِ قوسین) پر آپ کا گزر ہے۔ واقعہ نویسی کے طور پر کہا جاتا ہے۔

نظامی

فرس بیروں جہاند از جملہ کونین   علم زد بر سریر قاب قوسین

فصاحت نے بڑھ کر قائل کا منھ چوم لیا۔ دوسرے صاحبِ دل اسی نغمۂ دلکش کو اپنی جوش انگیزے میں کچھ ایسے دھن سے الاپتے ہیں کہ بلاغت فصاحت کو ساتھ لئے ہوئے آپ کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔

خسرو

شدہ عین الیقین را قرۃ العین   گزشتہ ہمچو تیر از قاب قوسین

حضورِ جانِ نور کے مقامِ تقرب کے سیر کو سلسلۂ ترقی لحاظ رکھتے ہوئے قرۃ العین یقین ہونے اور تیر کی طرح قاب قوسین سے گزرنے کے ساتھ تعبیر کرنا ایسی

شیوا بیانی ہے کہ اُس کا لطف (در گفتن نمی آید) آئینہ حضور اقدس حبیب اکرم مکان لامکان کی بزم قرب میں مسند نشین ہیں اور ذات بحت کے دائرہ انوار نے اپنے آغوش شوق کے احاطہ سے آپ کو مرکز محیط بنا کر حجابِ دوئی اُٹھا دیا ہے نہ تعلقات امکانی کا کچھ اثر باقی ہے نہ لوازم انسانی کا کوئی نشان۔ خوش گفت آں کہ گفت۔

نظامی

جہت را جہد جہت شکستند — مکاں را نیز برقع باز بستند
قدم بر قبہ زروئے خویش برداشت — حجابِ کائنات از پیش برداشت
کلام سرمدی بے نقل بشنید — خداوندِ جہاں را بے جہت دید
بہر عضوے تنش رقصے برآورد — زہر موئے دلش چشمے برآورد

بے جہتی کے مضمون کو پہلے مصرع میں جس بلاغت سے بیان کیا ہے وہ آخر شعر کے حسن ادا کے ساتھ لاجواب ہے اور اس کا مقابلہ خسرو کے سوا دوسروں سے دشوار ہے

خسرو

زراہش گرد وہم از پیش و پس خاست — جنیبت جہت کردہ از چپ و راست
گزشتہ از حدِ بالا و زیری — بملکِ لامکاں کردہ دلیری
گریبانِ جہت را پارہ کردہ — جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

بیان میں سادگی ہے مگر طرز تقریر کا پہلو جداگانہ اور جدت کا رنگ ظاہر ہے

جہات ستہ پیش وپس چپ و راست بالا و زیر کی تشریح پردۂ اجمال میں اس خوبی سے بیان کر دی ہے کہ اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ جنبیت قصد بنوی کا میدان چپ و راست سے جست کرنا اور گریبان جہت کی دریدگی کے ساتھ عالمِ بے جہت کا نظارہ امیر خسرو کے حسنِ نظم کے جلوے ہیں۔ حضور اقدس انعاماتِ الٰہیہ سے مالا مال ہو کر گدا نوازی مدنظر رکھتے ہوئے جہان صورت میں واپس تشریف لاتے ہیں اور معراج کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود	شدہ نفس از سلامِ غیب شادش
دلش در چشم وچشم اندر دلش بود	حدیث از نفس کردہ خیر بادش
چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص	چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک
بیامد باز پس با گنجِ اخلاص	بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک
گلے شد سرو قدے بود کامد	بہ یاراں کرد رجعت مژدہ در مشت
ہلالے رفت و بدرے بود کامد	ز سیفورِ عنایت شقہ بر پشت
خلائق را برائے شادی آورد	براتِ رحمت از غیب انس وجاں را
ز دوزخ نامۂ آزادی آورد	خطِ آزادیِ آتش جہاں را

مولانا نظامی کی اوجِ نظم پر بلند پروازی ایسی نہیں ہے کہ ہر شاعر کا طائرِ فکر آپ کا ساتھ دے سکے۔ یہ امیر خسرو ہی کی خصوصیات سے ہے کہ وہ ہر موقع پر قدم

بہ قدم رہنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نظامی کا پہلا اور تیسرا شعر بلاغت اور فصاحت کے اعتبار سے ایسا نہ تھا کہ اس کا جواب ہوسکے لیکن امیر خسرو نے پہلی شعر میں بلاغت کے ساتھ نفس مضمون کو نہایت خوبی سے بیان کیا اور آیندہ اشعار میں حضور اقدس کی ذرہ نوازی اور (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) کی تلمیح کو کامل تشریح سے ثابت کردیا۔ ہر شعر کا جداگانہ مقابلہ کرنے سے امیر خسرو کا کمال سخن ظاہر ہوتا ہے۔

مدح شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کا بازوئے راست اسرار قضا کا محرم، مقام (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل) کی ولایت تامہ کا والی، میراثِ نبوی کا کامل نصاب، آپ کی کرامات کا معجزات کے ساتھ توام، مقام طیر میں حضرت جعفر طیار کی نظیر، سر (ید اللہ فوق ایدیہم) کا مظہر، حجرہ مبارک کا آشیانۂ مرغان فردوس، جبریل و ملائکہ کا صحن خانہ انور میں ہر دم ہجوم مسیح خرد کا مورد قرار دینا ایسے تمام صفات کا ذکر۔ آپ کی محویت تامہ وفنائیتِ کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں۔ باایں ہمہ جدّت اسلوب و ابداع و اختراع استعارات و ایہامات و ایجاد و التزام تشبیہات

وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کئے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بیان کرنا ہے کہ شیخ المشائخ مؤید اسلام ہیں اور آپ کا مرتبہ آسمان سے زیادہ رفیع ہے۔ آپ سعادت ابدی کے سرمایہ دار اور اسرار ید اللہی کے واقف کار ہیں اور ایسے مضامین کو اور شعرائے بھی لکھا ہے مگر آپ کا طرز ادا قابل لحاظ ہے۔

امیر خسرو

نظام الحق نبی را بازوی راست — کہ چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست
ہمش سہم سعادت شست در شست — ہمش سر ید اللہ چوں کف دست

دعوی تائید اسلام کو اول اس شان و شکوہ خسروانہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ بازوی راست نبی ہیں۔ پھر ثانیاً متکلمانہ طور پر اُس پر وہ استدلال ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے (کہ چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست) اُسی معمولی مضمون کو ایسی دقیق پیرایہ بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ اُس کا فیصلہ ارباب معانی ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اظہار رفعت کے محل پر فلک رفیع کو شیخ المشائخ کا عطف مصلا قرار دینا کس درجہ مرتبہ ارفع جاہ و جلال کا علو اعلیٰ ہے اور سہم سعادت کے شست در شست ہونے کے ساتھ سر ید اللہ کا کف دست کی طرح پیش نظر بنا نا وقت ایہام و بلاغت کلام کے علاوہ کس مرتبہ کی نازک خیالی

اور جدت طرازی ہے۔ سہم، شست، یدکف، دست کا تناسب اور ایہام لفظاً و معناً اس پر چسپت بندش الفاظ کا طرہ فصاحت و بلاغت نظم کے لئے گویا گوہر گوش ہے۔ پھر دوبارہ شیخ المشائخ کی رفعت و بزرگی کو اسی آسمان کے مقابل اعلیٰ بیان کرتا ہے۔ نہایت بے ساختگی سے فرماتے ہیں۔

خسرو

اگرچہ سر بزرگی درمیان است　　یکے دور از کلاہش آسمان است

استعارہ کا پہلو جداگانہ ہے اور تشبیہ کی جدت لطیف۔ وہاں آسمان عطف معلیٰ تھا اور یہاں کلاہ معلیٰ کا ایک دور اس پر سر بزرگی کا کلاہ و فلک کے مقابل درمیان ہونا بلاغت خداداد کے ساتھ کس درجہ کی فطری فصاحت ہے۔ شیخ مسواک کر رہے ہیں اور دندان انور کی ضیائے مہتاب گویا امیر خسرو کے پیش نظر ہے کس سرمستی سے کہتے ہیں۔

خسرو

بیاید چو وے از دندانش پاک　　ثریا را بداده سدره مسواک

دوسرے مصرع کے استعارہ کی لطافت اور تخیل کی جدت قابل لحاظ ہے کہ ایک پس پا افتادہ مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

امیر خسرو کی نسبت یہ دعویٰ کہ انھوں نے بے شمار تشبیہیں، بے حد استعارے، سیکڑوں نئے نئے خیال، ہزاروں جداگانہ بندشوں کو ایجاد کیا، غزل کی

شاعری کے سوا اُن کی مثنویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

شیریں کی ہوش ربا تصویر اور میدان صید افگنی میں اُس کا دل کش نظارہ

امیر خسرو

کلہ داری ست چوں شاہاں سرافراز — نہ بر رسم عروساں مقنع انداز
بشکل آہو بدل شیرِ دلیرست — نگیرند آہوئش زیرا کہ شیرست
بناوک موی را صد شاخ کردہ — بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ
بتاریکی زند از تیرِ قتّال — مگس را با سلیق از پشہ قیفال
برش کز لطف چوں دُرِّ یتیم ست — درونش آہن و بیرونش سیم ست
کشیدہ چوں بچوگاں آرزو پیش — شکستہ دیدہ گردوں ز گویش
چو گویش خاک بوسی ساز دارد — بچوگانش از تواضع باز دارد
جمالش خود صفت کردن نہ زہ است — کہ ایں صورت بدیں معنی گواہ ست
ز آہن کردہ گنج خویش مسمار — کلیدِ کس نیاید بر درش بار

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست　　چہ زیبا باشد ایں خاتم بران دست

ہر شعر کے تناسب الفاظ و مراعات معانی و التزام لزوم مالا یلزم آپ کی ایک مستقل روش شاعری کے لئے فی نفسہ شاہد ہیں۔

جب وہ چوگان بازی کا ارادہ کرتی ہے اُس کی گوئے گردوں شکوہ دیدۂ گردوں کو کور بناتی ہے اور جب اُس کی گیند زمین پر گرنے کا خیال دل میں لاتی ہے وہ بذریعہ چوگان اُس کو تواضع اور خاک بوسی سے بچاتی ہے۔ سبحان اللہ بظاہر اس میں غلو و اوج کے مبالغہ کے سوا چشم ظاہر بیں ہیں اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ لیکن حقیقتاً اگر دیدۂ غور سے دیکھئے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ اُسس کو فن چوگان بازی میں یہ مہارت حاصل ہے کہ کھیل کے وقت ہمیشہ اُس کی گیند آسماں کی طرح ہر دم چکر لگاتی رہتی ہے اور زمین تک نہیں آ پاتی۔

آیندہ اور صفات کے بعد اُس کی عصمت اور عفت کا ذکر خاص طور پر بیان کیا ہے کہ با ایں ہمہ عشرت پرستی اُس نے لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے دروازہ کو بیداری و مستی ہر حالت میں بند کر رکھا ہے اور اُس نے اپنے گنج عفت کو لوہے سے اس طرح مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ کسی کے کلید آرزو کو اُس کے قفل در تک رسائی نہیں اور کوئی اُس کے سامنے شوی و جفت کا ذکر نہیں کر سکتا۔

آخر کا شعر خاص طور پر فن سخن گوئی کے کمال کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر سلیمان کو بلقیس پر قبضہ ہو جاتے تو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی کیونکہ

یہ خاتم دست سلیمان ہی کے لئے زیبا ہے۔ فصاحت کے ساتھ تناسب و تقابل و مراعات النظیر تمام خوبیاں موجود ہیں۔

اب ہم چند اشعار اس مضمون کے متعلق مولانا نظامی کے پیش کرکے اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے ملک سخن کے زبردست حکمران اہل زبان کے مقابل جو ہر میدان کا قصب السبق رہا شہسوار ہے۔ قلم اٹھا کر سرخروئی حاصل کرنا امیر خسرو کا کام تھا ورنہ بڑے بڑے نامآور شعرا ایسے میدان میں افتاں و خیزاں سراسیمہ نظر آتے ہیں

نظامی

(صفت شاپور)

قلم زن چابکے صورتگرے چست ۔۔۔ کہ بے کلک از خیالش نقش می بست
چناں در لطف بود ش آب دستے ۔۔۔ کہ بر آب از لطافت نقش بستے

(خلاصہ سراپائے شیریں)

شب افروزی چو مہتاب جوانی ۔۔۔ سیہ چشمے چو آب زندگانی
کشیدہ قامتے چوں نخل سیمیں ۔۔۔ دو زنگی بر سر نخلش رطب چیں
تو گوئی بینیش تیغ ست از سیم ۔۔۔ کہ کرد آں تیغ سیبے را بدو نیم
صبا از زلف در رویش چلیپا بوس ست ۔۔۔ گہے قاقم گہے قندز فروش ست
مو کل کردہ بر ہر غمزہ غنجے ۔۔۔ زنخ چوں سیب غبغب چوں ترنجے
ز لعلش بوسہ را پاسخ نہ خیزد ۔۔۔ کہ قفل ار برکشاید در بریزد

بچشم آہواں آں چشمۂ نوش
دہد شیر افگناں را خواب خرگوش

نہادہ گردن آہو گردنش را
بآب چشم شستہ دامنش را

مولانا نظامی نے ایسے اور چند سراپا کا مرقع اپنے اسی مثنوی میں کھینچا ہے جس کا نمونہ پیش کیا گیا۔ قابل غور یہ امر ہے کہ امیر خسرو نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے کس قدر جدید اور پاکیزہ پہلو پسند کیا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنی روش کو بدل کر رفعت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ہوبہو کا مقابلہ سخت دشوار ہوتا۔

رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہم دگر

دوسرے شعر میں شیریں کے تکرار نے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ تیسرے شعر میں تشبیہ کی جدت اور استعارہ کا لطف شاعر کا کمال ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر نازک خیال شخص تھا۔ چوتھے شعر میں ایسا ایک دقیق ابہام ہے کہ ہر شخص اس کا لطف نہیں اٹھا سکتا کیونکہ ماہ در خرمن کے معنی چاند کے ہالہ میں آجانے کے ہیں جو قمر کی خاص حالت ہے جس کو ہر شخص نہیں غور کر سکتا۔ ادھر شیریں غمزہ و تیر سے آہو کو شکار کر رہی ہے۔ ادھر پرویز صحرا نوردی کرتا ہوا اور اس کے شوق میں بے خبر و مدہوش آوارہ گردی میں مبتلا اس کے مقابل آجاتا ہے۔ اس نظارہ کو دیکھئے کیسی بے مثل تصویر ہے۔ برابر چشم بر چشم ایستادند۔ نظر در دیدہ رو بر رو نہادند۔ ایک ایک شعر پورے مرقع کا جلوہ گاہ ہے۔ پرویز ہر چند گوشۂ چشم سے نگراں ہے مگر

اُس کا دل شیریں کے توشہ خانۂ چشم کی مہمانداری سے سیر نہیں ہوتا وہ ہرچند چاہتا ہے کہ دل کو قائم رکھے۔ مگر حالت طوفان میں کوئی شخص کس طرح زمین پر جم سکتا ہے۔ تشبیہ کا پہلو ملاحظہ ہو۔ آخر چار و ناچار ضبط سے کام لے کر گھوڑے کو چلا دیتا ہے۔ مگر ؎

زحیرت در قفا می دید و می رفت

جا رہا ہے اور گردن کو موڑ موڑ کر بار بار پیچھے دیکھتا جاتا ہے۔ واقعہ نگاری اسی کو کہتے ہیں کہ اصل حالت کی تصویر آنکھوں میں کھنچ رہی ہے۔

خسرو پرویز چلدیا ہے اور اُس کی جوئندہ شیریں اُس کے فراق میں تباہ حال ہے اور وہ اُس کے پیچھے اس طرح رواں دواں ہے کہ گویا شاہین اپنے رمیدہ شکار کبوتر کا متلاشی ہو۔ ہر موقع پر تشبیہ کا نیا پہلو ہے مگر محل کے مناسب اور شاہد مقصود سے دست و گریباں۔ اس کے علاوہ آئندہ شعر ؎

سمن بر خیمہ زد زیر چنارے

جداگانہ لطف رکھتا ہے۔

شیریں کی طرف سے ایک کنیز سرو قد پیامبر بن کر قیام گاہ پرویز کی طرف جاتی ہے۔ یہاں کس خوبی کے ساتھ جماعت پرویز کو بیگانگانِ آشنا رو کہا ہے شاپور جواب میں صاف کہدیتا ہے کہ ہم ہر شخص کو اپنے پیام و سلام کے قابل نہیں جانتے اگر خود بانوے زمانہ تمھاری ملکہ ہم سے دریافت کرے تو ہم اپنے

رازِ نہاں کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ آخر شاپور بلایا جاتا ہے اور خسرو پرویز کے حالات کے سلسلہ میں کہتا ہے ؎

فرسِ گلگونِ آں سروِ بلند ست

اس مصرع کی ترکیب اور الفاظ کا تناسب کس درجہ دلچسپ اور فصیح طرز پر ہے

شیریں چوں کہ مدت سے پرویز کے حالات سُنکر اُس کی مشتاق اور دل دادہ ہو رہی تھی اور اپنے آپ کو اُسی کے مناسب سمجھتی تھی اس لیے اُس کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو جاتی ہے۔ اس سادہ مضمون کو کس درجہ بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا ؎

نثارِ شاہ را رہ رفتہ می داشت | کہ مروارید خود ناسفتہ می داشت

پرویز نے جس وقت شیریں کے حسن و جمال کو اس تازہ روئی سے دیکھا ؎

شدش تازہ ز سر دیوانہ خوے

دوبارہ از سرِ نو دیوانہ ہو گیا اور گھوڑے سے اُوتر کر شیریں کی پابوسی کرتا ہے اس کی تصویر ملاحظہ ہو ؎

چو سبزہ بوسہ زد بر پاے شمشاد

گویا ایک خاص منظر نظر آ گیا۔ مقابلہ کا میدان ہے اور برابر کا معرکہ ؎

دو عاشق روے در روے ستادہ | نظر بر کار ماندہ عقل بے کار

تحیر کا عالم ہے اور حیرت کا منظر۔ شیریں متعجبانہ نقشِ دیوار بن کر کہتی ہے ؎

کہ یارب ایں چہ دولت بود ما را   کہ ابرے چوں تو مہماں شد گیا را
مگس جلاب شیریں را بود قید   چہ شیر یم کہ عنقا کردہ ام صید

سبحان اللہ تشبیہات جدیدہ اور استعارات عدیدہ کا ایک سلسلہ لا انتہا ہے کہ ختم نہیں ہوتا۔ فصاحت کا دریا موجزن ہے۔ بلاغت کے در شاہوار گوہر گوش اہل ہوش ہیں۔ بالآخر خسرو پرویز اپنی ضرورت ظاہر کرکے شیریں سے رخصت سفر چاہتا ہے شیریں معشوقانہ ناز و انداز و شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ بہ تقاضائے عشق اظہار عجز کرتی ہے کہ ؎

اگر خورشید بر پایم زند بوس   ز پشت پائے خویشم آید افسوس
چو خود می بوسم اکنوں پشت پایت   تو پشت پا زنی شاید زرایت

خسرو بعدہٗ مجبور ہو کر اظہار عشق کرتا ہے کہ میں کسی طرح جانا نہیں چاہتا صرف تیرا امتحان و داد مقصود تھا۔ آیندہ خسرو پرویز شیریں کا مہمان ہے اور مہین بانو خود اُس کی میزبان ہے۔ بزم عشرت قائم ہے اور جام کا دور چل رہا ہے۔ ارباب نشاط نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔ عود و عنبر سلگ رہے ہیں اس مجمع عشرت و محفل شادمانی میں شیریں و پرویز کی صورت پہ نظر کیجیے ؎

چو ماہ چاردہ بنشستہ خسرو   پری وش در تواضع چوں مہ نو

مرحبا۔ تواضع میں بھی شان محبوبی نہیں گھٹتی۔ اس موقع پر شیریں کی خاص یہ حالت قابل دید ہے کہ شوق اُس کو بیتاب کر رہا ہے مگر ناز و کرشمہ جو حیا کے ساتھ

ہم پہلو ہیں اُس کے مانع - بہر حال ؎

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش ۔ فراقے درمیاں چوں کوہ آتش

اس مضمون میں امیر خسرو نے جس جگہ غروب آفتاب پر ایک سادہ مضمون نہایت شان و شکوہ سے لکھا ہے اُس کے مقابل ہم مولانا نظامی کا خیال ظاہر کرتے ہیں - جس کا مقابلہ سخت دشوار ہے ؎

چو مشکیں جعد شب را شانہ کردند ۔ چراغِ روز را پروانہ کردند

بزیرِ تختِ نردِ آبنوسی ۔ نہاں شد کعبتینِ سندروسی

خبر یافتن شیریں از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرہاد درآمیختن

شیریں خسرو کی عشق تازہ اور عقد جدید کی خبر سنکر آتشِ رشک سے بھڑک اُٹھتی ہے اور سوزِ فراق کے شعلے اُس کو جلا جلا کر تباہ حال بنا رہے ہیں - وہ شبانہ روز حیران و سرگردان ہے کہ ایسی مصیبت میں اُس کا گزر کوہِ بےستون پر ہوتا ہے فرہاد اُس کو دیکھکر والہ و دلدادہ ہو جاتا ہے - شیریں جوئے شیر کھودنے کی فرمائش کرتی ہے اور وہ اُس کو منظور کر لیتا ہے - بالآخر شیریں اُس کو اپنا مہمان بنا کرلے آتی ہے اس مختصر مضمون کا مرقع خامہ سحر کار نے ہر ایک جادو نگار شاعر نے کھینچکر اہل نظر کو حسن و عشق و سوز و گداز عشوہ و ناز و عجز نیاز کی بولتی ہوئی تصویروں کا دلدادہ بنا دیا ہے - مولانا نظامی جس جگہ کسی نغمہ کو اونچے سروں میں الاپتے ہیں امیر خسرو

اُس کو مدہم کرکے اور کسی موقع پر ایسے سر لگاتے ہیں کہ گنبد گردوں پر زہرہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا نظامی نے شیریں کی خستہ حالی کو جو اُس کی مناجات اور دعائے سحر کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے وہ قابل قبول ہے۔

امیر خسرو

خبر شد چوں بہ شیریںِ مشوش   که خسرو شد بہ شیریں دگر خوش
گر از جورِ فلک دل تنگ می بود   گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری زکس نے یاری از یار   ہم از دل دور ماندہ ہم ز دلدار
دلے وصد ہزار اندوہ بردل   ز بے سنگی غمے چوں کوہ بردل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار   ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
کشیدے ہر دم از دل دورباشے   فگندے چشمِ انجم را خراشے
شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے   بروزش کارِ خود دشوار بودے
جنیبت را بروں راندے زاندوہ   گہے در دشت بودے گاہ در کوہ

نظامی

چو شیریں کیمیائے صبح دریافت   ازاں سیمابکارے روئے برتافت
شبستاں را بروئے خویشتن رفت   بزاری با خدائے خویش می گفت
خداوندا شبم را روز گرداں   چو روزم در جہاں فیروز گرداں
شبے دارم سیاہ از صبح نومید   دریں شب رو سفیدم کن چو خورشید

ندارم طاقت و بیارم چندیں اغثنی یا غیاث المستغیثین
تو ئی یاری دہ فریاد ہر کس بفریاد من فریاد خواں رس

اس مناجات کے بعض اشعار ورد بنانے کے قابل ہیں اور آیندہ اس مناجات میں اکثر ایسے اشعار ہیں جن میں قسمیں اور واسطے دلا دلا کر نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگی ہی وہ خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہی۔ہم آیندہ امیر خسرو کے قسمیہ اشعار کے مقابل اُن کو پیش کرینگے۔اسی سلسلہ میں مولانا نظامی نے اس موقع پر فرہاد کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔

مردن فرہاد در عشق شیریں و حالت او

اس مضمون میں زندگی فرہاد کش کا سراپا نہایت دل کش طریقہ پر لکھکر ثابت کردیا ہی کہ نازک خیال شاعر کا قلم فی الحقیقت کسی رنگین نگار مصور کے خامہ مو سے نقاشی میں کم نہیں۔جس طرح صنعت کار مصور ہر قسم کی تصویر اور ہر منظر کا نقش صورت کھینچنے پر قدرت رکھتا ہی۔اسی طرح روشن دماغ شاعر شاہدان مہ جبیں و حسینان مہر طلعت کا مرقع تیار کرنے میں وہی دستگاہ رکھتے ہیں جو قدرت اُن کو کریہ منظر عفریت خصال و بدہیئت نازیبا اشکال اشخاص کی تصویر کھینچنے میں حاصل ہوتی ہی۔جس طرح اُن کا حسینہ منظر سرمۂ دیدۂ اہل نظر ہو سکتا ہی، اسی طرح اُن کی ہجو کا نظارہ بھی دقیقہ رس سخن چین ارباب کمال کی نگاہوں میں مردم دیدہ سمجھا جاتا ہی۔ہر نقش و نگار کا واقعی

کمال یہ ہے کہ وہ اصلی واقعہ کی صورت کا رہنما ہو علیٰ ہذا اس ظالم جفا کار کے سراپا کو دیکھکر بھی اُس کی قابل نفرین شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

وہ شیریں کے مرنے کی غلط خبر فرہاد کو سُناکر اپنی یاوہ گوئی سے اُس کو یقین دلا دیتا ہے کہ در اصل شیریں کا انتقال ہوگیا۔ امیر خسرو کی روایت کے موافق فرہاد پہاڑ سے سر ٹکرا کر شیریں کا نام لیتے ہوئے خودکشی کرتا ہے اور عشاق کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کی جفاری، بے مہری، بے وفائی غداری، ستم شعاری کو مختلف انتہائی بے مثال و دلائل و براہین متکلمانہ سے نہایت فصاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

مولانا نظامی نے بھی اس موقع پر فرہاد کش نامیمون سیہ کار کا حلیہ مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کو ہم بطور انتخاب لکھیں گے مگر امیر خسرو نے اپنی عادت قدیم کے موافق اس پہلو کو خالی پاکر پورا زور دے دیا ہے۔

امیر خسرو

ملک را بود زنگی پاسبانے — ترش رخسارہ و کج کج زبانے
چو دیوِ دوزخ از عفریت روئے — چو زاغِ کہنہ در بسیار گوئے
تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ — چو زاروغ ترش سلبت شدہ زنگ
شکم چوں دیگدانِ آتش اندود — دہن چوں وام دارِ دیر خوشنود
دہانش راکسے نادیدہ باہم — لبش باآشنائے نافراہم
خصومت پیشہ و ابلیس خوئے — عوانے مشت خواری جنگجوئے

چو دیدے دوری کس در میانه | زمرگ او خبر گفتے به خانه
بماتم ها بخندیدے طرب ناک | فگندے در عروسیها بسر خاک
اگر گردندے از چوبش فرو کوب | زبان چون اژه کردے در ره چوب
وگر سنگے زدندش خلق در جنگ | چو آهن تیز گشتے در ره سنگ
گنه در سبلتش بیضه نهاده | بموئے بینیش زنگ اوفتاده
سگے سگ چهره با خوئے پلنگان | خرے خر زهره نام او خرنگان
به پیشانیش داغے بر کشیده | چو خطے در خطاے در کشیده

نظامی

چو سگ در واورے باطل ستیزے | چو گربه زود خفت و دیر خیزے
یکے خروار نان خوردی و بے زور | هزار افسانه بشنیدے و دل کور
نکرده هیچ کارے پائے بر جائے | وگر کردے فرو افتادے از جائے
چو قصاب از غضب خونی نشانے | چو نفاط از بروت آتش فشانے

صفت پیرزن ندیمهٔ شیرین و کشتن او شکر ملکهٔ اصفهان را

زنگی جفا کار قاتل کوہ کن فرہاد ناشاد کے بعد یہ دوسرا خاکہ اُسی قسم کی ایک اور دلالہ ستمگار جفا کار پیرزن کی تصویر کا ہی جس کو شکر کے ہلاک کرنے میں گویا اُس زنگی کی مربیہ ماں ہونے کا شرف حاصل ہی وہ شیریں کے حکم کے موافق اصفہان

پہنچکر شکر کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور موبنہ بولی ماں بن کر کچھ عرصہ کے بعد زہر ہلاہل سے اُس ناکام کا کام تمام کر دیتی ہے۔ اس موقع پر اُس پیرزن کی حیّالی و عیاری اُس کی چالاکی و ہوشیاری اور زہر کے اثر کے وقت شکر کی گریہ و زاری، یاس و حرماں کی حالت اور آخر وقت اُس کی دردانگیز تقریر کی دلکش تصویر ایسی پُر لطف کھینچی گئی ہے کہ اہلِ نظر ایک خیالی نظارہ کو دیکھکر ایک حقیقت حال کا لطف اٹھا سکتے ہیں اُس پر ہر جگہ مناسب حال زمانہ کی شکایت اور حکیمانہ نصائح جدت اسلوب کے ساتھ بیان کر کے مرقع کو مختلف نقش و نگار سے آراستہ بناکر گویا ارژنگ چین بنا دیا ہے مگر مولانا نظامی نے اس روایت کو نظر انداز کیا ہے۔

امیر خسرو

چو شیریں برزد از قفلِ شکر بند — سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال — چو گردون در جہاں سوزی شدہ زال
نگوں پشتے ولیکن کرخرا ماں — مہے در سلخ و نامش ماہ ساماں
بدادہ در جوانی نیزہ را داد — بہ پیری نیز چوگاں باز استاد
لبش در درد سحر و درین نیرنگ — بروں سادہ لباس از درون رنگ
کشادہ گریۂ تزویر چوں مے — ہزاراں اہرمن حل کردہ در وے
فریب انگیزے از گیرائے گفت — کہ گردے پشہ و سیمرغ را جفت
گیا ہائے بہ تسخیر آزمودہ — بہر ذرّہ دو صد ابلیس سودہ

چو در گوشش آمد ش گفتارِ شیریں بدنداں خست لب آں کارِ شیریں
بجا آورد شرطِ خاک بوسی سخن پرداز باصد چاپلوسی

شبِ سیاہ کی حجلہ آرائی

امیر خسرو

شبے تاریک چوں دریائے از قیر بدریا در فگندہ چشمۂ شیر
زجنبیدن فلک بیکار گشتہ ستارہ در رہش مسمار گشتہ
ذنب پائے کواکب راشدہ خار کجک دستِ دلِ زن را شدہ مار
زظلمت گشتہ پنہاں خانۂ خاک چو چاہِ بیژن و زندانِ ضحاک
سوادِ تیرہ چوں سودائے خاماں بدامانِ قیامت بستہ داماں
سدا بے خوردہ چرخ آبستن گاہ سترون گشتہ از خورشید و از ماہ
غنودہ در عدم صبحِ شب افروز بقیر انباشتہ دروازۂ روز
بگنجِ صبح قفل افگندہ افلاک کلیدِ گنج را گم کردہ در خاک
بریدہ تیغِ شب از کینہ خواہی گلوئے بلبلانِ صبح گاہی
خروساں را بگاہِ بانگ و تکبیر خمیرِ پیرزن گشتہ گلوگیر

شبے زیں گونہ تاریک و جگر سوز
زغم بے خواب شیریں تا سیہ روز

وظیفۂ مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را — بروشن خاطرے برزد علم را
بمسکینی جبیں برخاک مالید — بدرگاہِ خدائے پاک نالید
کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز — بہ بخشایش درت بر ہمگناں باز
نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم — ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسرِّ کبریا در پردۂ غیب — بوحیِ انبیا در حرفِ لاریب
بنورِ مخلصاں در روسپیدی — بصبرِ مفلساں در ناامیدی
بداں اشکے کہ شوید جامہ راپاک — بداں حسرت کہ گردد ہمرہِ خاک
بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند — بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند
بآہے کز سرِ شورے برآید — بخاکے کز سرِ گورے برآید
بمہر اندودہ دلہائے کریماں — بگرد آلودہ سرہائے یتیماں
بشبہائے سیاہِ تنگدستاں — بدلہائے سفیدِ حق پرستاں
بعشقِ نو در آغازِ جوانی — بغمہائے کہن در دل نہانی
بداں بے دل کہ ہستی نایدش یاد — بداں دل کو بود در نیستی شاد
بداں سینہ کہ دارد عشق جاوید — بہجرانے کہ ہست از وصل نومید
کہ برداری غم از پیراہنِ من — نہی مقصودِ من در دامنِ من

اس جگہ مولانا نظامی کی مناجات کے انتخاب کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا اگر ارباب سخن ہر ہر شعر کو میزانِ انصاف میں وزن کر کے فیصلہ کریں تو بالیقین امیر خسرو علیہ الرحمۃ مولانا نظامی کے ہم صفیر ثابت ہوں گے، بلکہ بعض نغموں میں زیادہ بلند آوازہ۔ لیکن شبِ سیاہ کے بیان کرنے میں مولانا نظامی کا پایہ اوجِ کمال تک پہنچا ہوا ہے۔

مناجات نظامی

شکیبائیش مرغان را پر افشاند خروسِ صبح مفتاح الفرج خواند
ندارم طاقتِ ایں کورۂ تنگ خلاصی دہ مرا چوں لعل از سنگ
بآبِ دیدۂ طفلانِ معصوم بسوزِ سینۂ پیرانِ مظلوم
بپاک آئینے دیں پرورانت بصاحب سرّیِ پیغمبرانت
بداں زاری کہ زہ نذانی نماید بزاہد کو ثنا خوانی نماید
بدردِ یوسف و اندوہِ یعقوب بقربانِ خلیل و صبرِ ایوب
بداورِ داورِ فریاد خواہاں بیارب یارب صاحب گناہاں
بریحانِ نثارِ اشک ریزاں بقرآنِ چراغِ صبح خیزاں
بمسکینیٔ مسکینانِ مسکیں بغمگینیٔ غمگینانِ غمگیں
بنورے کز خلائق در حجاب ست بانعامے کہ بیروں از حساب ست

کرحمے بر دلِ پر خونم آور — وزین غرقابِ غم بیرونم آور
اگر هر موئے من گردد زبانے — شود هر یک ترا تسبیح خوانے
هنوز از بے زبانی خفته باشم — ز صد شکرت یکے ناگفته باشم
بدرگاه تو در امید و در بیم — نشاید راه بردن جز به تسلیم

وصف شب سیاه

شبِ تیره چو کوهے زاغ بر سر — کزان جنبش چو زاغِ کوه بر پر
شبے دم سرد چون دلهائے بے سوز — برات آورده از شبہائے بے روز
کشیده در عقابین سیاهی — پر و منقارِ مرغِ صبحگاهی
گرفته آسمان را شب در آغوش — شده خورشید را مشرق فراموش
ز ناشوئی بهم خورشید و مه را — رحم بسته بزادن صبحگه را
ز تاریکی جهان را بند بر پائے — فلک چون قطب حیران ماند بر جائے
شمالی پیکران را دیده در خواب — جنوبی طالعان را سینه در آب
سوادِ شب برد از دیدها نور — بنات النعش را کرده ز هم دور
نمانده در خمِ خاکستر آلود — در آتش خانهٔ دوران بجز دود
مجرّه بر فلک چون کاه بر راه — فلک در زیر او چون آب در چاه
نه موبد را زبانِ تند خوانی — نه مرغان را نشاطِ پرفشانی

شنیدم گر بشب دیوے زند راہ | خروسِ خانہ بردارد علی اللہ
چراغ بیوہ زن را نور مردہ | خروسِ پر زباں راغول بردہ
بہر گام از برائے نور پاشے | ستارہ زنگی بادور باشے

غزل باربد از زبان خسرو بجناب شیریں

ایک ہی ترانہ ہے اور ایک ہی نغمہ مگر اس کو کس قدر سازوں کے مختلف پردوں میں کیسے کیسے دل کش اور خوش نوا دھنوں میں گایا جاتا ہے حقیقتاً نہ باربد کا وجود ہے اور نہ نکیسا کا راگ نظامی و خسرو ہی دونوں نوازندہ ہیں اور یہی سازندہ۔ آوازوں پر قابو ہے اور گلوں پر قبضہ گویا قانون قدرت کے دو شعبے ہیں جس سے بے شمار شاخیں اور بے تعداد اصول ظاہر ہو رہے ہیں۔ بظاہر شیریں و خسرو کی پسندیدہ بزم آرائی ہے اور فی الواقع نظامی و خسرو کا میدان معرکہ آرائی فصاحت و بلاغت کے فنون ظاہر ہو رہے ہیں اور نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی گرم بازاری کا سودا ہے۔

امیر خسرو

ربابِ باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خون چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینہ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نہاوند
ورت حاجت گیخت جوانم | سرِ زلف تو خلوت گاہِ جانم

چہ دولت مند بود ایں چشم روشن	کہ جاں را از خجالت کرد گلشن
ہمیں زائینۂ روئے صبح امید	کہ در آئینہ نتواں دید خورشید
بداں سختی مدار آئینہ در پیش	در آب چشم من بیں ہست خویش
تو آخر رحمتے کن بر دل خویش	حجاب آئینہ یکسو کن از پیش
چو با لعلت بے ہمدست باشم	بہوے تا قیامت مست باشم

نظامی

نکیسا چوں زد ایں طیارہ بر چنگ	ستہ تائے باربد برداشت آہنگ
بآوازِ حزیں چوں عذر خواہاں	رواں کرد ایں غزل را در صفاہاں
مرا در کویت اے شمع نکوئی	فلک دانہ پراگندست گوئی
بداں چشم سیہ کاہو شکارست	کز آہوئے تو چشمم را غبارست
مرا فرخ بود در روئے تو دیدن	مبارک باشد آوازت شنیدن
تنورے بر فروز افسردہ را	بہوئے زندہ کن ایں مردہ را

تزویج خسرو و شیریں و صفِ سراپائے برادر خواندۂ شیریں

اس مضمون میں شیریں کے ایک خادم پیرانہ سال دیو خصال کا سراپا ایسی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ اُس کی ایک خوف ناک عجیب و غریب بدنما صورت کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے۔ اُس پر طرہ یہ کہ جدت اسلوب و جدت طبع کے ساتھ

جو امیر خسرو کا جذبۂ فطری ہے صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے کمال کو اوج ترقی کے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اس مثنوی کے چند خصوص معرکہ آرا مقامات میں سے یہ بھی شاعری کا ایک خاص میدان ہے۔ اس داستان کا ہر ہر شعر نئے نئے استعارات اور تازہ و نو بنو تشبیہات کا مرقع ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے جو اس موقع پر شیریں کی ایک خادمہ پیرزن کی تصویر کھینچی ہے وہ بھی اپنے نقش و نگار میں لاجواب ہے۔ چونکہ اُس کے مقابل میں یہ نقش ثانی پیش کیا جاتا ہے، اس لئے خامۂ مو کی صنعت کاری میں پوری قوت سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ارباب نظر اس مناظرہ کا پورا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فرداً فرداً ہر شعر کو باہم مقابل کرکے فیصلہ کریں غالباً کسی طرح وہ امیر خسرو کو اس معرکہ میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ بلکہ بعض اوقات قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعض اشعار کے ساتھ اس جگہ مولانا نظامی کے چند اشعار بطور انتخاب درج کئے جاتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔

امیر خسرو

(سراپاے خادم پیرانہ سال شیریں)

صنم را بود بر در خادم پیر — چو مستان دو چون دیوان زبون گیر
ز پیری سست خیز و سال فرسود — چو طفلاں زود خشم و دیر خشنود
بر او از پوست رگ چوں چنگ بستہ — دہن بے آب و دنداں زنگ بستہ
ز پر گفتن لعاب از لب دوانش — مگس دیدہ فراواں در دہانش

سرے چوں پوستینِ کہنہ پشمیں — رخے چوں فوطۂ مالیدہ پرچیں
پلک سرخ و نظر بے کار ماندہ — پر از پیچاں جسمِ زار ماندہ
بنود از بس کہ در رو ہیچ ہوشش — کدوئے تلخ داماں بستہ دوشش
دو دستش ز آستینِ خواجگانہ — چو کفشِ کہنہ زیرِ چار خانہ
دو ساقِ پست و پاہائے فسردہ — چو غوکِ خشک پیچیدہ مردہ
کلاہ کافری بر سر چو دیگے — زدہ قیانوس ماندہ مردہ ریگے
شکم چوں بربطِ ناساز کردہ — دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ
ببالیں گاہِ شیرینِ دل افروز — ز بیکاری نگس کشتے شب و روز
دراندم کز طرب معزول بودے — ز دل تنگی بدو مشغول بودے
برہنہ خفتے اندر شب الف وار — دو پا را لام الف کردے بدیوار
ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست — میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست
چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید — فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید
گرفتش چوں عقابے کرگسے را — ز جا برداشت چوں دریا خسے را
ببرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس — چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس
چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد — خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد

اس جگہ نہالِ نظم کو گویا استعارات و تخیلات کا گلدستہ بنا دیا ہے۔

نظامی

عجوزے بود مادر خواندۂ او — زنسلِ مادراں واماندۂ او
چہ گویم چوں کہن گرگے بہ تقدیر — نہ چوں گرگِ کہن چوں روبہ پیر
دو پستاں چوں دو خنک آب رفتہ — ز زانو زور و زتن تاب رفتہ
تنے چوں خرکماں از کوزہ پشتی — بہر دو دوشے چو کیمخت از درشتی
دو رخ چوں جوز ہندی ریشہ ریشہ — چو حنظل ہر یکے زہرے بشیشہ
دہاں و بینیش از بس شاخ شاخے — بگورِ تنگ می ماند از فراخے
شکنجِ ابرویش برلب فتادہ — دہانش را شکنجہ بر نہادہ
زبینی خرگہے بر روئے بستہ — نہ دنداں بلکہ زنخِ شکستہ

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے صنعت کاری و جدت شعاری کے کمالات سے اس مثنوی میں شبِ زفاف کی جلوہ آرائی کا یہ دوسرا رنگین و پرنگار حیرت افزا مرقع ہے جس کا ہر حصہ اور ہر شقہ گویا اصلی واقعہ کی جداگانہ ایک صورت نما تصویر ہے۔ سخن کے اس چمن زار میں دو منظر دکھائے ہیں۔ اول شیریں کا زرین و مکلل زیوروں اور شاہانہ بوقلموں لباسوں سے آراستہ ہو کر بزم آرائے وصال ہونا اور اسی سلسلہ میں اس کے عشوہ و ناز، غمزہ و انداز، گلگونہ و غازۂ خوشبو، خندۂ شکریں و دل جو

رخِ گلگوں، عارضِ سیمیں، مژگانِ دل فریب، چشمِ نیم باز، گیسوے پرخم، سیبِ زنخدان، چاہِ غبغب وغیرہ وغیرہ تمام پسندیدہ اعضا کا ایسا سراپا کھینچا ہی کہ بڑے بڑے کامل فن مصور اُس کو دیکھکر انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں۔ دوسرا پُرلطف نظارہ خسرو وشیریں کی ہمکناری اور اُن دونوں کی بے تکلفی کے ساتھ ہم آغوشی کا بے حجاب آئینہ ہی جس میں فی الواقع ایسے ایسے بدیع استعارات اور نادر تشبیہات ولاجواب دقیق ایہامات کی دلچسپ صورتیں نظر آتی ہیں کہ غالباً کسی کی نظرِ فکر وچشمِ خیال نے اس سے پہلے اُن کو نہ دیکھا ہوگا۔ شکر کی بزمِ مواصلت اور اُس کی سراپا نازصورت کی دل کش تصویر دیکھنے کے بعد کوئی خیال نہیں کرسکتا ہی کہ آیندہ کسی شاعر کی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر اور نیا خیال پیدا کرسکے۔ مگر جدتِ طبع اور فطرتی شاعرانہ جذباتِ خسروی نے ثابت کردیا کہ آپ کے سخن کی بحرِ ذخار کی ایسی بے شمار موجیں ہیں جو وقتاً فوقتاً تمام عالم کو سیراب کر رہی ہیں۔ مگر اس جگہ جوششِ طبع اور اضطراری شورشِ فکر نے آپ کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنادیا ہی کہ اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہی اور تہذیب کے جامہ سے مضمون آفرینی کا نشہ باہر کیے دیتا ہی۔ خاص وجہ یہ ہی کہ مولانا نظامی نے بھی اسی ہوش ربا فصل بہار میں خصوصیت کے ساتھ ایسی چمن طرازی کی ہی کہ باغِ سخن کے ہر نونہال اور ہر شجر کا تھالہ آپ کی گلریزی سے دامنِ گلچیں کو شرماتا ہی۔ بے اختیاری کا وہاں بھی یہی مدہوشانہ خمار اور مستانہ اضطرار ہی۔ اگرچہ امیر خسرو ہمیشہ ایسے موقعوں پر

پہلوتہی کر جاتے ہیں جہاں مولانا نظامی نے بہت زیادہ زورِ سخن دکھایا ہے اور اس کا عوض دوسری جگہ پورا کر دیتے ہیں جس کا اظہار باوقاتِ مختلفہ ہو چکا ہے لیکن اس مثنوی میں یہ ایک خاص موقع ہے جس میں دونوں صاحب ایک جام سے سرشار ہیں۔ اس جگہ مولانا نظامی کا دونوں قسم کا کلام انتخاب کے ساتھ مگر کچھ زیادہ ضرورتاً پیش کیا جاتا ہے کہ لطف میں کمی نہ ہو اور علیٰ ہذا امیر خسرو کے مرقع کی بھی چند تصویریں پیشِ بزمِ اہلِ نظر ہیں۔

امیر خسرو

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جائے　　عروسانہ بیار است آں سر و پائے
حریر آب گوں بر ماہ بربست　　بگیسو چشمِ بد را راہ بربست
فورِ دیپرنیاں بر گل بر افگند　　گشادہ از درجِ نرِ آہنیں بند
مکلل زیورے در خورِ شاہاں　　بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں
بداں بالائے شہر آرائے پوشید　　عروسانہ زسر تاپائے پوشید
بروں آمد چو از ابر آفتابے　　موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

(سراپائے شیریں)

خسرو

دو لب ہم انگبین ہم بادہ در دست　　دو چشم شوخ نے ہشیار نے مست
خمارِ نرگسش در فتنہ خوے　　میانِ خواب بیداریست گوئے
بمژگاں داد بہر جاں خراشے　　گہے جاں دادے و گہ دور باشے

فریبِ غمزهٔ جادو زبان بند — شکافِ پستهٔ شیرینِ شکرخند
لبی از چشمهٔ حیوان سرشته — هلاکِ عاشقان بر وی نوشته
لبی پرخندهٔ شیرین مهیا — حیات افزای هر دم چون مسیحا
زنخدانش که برد از مشتری تاب — بغبغب چون گوی کافتد بگرداب
زخش را سکه زد خالی درم وار — درم بی مهر بود و نقره بسیار
خوی کز روی آن طناز میریخت — کرشمه می چکید و ناز میریخت
بناگوشی چو برگِ یاسمین تر — بر اندامی از گل نازنین تر
دُر اندر گوش پنداری که بردوش — فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش
دو گیسو کز رهش خاک میروفت — فرو میریخت مشک و پاک میروفت
زمستی زلف او در هم شکسته — هزاران توبه در هر خم شکسته
جهان سوزی چو خورشیدِ جهان تاب — میانش تشنه و برهاش سیراب
بتی کز دیدنِ آن شکل و رفتار — به بستی زاهدِ صدساله زنار

(ہمکناری خسرو و شیریں)

چو فارغ شد ز شربتهای چون نوش — کشید آن سرو را چون گل در آغوش
چنان در برگرفت آن قامت راست — که نقشِ پرنیان از پوست برخاست
به تیزی در عقیق الماس میراند — نهالی در شگافِ غنچه می نشاند
ز حلقه در دلِ شب تیر می جست — که گلگونش بجوی شیر می جست

نہ جوئے شیر بلکہ آں جوئے خوں بود — روانہ فرہاد پرسش کن کہ چوں بود

رہش بر سرمہ دان عاج می شد — ز میلش سرمہ داں تاراج می شد

ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست — سہ یک را ضرب ازاں میداد در بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاہی — چکید آب حیات از کام ماہی

دہانش بر دہان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

چناں با دو جوانی در سر آورد — کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد

گلے دید از بہشتی آبخوردے — ز تاراج خزاں نادیدہ گردے

چو چشمہ برکشاد از غنچہ بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

فرو خفتند ہر دو سرو آزاد — چو شاخ یاسمن بر برگ شمشاد

ستارہ داد چوں خورشید را پشت — بیک دم صبح شمع ماہ را کشت

یہ نظارہ ہر حیثیت سے بہت زیادہ پر لطف ہے۔ سخن کے ہر دو چمن آرا اہل کمال نے جس درجہ اور جہاں تک گل افشانیاں کی ہیں اُن کے باہمی مقابلہ کا بہت اچھا موقع ہے۔ ارباب فن اس کا فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس جگہ جدت استعارات جدیدہ و اختراع تشبیہات نو بنو میں امیر خسرو پیش قدم اور پیش رو ہیں۔ اور بندش کی چستی اور لطف زبان کے ساتھ مضمون آفرینی کا جوش اور بیان کی صفائی مولانا نظامی کا حصہ ہے۔ مگر امیر خسرو نے ہر شعر کے جواب کی

۱؎ اس لطیف مصرعے کے حل میں امیر خسرو کی جدت طرازی سے ایک دلچسپ شکل پیدا ہوتی ہے۔

پوری کوشش کی ہے۔

نظامی

برون آمد ز ظرفِ ہفت پردہ	بنامِ ایزد رُخے ہر ہفت کردہ
چگویم چوں شکر شکر کدام ست	طبرزد چہ کہ او ہم ناتمام ست
چو سروے کو بود در دامنش نوش	چو ماہے کو بود ماہِ قصب پوش
مہ و خورشید با خوبیش درویش	گلے از صد بہارِ مملکت بیش
جہاں افروز دلبندے چہ دلبند	بخرمنہا گل و خروارہا قند
بہارِ تازہ چوں گلبرگِ خنداں	سزاوارِ کنارِ ہوشمنداں
ز خالش چشمِ بد را خواب رفتہ	ز دیدہ نقشِ او بر آب رفتہ
لب و دندانش از نور آفریدہ	لبش دنداں و دنداں لب گزیدہ
ز گوش و گردنش لولو خروشاں	کہ رحمت بر چنیں گوہر فروشاں
رخ از باغِ سبکروحی نسیمے	دہاں از نقطۂ موہوم میمے
نسیمش در بہا ہم سنگِ جاں بود	ترازو داریِ زلفش ہماں بود
عقیقِ سیم رنگش سنگ در مشت	کہ تا بر حرف او ننہد کس انگشت
کشیدہ گرد مہ مشکیں کمندے	چراغے بستہ بر دودِ سپندے
بنازے قلبِ ترکستاں دریدہ	ببوسے دخلِ خوزستاں خریدہ
تنے چوں شیر با شکر سرشتہ	طباشیرش برابر شیر ہشتہ

بپیچید و بزم چون قاقم بر و مشت — کشیده چون دم قاقم ده انگشت
کرشمه کردنش بهر دل شان زن — خمار آلوده چشمے کاروان زن
گل دستگی کزاین گل چه شکر — بدو وامانده بس الله اکبر

(بزم وصال)

ولہ

شه از اول بگل چیدن درآمد — چو گل زان گل بخندیدن درآمد
پس آنگه عشق را آوازه درداد — صلائے میوه ہائے تازه درداد
گہے از بس نشاط انگیز پرواز — کبوتر چیره شد بر سینهٔ باز
حصارے یافته چون قفل بر در — چو آب زندگانی مهر بر در
شکر نے کرد تا خازن خبر داشت — بیاقوت از عقیقش مهر برداشت
با بریق عقیق آورد جمعش — شده بر و بلورین طشت و شمعش
خدنگ غمزه با پیکان شده جفت — به پیکان لعل پیکانی همی سفت
نگر شه خضر بود و شب سیاهی — که در آب حیات افگند ماهی
چو تخت میل شه شد تختهٔ عاج — حساب عشق رفت از تخت و از تاج
بضرب دوستی بر دست می زد — و بیرانه یکے در شصت می زد
طبرزد با نباتش ساز می کرد — ز عنابش شکر ها باز می کرد
نگوییم بر نشانه تیر می شد — رطب بے استخوان در شیر می شد
چکیده آب گل در سیمگون جام — شکر بگداخته در مغز بادام

ز رنگ آمیزیِ آں آتش و آب — شبستاں گشتہ پُر شنگرف و سیماب
صدف بر شاخِ مرجاں مہد بستہ — بیک جا آب و آتش عہد بستہ

مناجات آخر کتاب

امیر خسرو

خدایا خاکِ من چوں خود سرشتی — سخن بر من بکلکِ خود نوشتی
نہ در خور بود مغزِ من بدیں کوے — تو دادی گوز بازارم درین کوے
ازیں ہنگامہ چوں بیروں روم فرد — مگرداں گرمیِ بازارِ من سرد
چناں کن دست تخمم را نمک ریز — کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز
چو بکشاید فردا پردۂ راز — نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز
چو بر خسرو سر آید زندگانی — گناہش عفو کن باقی تو دانی

دعائے سلطانی و خاتمۂ کلام

نظامی

جہاں را تا ابد شاہ جہاں باد — ہر آنچہ امید دارد آں چناں باد
سعادت یار او در کامرانی — مساعد با سعادت زندگانی
سخن را بر سعادت ختم کردم — ورق کانجا رسانیدم در نوردم
روانش باد جنت شاد کامی — کہ گوید باد رحمت بر نظامی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی فطری جدت اور جبلی فطانت سے کتاب کے آخر حصہ کو ایسے جملوں اور الفاظ پر ختم کیا ہے کہ ہر شخص خود بخود اس کہنے پہ مجبور ہے کہ فی الواقع امیر خسرو کا خاتمہ بخیر ہوا۔ فقیر علی احمد خاں اسیر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عروسِ دُعا بہ حجلہ حمدِ کبریا

خداوندا دلم را چشم بکشائے — بمعراجِ یقینم راہ بنمائے
برحمت باز کن گنجینہ جود — دروئم خوانِ بِنہا دروانِ مقصود
ولے بخش از ثنائے خویش معمور — زبانے زآفرینِ دیگراں دور
درآسائیم شکر اندیش گرداں — بدشواری سپاسم بیش گرداں
اُمیدم را بجائے کش عماری — کہ باشد پیشگاہِ رستگاری

توضیح:۔ بنظر اختصار نسخہ حبیب کو حرف (ح) اور نسخہ جہانگیری کو حرف (ق) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور نسخہ حیدرآباد کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے کہ وہ نسخہ حبیب کے مثل ثابت ہوا۔ اگر نسخہ (ح) مثلاً نوٹ میں ہے تو اس کے مقابل متن کا نسخہ (ق) صحیح سمجھا جائیگا علیٰ ہذا بالعکس کیوں کہ ہر نسخہ صحیح کو متن قرار دیا گیا ہے۔ ن ق - بر

چو خود برداشتی اوّل ز خاکم — مده آخر بطوفانِ هلاکم
بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم — بخویشم زنده گرداں تا نمیرم
نه دل پژمرده دارم نهانی — تو بخشی مردگاں را زندگانی
برافروز ایں زیارت خانهٔ خاک — بعقلِ روشن و اندیشهٔ پاک
بخوابِ غفلتم مگذار ازیں بیش — مرا خود خوابِ دیگر هست درپیش
خیالے را که می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج
ز بهرِ گرمیِ هنگامهٔ خویش — سوادے میکنم در نامهٔ خویش
چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمّل[۱] — بحقّ النّار کن آنرا[۲] مسجّل
حسابِ من که ایں دیدن[۳] نیرزد — مپرس از من که پرسیدن[۴] نیرزد
کرم را شحنهٔ بازارِ[۵] من کن — عنایت را کفیلِ[۶] کارِ من کن
بآمرزش امیدم[۷] تازه گرداں — امیدم را برون ز اندازه گرداں
چو ز آمرزش رسید امیدواری — بگو بسم الله الٰهی[۸] دل هرچه داری

توحیدِ باری عزّ اسمه

بنامِ آں که جاں را زندگی داد — خلایق[۹] را بجاں پایندگی داد

ل۱ ح - مسلسل ل۲ ح - عنوان ل۳ ق - آں دیوان ل۴ ق - جز نادان ل۵ ح - کردار
ل۶ ق - زبانم ل۸ ق - اینک تا چه ل۹ ق - طبیعت

خداوندی که حکمت بخشِ خاکست | کمینه بخششِ او جانِ پاکست
دو کون از صنعِ او یک گل ز باغی | ز ملکش نه فلک دودِ چراغی
رموز آموزِ عقلِ نکته پیوند | شناسائی دِهِ جانِ خردمند
بصارت بخشِ چشمِ پیش بینان | تمنای درونِ شب نشینان
جواهر بند ناهید[1] از ثریا | چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا
بعنوانِ عنایت کرده تحریر | حسابِ کائنات از کلکِ تقدیر
سپرده در جهانِ بی نیازی | ارادت[2] را عنانِ کارسازی
اگر تقدیرِ او مرگست وگر زیست | همو داند که در وی[3] مصلحت چیست
نه دانا زو خبر دارد نه اوباش | که حربا نیز کور آمد چو خفاش
تو شوخی بین که ادراک اندرین راه | بجاسوسی[4] کشاده چشمِ کوتاه
ز غیرت لطمه خورده خطرناک | کنون[5] تاریک گشته چشمِ ادراک
کسی کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوهمِ آدمی زاد
رقم[6] کو باز نشناسد قلم را | چه داند باز نقاشِ رقم را
نه در ما گنجد اسرارِ الٰهی | نه دریا گنجد اندر گوشِ ماهی[7]
خرد از بودِ او کی گردد آگاه | کجا نابود را در بودِ او راه

---

[1] ناهید زهره مطربه فلک سوم [2] ق-عنایت [3] ق-حکمت اندران [4] ق-نظری افگند با
[5] ق-کزان [6] ق-قلم کو باز نشناسد قلم را چه داند حکم را در قلم را [7] گوش ماهی-صدف که بدریا پیدا شود-

[illegible] … مده آخر بطوفان هلاکم

زگرد نیستی آسوده[2] ذاتش　　زآسیب زوال ایمن حیاتش

بہ بخشش بندگان را دستگیرد　　فراوان بخشد و اندک پذیرد

کسے کو ظلمت فسقش کند دور　　ز توفیقش فرستد مشعل نور

وگر خواهد شب کس را درازی　　کشد شمعش بباد بے نیازی

چو خواهد روشنی در جان تاریک　　نماید ره بحکمت هاے باریک

مبین خوار ار کسے گم گشته سازیست　　که دولت را در پوشیده رازیست

بشکرش هر کلوخے[3] راز بانیست　　وزان هر ذره تسبیح خوانیست

بہ بیکاری بملکش[4] یک مگس نیست　　تصرف را بکارش[5] دسترس نیست

نصیب هر که داد از قسمت خویش　　نه کم گردد از آن یک ذره[6] نے بیش

چو داد از جانور زیور زمے را　　طراز معرفت بست آدمی را

عنایت را نگر کیں سو عنان داد　　که هم دل داد ما را هم زبان داد

زگوهر مرد را پر کرد سینه　　زبان را ساخت گنجور خزینه

زبان را با نگاران گونه حد بست　　که دامانش بدامان ابد بست

کفایت را بمردم داد منشور　　که تا زو گردد این ویرانه معمور

جهان را تا نیارد فتنه در زیر　　ببازوے شریعت داد شمشیر

---

۱ ح- ہم سوده　۲ ح- پاکیزه　۳ ق- جماے　۴ ح- بکارش　۵ ق- بملکش　۶ ق- هر کنیزه

خداوندی که حکمت بخشِ خاکست
کمینه بخشش او در دروازهٔ شرع

چو بهرِ بندگی بخشید هر چیز
کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

چو شکرِ بندگی گفتن نیاریم
سپاسِ خواجگی را چون گزاریم

نیارد هر دم از چندان کرامت
یکے را شکر کردن تا قیامت

مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات و شمارِ انعاماتِ بے غایات

خدایا چون بمنشورِ الٰهی
رقم کردی سپیدی و سیاهی

زبارانِ عنایت گِل سرشتی
براتِ مردمی بر روے نبشتی

مثالِ هستیِ ما هم ز اوّل
بتوقیعِ کرم کردی مسجّل

بگنجِ بخششم هر چیز دادی
کلیدِ گنجِ ایمان نیز دادی

کریمان کز کرم خرمن کشانید
چو بخشیدند گردش باز تانید

تو با چندان کرمهاے نوا ساز
ز مفلس کے ستانی دادہ را باز

چراغم را چو خود بخشیدہ نور
مکن بخشیدهٔ خود را ز من دور

بهر فعلم که گردانی سزاوار
رضاے خویش کن با فعلِ من یار

بقهرِ نفس تیر و مندیم ده
بهر چه آید ز تو خرسندیم ده

ز علمم نعمتی فرماے بے خواست
که امشب توشهٔ فردا کنم راست

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم　　کہ از ہر دو جہاں دل با تو بندم
بیادِ خویش کن زاں گونہ شادم　　کہ ناید ہیچگہ از خویش یادم
چناں دہ مردمِ چشمم فراور　　کہ نبود ہیچگاہ از مردمی دور
چناں نزدیکِ خویشم کن بیگانہ　　کہ از خود دور مانم جاودانہ
مدہ بختِ مرا آں شرمساری　　کہ سر پیشِ ہر درے کوبد بزاری
چناں بر عیبِ خویشم دیدہ کن باز　　کہ از عیبِ کساں نارم آواز
ہوائے دل چو پیچد گردنم را　　ز عونِ خود توانا کن تنم را
چو افتد لاشہ در سیلاب سختم　　فرو مگذار در سیلاب رختم
ازیں طینت کہ ماندم پائے در گل　　روانم کن بسوئے عالمِ دل
چو بیکاری کند نفسِ علف خوار　　ز توفیقش قوی کن بازوئے کار
بہر مویم کہ در[1] اندام روید　　زبانے دہ کہ تسبیحِ تو گوید
بمردی کن چو شیراں زورمندم　　مکن چوں سگ بشہوت پای بندم
چو نفسِ بد کند شہوت پرستی　　بدہ دستے[2] کہ بر گردد ز پستی
من خفتہ کہ دیوم داد بازی　　بدر پائے صلاحم کن نمازی
بہ نرمی گوشمالم دہ گہِ خواب　　کہ سختی را ندارم طاقت و تاب
ز غوغائے قیامت دہ نجاتم　　بگنجورِ عنایت کن براتم

---

[1] ق - بر　　[2] ق - نفسے

دلے دارم درین کاخِ گِل اندود | که نقدے باویست از گنجِ مقصود

ز عصمت پاسبانی ده درین کاخ | که دزدِ فتنه در ناید ز سوراخ

دلے[1] کو نیست در دین یار با من | اگر خود جان بود مگذار با من

بران کن گر که دارد نورِ جاوید | بدستِ من کمندے[2] ده ز امید

امیدم را برائے کن حوالت | که باشم پیرو ختمِ رسالت

نعتِ سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا وعلیهم الصّلوٰة والسّلام

محمدؐ کاصلِ هستی شد ز جودش | جهان گردے ز شادروانِ جودش

چراغِ روشن از نورِ خدائی | جهان را داده از ظلمت رهائی

دلِ خصمان گوا بر صدقِ آتش | گواهی داده سنگ از معجز آتش

دمِ خلقش که جان داده عرب را | فرو کشته چراغِ بو لهب را

شده بر عنکبوتے سوئے غارے | مگس گیری شده عنقا شکارے

دو قربان یافته ز و زندگانی | دو زنده گشته[3] از وے جاودانی

نجیب کون و شیرش را بوادی | خبر ثانی و دو فرزند حادی

تحیت خوانِ دینش را بوادی | خضر ثانی و دو فرزند حادی

ن[1] ح - گلے   ن[2] ق - چراغے   ن[3] ق - تشنه

نجیب کون و نسلش را بوادی — خبر ثانی و دو فرزند حادی
نجیب کون و نیش را بوادی — خضر ثانی و دو فرزند حادی
گهش آهو سخن گوی و گهی شیر — گهش حجت زبان و گاه شمشیر
طراز خاتمت نقش نگینش — کلید نه فلک در آستینش
شکوه آفتاب از پایهٔ او — بجز وی هر که باشد سایهٔ او
همین او را نگویم سایه یار است — دگر هر کس که بینی سایه دار است
بدانسان گشته در وحدت یگانه — که نا گنجید خود هم در میانه
در احمد از احد کامل جمالی ست — چو احمد بی احد شد صفر خالی ست
بنام احمد اندر سجده نه یام — مگر حم سجده است اندران نام
کتاب انبیا کامد ز پیشی — همه بر نامهٔ پاکش چو پیشی[۱]
ملایک خوانده شمع آسمانش — دخان و نور روشن از دهانش[۲]
نوشته از دخان پر نور منشور — دخانش نور بل نور علی نور
ز مویش چرخ را منشور لولاک — ز زلفش کعبه را زنجیر افلاک
مسیحا از دم خود رفته جایش — خضر از آب حیوان شسته پایش
براهل اقتلوا رانده غضب را — بلوح فاستقم خوانده ادب را
کدامی[۳] تا خطش در سر بنانی — که از نون و القلم ندهد نشانی

---

[۱] امالهٔ خویشی ۱۲ [۲] ق - از زبانش [۳] ح - گدائی

به دولت گیری بخت جهانگیر　　لوای شرع را کرد آسمان گیر
ز هستی نور او بود اوّلین چیز　　چه صادق بود صبح اوّلین نیز
قضا برکرد چون دهلیز داوش　　قیام فرض شد ذات العمادش
بجویش سلسبیل آب سبیل ست　　بر ویش چرخ یک نقطه ز نیل ست
بنانش[1] خرمن مه کرده جو جو　　ز میم[2] معجزش نیمه مه نو
هدایت را بگردون برده رایت　　گدایان درش صاحب ولایت
ز حکمت نامهٔ او حی کلامش　　باعلی پایهٔ ادنی مقامش
ندارد هفت مرد و چار زن نام　　مگر زان شاه هفت ایوان و نه بام
بران آئینهٔ دل و احب ست آه　　که در معراج او شک را دهد راه
دل خر که هست آئینه کردار　　ز زنگار شکش یارب نگهدار

وصف معراج شهسوار میدان دنی فتدلّٰی و یکّه تاز عرصهٔ قاب قوسین او ادنیٰ

سخن آن به که بهر ارجمندی　　ز معراج نبی یابد بلندی
رسولے کآسمان را پایه داده　　رکابش عرش را پیرایه داده
شبے تنگ آمده زین حجره تنگ　　ز پستی سوے بالا کرده آهنگ

۱ح - برانش　　۲ح - زمیم

رسیده پیک حضرت با لپرِ نور[1] | براقِ غیب سنج آورده از دور[2]

همائے جلوه در به باغ کرده | به نرگس سرمه مازاغ کرده

دوالِ چابکان ناسوده دوشش | صفیرِ رایضان[3] نشنوده گوشش

نه اختر لیک ز اختر پاک جان تر | نه گردون لیک از گردون روان تر

زمین تا آسمانش نیم گامے | ز گامش سیرِ گردون نیم دامے[4]

شده بر پشتِ آن رخشِ جهانگیر | سوارِ آسمانی آسمان گیر

دران ره کش قدم تا دور می خاست | همی رفت و غبار نور می خاست

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشوده | باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده

چو در محرابِ اقصیٰ ریخت نور | جنیبت رانده سوئے بیتِ معمور

لبش کرده بچندینش رشتهٔ در | گریبانِ مه و جیبِ فلک پر

ز شادی زهره بربط گیر گشته | عطارد چشمِ بد را تیر گشته

چو دیده پرتوِ آن نورِ جاوید | بخواهش بر زمین غلطید خورشید[6]

سیاست در کفِ بهرام داده | سعادت مشتری را وام داده

براقش چون بکیوان در رسیده | ز نعلش گوش چون هندو بریده

ثوابت راهِ او از دیده روبان | دو دیده در رکابش پائے کوبان

ل۱ ق - از رهِ دور | ل۲ ق - از نور | ل۳ رایض چابک سوار ۱۲

ل۴ ق - تیز گامے | ل۵ ق - بخشنده | ل۶ ح - ناهید

چو طی کرده بساطِ چرخِ نیلی … بساطش گشته پرِ جبرئیلی
بمرکب داریش ناموسِ اکبر … خراماں گشته چوں طاوسِ خضر
بهمراهی چو دامن را شکسته … ز سدره خارش اندر پا شکسته
ازانجا میلِ میکائیل کرده … ازو منزل با سرافیل کرده
بعزرائیل تیز ارکانِ عالم … نموده کیمیائے جانِ عالم
بر فرقِ[۱] خود بفرقش سایه داده … ز پائے خود بکرسی پایه داده
کشاده بند نعلینِ فلک بال[۲] … ازو در ساقِ عرش افگنده خلخال
چو پا از عرش بالا تر نهاده … متاعِ خاک را بر در نهاده
ز راهش گرد دهم از پیش و پس حاست … جنیبت جهت[۳] کرده از چپ و راست
گزشته از حدِ بالا و زیری … بملکِ لامکاں کرده دلیری
شده عین الیقین را قرة العین … گزشته همچو تیر از قابِ قوسین
گریبانِ جهت را پاره کرده … جهانِ[۴] بے جهت نظاره کرده
شده نفس از سلامِ غیب[۵] شادش … حدیث از نفس کرده خیر بادش
چو کرده وعدهائے لطف در گوش[۶] … نکرده زیر دستاں را فراموش

---

۱ ح۔ ز زلف خود بر فرق   ۲ ق۔ بال   ۳ ح۔ چپش چپ داده و از راست در راست
۴ جهان بے جهت۔ مقام لاهوت که محل ذات است   ۵ سلام غیب۔ تلمیح به انعام الٰهی (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ) که شب معراج از عالمِ غیب ارشاد شده   ۶ تلمیح به (اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْن) که حضور اقدس امت مرحومه را دراں انعام شریک نموده

دعاے کز درِ رحمت شنیده — ازاں سو خوانده و زیں سو دمیده
چو لالا مال گشت از نعمتِ پاک — ببذلِ نعمت آمد جانبِ خاک
بیاراں کرد رجعت مژده در مشت — ز سیفورِ عنایت شقّه در دست
برید از ذیلِ خلعت رقعهٔ چند — بدرویشانِ مسکین داد پیوند
بداں پیوند کرد از تیز هوشی — گناهِ عاصیاں را پرده پوشی
اگر امّت بعصیاں راه دارد — شفاعت را حوالتگاه دارد
حوالت گاه از عونِ الٰهی — که بخشایش کند چنداں که خواهی
براتِ رحمت از غیب انس و جاں را — خطِ آزادیِ آتش جهاں را
مثالِ آسماں بر دشمن و دوست — که شیخِ من مبارک نسخهٔ اوست

مدحِ شیخ الاسلام نظام الملک والدین علیه افضل تحیة الصّلوٰة والسّلام

نظام الحق بنی را بازوے راست — که چرخ از رفعتش عطفِ[1] مصلاست
بهر حرفے فلک را کیسه پرداز — بهر کارے قضا را محرمِ راز
ولایت دارے از توقیعِ درگاه — ولایت نامهٔ او لی مع الله
یکے دو دراز کلاهش آسمانست — اگرچش[2] مهر بزرگی درمیانست

---

۱ عطف - بفتح اوّل پیچ و سنجاف جامه و مصلا
۲ ن - اگرچه

نگنجیده جبینِ آں یگانه — درونِ نه کلاهِ[1] صوفیانه

ز دیوانِ ازل وصل خطابش — ز میراثِ نبی کامل نصابش

دمش گنجینهٔ تحقیق بیزاں — جبینش آفتابِ صبح خیزاں

دو کون از بهرِ خویش از غیب[2] جسته — بآبِ دیده دست از هر دو شسته

کراماتش که بیش از ممکنا تست — بعینی تو امانِ معجزاتست

بسیر[3] و طیر همت کرده درکار — که در سیر ادهم و در طیر طیار

همش سهمِ سعادت شست در شست — همش سرِّ یدالله چوں کفِ دست

بدیده رازِ چرخ از چشمِ سینه — چو صورت در حجابِ آبگینه

غلط کردم کش از بینائی خویش — حجابِ آسماں هم نیست در پیش

پناهِ مقبلان و مدبران هم — بسر صاحبدلان و بیدلان هم

مریدانے که پیشش دست بسته — بسیلی گردنِ شیطاں شکسته

بباید چوبے از دندانش ماناک — ثریا را بداده سدره مسواک

بکنجِ خلوتش کز خلد راهی است — عروسانِ صفا را جلوه گاهی است

درآں حجره که تیرش بود در قوس — پیاپے بیضهٔ مرغانِ فردوس

بنقشش کرده جبریل آشیانه — ملک در صحنِ او گنجشک خانه

---

۱ نه کلاه صوفیانه - غالباً نه خانواده مشهور صوفیه ۲ ح - عیب ۳ سیر وطیر - رفتار و پرواز مقام عروج اهلِ سلوک که اهل الله در فضائے لاهوت سیر وطیر نمایند۔

بجایش کز بزرگی نکته رانند — بزرگانش مسیح خرد خوانند
گرمشته هر شبے چرخ روان را — پیش روشن نگشته انس وجان را
قدمگاهش بوهم اندر نیاید — که پے بر روئے دریا بر نیاید
بهر چشمے که در راهِ امید ست — زخاکِ پائے او کحلِ سپید ست
دران درگه که دولت رامدارست — طریقت را طریقِ نامدارست
نه تنها خسروست از مدح سنجان — که مردم تن بتن ناچار برجان
دل از نورِ حضورش باد معمور — جزین نورِ حضور از همتش دور

مدحِ سلطان علاء الدین محمد شاه

چو در بکشاد بر من خازنِ راز — ز دل گشتم چو دریا گوهر انداز
همه دل[1] چون خرد شد مشتری هوش — همه تن چون صدف گشت آسمان گوش
ز عطر افشانیِ باکوره[2] غیب[3] — معنبر شد جهان را دامن و جیب
عطارد بر من آمد خاک بوسان — خطی بر دست چون زلفِ عروسان
که گردون[4] دادت این فرخنده منشور — که اقطاعِ دولت شد بیت معمور
مسیحت خوانده روح اللهِ ثانی — نفس بستان ز روح الله[5] که دانی

---

[1] ق - تن [2] باکوره میوه نورسیده که پیشتر از همه انواع خود پخته شود و باکوره غیب شاهد رعنائے سخن که از فیض مبدء فیاض بدل زبان اهلِ سخن جلوه کند [3] ق - از غیب [4] [5] روح الله ثانی شاعر معجز بیان که حسن بیان مضامین نو بتو را زنده گرداند و در مصرعه دوم مراد از ممدوح۔

خضر کش داد آب از چشمهٔ خویش | نخورد[1] از چشمهٔ خویش آب جز بیش
بدین خوبی زلال خوشگواران | چه میریزی بهر خاکی چو باران
بجام شاه ریز این شربت ناب | که اسکندر شناسد قدر آن آب
علاء دین و دنیا شاه والا | بزیر چتر ظل حق تعالی
ستاره رایتش رخشنده در زیر | فلک با حملهٔ او کند شمشیر
بتیغ اسلام را پیرایه کرده | جهان را ز آفتابی سایه کرده
دل خصمش نه سنگ سست ریزیست | که مقناطیس پیکانهای تیر است
کسی کز جان نباشد شکر گویش | زبان شمشیر گردد در گلویش
کسی کو جست جانش را اخراشی | تنش را گشته هر مو دورباشی
فلک لرزیده[2] بر وی شام و شبگیر[3] | چه بر فرزند زیرک مادر پیر
دل پاکش که هست[4] از کینه معصوم | بهیجا آهن و در بزم چون موم
گذشته ز انجم اختر کلاهش | گرفته مشرق و مغرب سپاهش
فلک را کرده رخش هفت جا جرح | جهت را داده میدانش دوشش طرح[5]
درش[6] پیدا و دربان ناپدید است | درش بی قفل و قفلش بی کلید است

---

[1] ح - بخورد آب زلال از چشمهٔ خویش [2] ق - گردیده [3] شبگیر از لغات متضاده بمعنی شب و سحرگاه و درینجا بمعنی آخر مرادست [4] ق - گشت [5] دوشش باصطلاح نردبازان داو. و دوشش طرح دادن مات کردن و مغلوب نمودن [6] ح - درش بی آهن و در بی کلید است -

نهاده سربسر[1] گنج و درم را — کلیدش داده گنجورِ کرم[2] را

به بخشش بر کفش معمارِ عالم — هر انگشتش کلیدِ کارِ عالم

رضای حق به تسلیمی خریده — دعائی را باقلیمی خریده

رهِ دین بس که زو بیجا رمانده — سلاحِ عاصیان بیکار مانده

زبانش[3] کز گزند آزاد زاده — فلک را توبه بیداد داده

ز خونِ خود بعهدش تیرِ[4] خونریز — دهان بسته چو بیماران به پرهیز

چو عدلش ذرّه ذرّه فاش گشته — دهانِ فتنه[5] پر خشخاش[6] گشته

ز عدلش جانِ مظلومان سحرگاه — فرامش کرده تیر اندازیِ آه

ترازو نیست انصافش جهانگیر — که هم سنگست در وی چاکر و میر

زمین را دورِ او بس کز بدان رفت — همه جا دزد مرد و پاسبان خفت

جهان را خلعتِ[7] امن آن چنان داد — که تیغ از ننگِ عریانی شد آزاد

همیشه حشمتش در چاره سازی — بظالم[8] سوزی و عاجز نوازی

سیاست را چو در دل راه کرده — تحمل را شفاعت خواه کرده

برآرد آفتاب از خاکیان دود — لوایش گر نه بخشد ظلِ ممدود

فروغِ لعلِ خورشید از نگینش — طلوعِ صبحِ اقبال از جبینش

---

[1] ح - سوبسو [2] ق - قلم [3] ح - زما وراں گزند [4] ق - تیغ [5] ح - فتنه را پر جاش

[6] ای دهانِ فتنه خاموش شد زیراکه اثر خشخاش ساکن نمودن ست [7] ق - خلقش آیینه [8] ح - بفساد

ز بهرِ سجدهٔ پیشش گاه و بیگاه ‏ ‏ ‏ کلاه[1] افگنده هم خورشید و هم ماه
مه و خورشید مغرورند از آن نام ‏ ‏ ‏ که نورِ رویش افتد صبح تا شام
بخاکِ پائے او چرخ آرزو سنج ‏ ‏ ‏ چو درویشِ حریص از فکرتِ گنج
بدرگاهش[2] بصفِ پیل زوران ‏ ‏ ‏ سلیمانان کمر بسته چو موران
شده کج بر درش کیخسرو و جم ‏ ‏ ‏ چو ابرو خم نگشته ابرویش خم[3]
چو هنگامِ لبِ ساغر مزیدن ‏ ق ‏ تبسم خُلقش آید در وزیدن
بصحرائی[4] که پی بست گردد ‏ ‏ ‏ نباتِ[5] زهر شاخِ قند گردد
چو در می خوردنش مستی حرام است ‏ ‏ ‏ حلالش باده هر مے کش بکام است
جهان بانیست آن نے می پرستی ‏ ‏ ‏ که پاسِ عالمے دارد بمستی
بشادی چون نخسپد خوش[6] جهانی ‏ ‏ ‏ که دارد همچو سلطان پاسبانی
رعیت را ز امن از خواب کم نیست ‏ ‏ ‏ چو بیدار است بختِ شاه غم نیست
بلا و فتنه با هم[7] خواب دارند ‏ ‏ ‏ قضائے عهدِ ماضی می گذارند
چو غافل خسپد از پاسِ شبان میش ‏ ‏ ‏ بخوابے هم نه بیند گرگ در پیش
نه شه بیدار تنهائی است بر تخت ‏ ‏ ‏ که هم خیر است و هم رایست و هم بخت
دلش چون تخت حکمت سگالد ‏ ‏ ‏ فلاطون را بحکمت گوش مالد

---

[1] همگون ‏ [2] ق. بزرگانش ‏ [3] ق. هم ‏ [4] ح. بصحرائے شکر ‏ [5] بنا تیکه تلخ باشد
[6] ح. هم کین ‏ [7] ح. رعنائی

زموجِ خاطرش در قعرِ طوفاں — فرو رفته جہانِ فیلسوفاں
تو جرأت بیں کہ من زیں رشتهٔ دُر — زنم دم پیشِ دریائے چنیں پُر
ولیک ایں دُر ہم از دریائے شاہی ست — کہ لطفش آب و خسرو گوشِ ماہی ست
چو بارانِ کرم داد صدف داد — قضا زاں نطفهٔ پاک ایں خلف زاد
کنوں ایں زادہ[۱] گوہر تمام ست — مرا فرزند و سلطاں را غلام ست
چو یابی پیشِ آں سلطانِ[۲] کونین — محلِ خاکبوس اے قرۃ العین
درآندم کاسماں سویت کند گوش — مکن اندر زماں[۳] ما را فراموش
چو دولتمند گردی در ہمہ چیز — درآں دولت مرا یاد آوری نیز
دریں دولت ز یزداں[۴] یاریت باد — ز لطفِ شاہ برخورداریت باد
خدایا تا مدارست آسماں را — مکن زیں پادشا خالی جہاں را
فلک چوں خاتمش زیرِ نگیں باد — کلیدِ عالمش در آستیں باد

در خطاب زمیں بوس

زہے در ملکِ دیں فیروزیِ تو — جہاں در طالعِ بہروزیِ تو
توئی آوازهٔ آفاق سنجت — بہفتم چرخ نوبت کردہ پنجت
مرا اے کانِ شاہاں دستکم داد — نشستہ منتظر کش[۵] کے کنی یاد

---

۱ ح ۔ کز ۲ ق ۔ محراب ۳ ح ۔ زمین ۴ ق ۔ ز دولت ۵ ح ۔ کس

چنین دولت بصد جان عاشقِ تست   که نگذارد عنانت یک زمان سست
نگویم کت ز بخت ست ارجمندی   که خود بخت از تو دارد سربلندی
نگویم زیرِ حکمت شام تا روم   که گوئی دل بدستت مهرهٔ موم
کلید[1] تیغت از فتح عدو بند   گشادهٔ عرصهٔ دوران و دربند[2]
سنانت کوه را سوراخ کرده   خدنگت موئے را صد شاخ کرده
ترا هر چند بهرِ عشرت و نوش   عروسِ ملک باشد اندر آغوش
ولے بکرِ مرا کز روئے زیبا   ق   ولے در سینه نگذارد شکیبا
تماشا کن که گر از دو بچیزی   سرِ پرشاه را باشد کنیزی
ز احسانِ خودش بخش ارجمندی   هم او را هم مرا ده سربلندی
که تا چون جلوهٔ درگاه یابد   بشادروانِ عزت راه یابد
گرش بخت ست گردد گردِ[3] درگاه   وگر نه خاک رو بد بر گزرگاه
ز بختِ[4] چون تو دوری گرچه بخت ست   درین در خاک رفتن نیز بخت ست
قبولے بخشدش گیتی خداوند   که یابد با دلِ پاکِ تو پیوند
که تا زان یک پذیرفتاریِ خاص   شود بر فرقِ هر داننده رقّاص
فلک را ما جرائے کار گردد   زمینش[5] را مخزنِ اسرار گردد

---

[1] ق۔ کلید فتحت از تیغ گلو بند   [2] حصار و دروازه   [3] ح۔ خاک   [4] ح۔ تخت
[5] ح۔ ببازوئے جهان طومار گردد۔

بزرگان خازنِ کانهاش خوانند   حکیمان عیسیِ جانهاش خوانند
شهان شانند بر چشمِ سیاهش   سران سازند تعویذِ کلاهش
سخندانے که دارد ذوقِ جانی   همش جان خواند و هم زندگانی
چو زین گونه در آمیزد بجانها   چو جان پاینده ماند بر زبانها
سخن باید که در جان جائے گیرد   که چون پیوند جان یابد نمیرد
سخن هائے بسے گوینده زان مرد   که نتوانست پی در ملک جان برد
حدیثے کو نه وردِ هر زبانست   نشاید زنده خواندن گرچه جانست
سخن چون کس نخواند مرده خوانش   وگر هست[1] آبِ حیوان در دهانش
تنِ مردم که یک جانش درون است   قیاسِ زندگیش از حد برون است
سخن گر صد[2] جان باشد ز حد بیش   حیاتش تا چه حد باشد بیندیش
من ار لافے زنم در نامهٔ خویش   شناسم دست[3] بافِ جامهٔ خویش
کزان سرمایه کو با جان زند کوس   ندارم هیچ در دامن جز افسوس
چهل سال اندرین بستان زدم گام   نخوردم میوهٔ کش خوش کند کام
برین فن زند دل بستن نه راهست   که این چل ساله طفلِ هشت ماهست
رها کن تا شود آن زاده ناچیز   که نابالغ بود بعد از چهل نیز

ل[1] ح. که هست آبِ حیات آب و دهانش   ل[2] ح. کش   ل[3] ح. دست بخت خامه

ل[4] ح. هفت

ولی خام ارچه[1] او پیرست هم[2] رفت — همان ناپخته باشد گر بشکر رفت
همه عمر ارچه در نظم سفتم — چو رفت از گوشها گویی نگفتم
دریغا آنچه کردم زین ورق یاد — قلم بر آب[3] راندم تیشه بر باد
ز آسیبی شود تصنیف پاک — چو نقش هندسی بر تخته خاک
دگر لایق نمی باشد به تنظیم — ز سالی بگذرد از حسن تقویم
چو محکم سکه باشد بفرهنگ — بماند جاودان چون نقش در[4] سنگ
من از خود را کنم زین سکه نامی — بگنجه روی کی رسد ملک نظامی
چو اول تیز بود الماس گفتم — گهر بگذاشتم[5] خرمهره سفتم
کنون کز مهره کردم لعل را فرق — ز سفتن باز ماند این طبع چون برق
بلی دل گر سخن بخشد ستم نیست — گهی دریا دهد گه قطره هم نیست
چو در دریا رود جوینده در — گهی مشتش تهی باشد گهی پر
بدر سفتن چو دستم نیست گستاخ — ضرورت می کنم خرمهره سوراخ
گر این مهره است ور در قیمتیست — نترسم چون پذیرنده کریمیست
گرفتم سر بسر خود عیبناکست — چو تو پوشیده عیبی چه باکست
اگر کالا بصد عیبست درخورد — هنر بیند خردمند و جوانمرد
متاعی کان کساد جاودان یافت — خریدارش به از تو کی توان یافت

---

[1] ح. اینچه [2] ح. خم [3] قلم بر آب راندن. کاری بی سود کردن [4] ح. بر [5] ح. نشناختم

بامیدی که دیدم درخورِ تو — بضاعت باز کردم بر درِ تو
ز تو بهتر نمی یابم خریدار — تو دانی خواه بستان خواه بگذار
الا تا روز را با شب دو رنگیست — زمانه گاه رومی گاه زنگیست
بروم و زنگ بادت پادشاهی — بفرمانت سپیدی و سیاهی
مظفر بادت از دولت نشانه[۱] — مبادا یک زمان بی تو زمانه
سپهرت رام در عالم کشائی — خدایت یار در کشور خدائی
دولت برآرزوها کامران باد — هر انچت آرزو باشد همان باد

گفتار در پژوهش این داستان

شبی کاقبال را طالع[۲] قوی بود — ق سعادت کارساز خسروی بود
درآمد خازنِ دولت به پیشم — قوی کرد از بشارت های خویشم
بخواهش گفت کای نظمِ چو مویت — گرفته گوش جان[۳] آورده سویت
مرا بپذیر و خاصِ بندگی کن — بفرخ روزِ من فرخندگی کن
ازین پیشت که یاری بودم از دور — چو خورشیدی که بر خاک افگند نور
نگر کز یاریِ من قاف تا قاف — چه گنج افشاندی از فکرت در اطراف
کنون کز بندگی می بوی همت پایی — دو عالم بنده گشتت حکم فرمای

---

۱ ای نشانهٔ مراد تو   ۲ ن ق. دولت   ۳ ن ح. من

گرفتی این جهان را از معانی   گر آن عالم بگیری هم توانی
ز تو بر دُر فشانی دل نهادن   ز من بند از دلِ دریا کشادن
ز تو طالع شدن نیک اختری را   ز من بردن بشارت مشتری را
ز تو خوش خوش نشید آغاز کردن   ز من گوشِ عطارد باز کردن
ز تو گردن کشاده طبع ربابیب   ز من دادن بتو نو بادهٔ غیب
ز تو بر مفلسان بخشنده بودن   ز من بر گنجِ عالم ره نمودن
بلند از بیم تنگی محکم انگشت   که داری کیمیائے غیب در مشت
دهانے دادت این گردنده دولاب   چرا داری دریغ از تشنگان آب
درین چشمه محیطے یک دم آید   سبوئی نیست کز خوردن کم آید
زکا دیدن چو چشمه بیش گردد   زلالش هر زمانے بیش گردد
برون ریز آبِ چه ار خود بود شور   که چه چون چشمها بندد شود کور
عروسے را برون آر از عماری   که خورشید آیدش در پرده داری
همش دیبا ببر باشد هم اکسون   گه افسانه سراید گاه افسون
برفق از چشم نیکانش نظر خواه   که چشم بد بنیاید سوئے او راه
جوان مانند نعمر جاودانی   بعیش و عشرت و در کامرانی

ن۱ ح - پا   ۲ شعر خوانی و سرود   ن۳ ح - گردون   ن۴ ق - که فیض دم دم

۵ بحرکات ثلثه قسمے از پارچه ریشمی که سیاه باشد۔

من این پیغام کز دولت شنیدم — چو دولت سر بگردون برکشیدم
فگندم مرغِ همت را بپرواز — دلِ گم گشته را دردادم آواز
درِ دُرجِ جواهر باز کردم — ز دل بر لب نثار را انداز کردم
اُمید از همتم بار[1]ے شگرفست — که باز وقتے[2] مرا کارے شگرفست
گر آید گوهرے در خوردِ گوشے — ستد از دامنِ گوهر فروشے
دگر بود چنان شایسته چیزے — هم ارزد نزدِ دانا کم پشیزے
خردمند ار نخواند از ملالش — چو فالی بیند از معنی خیالش
بوند آخر چو من نیز ابلہے چند — که هم زافسانه گردند خرسند
ندانند چون کسے افسونِ جانی — بافسانه گذارد زندگانی
شتر کو سوئے نخلستان زند گام — اگر خارے خورد هم خوش کند کام
نه در عالم همه خوش اختیارست — که زشتی نیز چون خوبی بکارست

حکایتِ کلاه دوز

کلاه دوزے ز شغلِ خویش روزے — همی زد خنده بر کفش دوزے
بعذرش کفشگر گفت ای سرافراز — بتقویمِ کهن چندین مکن ناز
بپاسخ من توانم عذرِ تو خواست — که پا افراز مردان کرده ام راست

---

[1] ح - یادے
[2] ح - که تا روزی مرا روزی چه حرف است

گرفتم از تو خلقے شد کلہ پوش | نشاید پائے خود کردن فراموش
کلاہے نزد من نرزد بہ پشیزی | کہ محتاجت نیم در ہیچ چیزی
تو محتاج منی از روئے تمیز | دگر پرسی کلہ داران تو نیز
سرے را بے کلہ آزار نبود | برنجد پا اگر افزار نبود
سرے را گرچہ قیمت بیش باشد | برنجت سہل حاجت بیش باشد
اگرچہ قیمت ترکاں بود بیش | برہنہ دو ہم آخر قیمت خویش
سخن فی الجملہ گر لعل ست و گر سنگ | بروں خواہم فشاندن زیں دل تنگ
خردمندی کہ گفتارے شنید ست | فسون جادوئے پیشینہ دید ست
یقیں دانم کہ چوں بیند دریں حرف | بکم قدری کند قدر مرا صرف
بخندد کیں نہ با آں ہم عنانست | ولش معذور دارم کانچنانست
چو پیچد و تنندہ در یکے پود | اگر زنجیر باشد بگسلد زود
بموئے بگسلد تا خصم تارم | اگر سختش کند پیشش[۱] گذارم
برنجند ابلہاں از ہوشمنداں | کہ سگ را سگ تواند خورد دنداں
چہ باک از ناوک انداز غرض گیر | چو من از جاں شدم پرخاش آں تیر
بمرغ سنگ خواراں کو زند چنگ | فراخش کردہ باشد روزی تنگ
بجانم زیں دل بے حاصل خویش | کہ پیش آں گل افشانم گل خویش

---

۱ بکسر اوّل پس و بعد

خرد بیخود شود زین نقش بینی — که زنگی غازه مالد پیشِ چینی
زند صد قهقهه کبک اندرین باغ — که با طاؤس رقّاصی کند زاغ
بخندیدن درآمد خر بآواز — چو بوقی پیشِ طنبوری کند ساز
کشد چون کوسه بر ریش آوران ریش[1] — دو موئے را در اندازد بہ تشویش
در انصاف ست خوبی و تباهی — چو رفت انصاف میگو هر چه خواهی
ولے چون جوشِ طبعم گرم خیزست — خرد را در هوس بازار تیزست
درون صدر خنه شد زین آب خیزم[2] — خلاصم نیست تا بیرون بریزم
چو دیگ از گرمیِ خود گشت جوشان — کف از کامش برون ریزد خروشان
چو سیلے بر نگنجد در گذرگاه — ز زیرِ پل کند بالای پل راه
چو در کهسار دارد چشمه جا تنگ — شگافد سنگ و بیرون آید از سنگ
دلا چون غنچه لب بستن نه کارست — برون ریز ار بخاطر خار خارست
مگر خارے بود کو گل برآرد — نشاطے در دلِ مرغان درآرد
گلے تا نشگفد زین خار خارم — چگونه بلبلان را چشم دارم
بکار آرم کنون طبعِ گهر ریز — بکان کندن کنم پولاد را تیز
عجب نبود گر از کاویدنِ سنگ — گرامی گوهرے هم[3] آید فرا چنگ
ورق در پیچم از بسیار گفتن — که در سفتن به از خاشاک رُفتن

---

[1] ریش کشد - برنج کند   [2] آب خیز - سیلاب - طغیانی آب   [3] ح - بیم

نخواهم دل که بیش اندیش باشد — که از بیشی خصومت بیش باشد
چو بازان شو بکم گوئی فسانه — مگو بسیار چون کنجشک[۱] خانه
نظامی چون سخن ناگفته نگذاشت — ز خوبی گوهری ناسفته نگذاشت
مرا باد هوس کز جنبش گرم — ربود از پیش بینش برقعهٔ شرم
چو نگذارد که بر خود گیرم آن جوش — صداع اندک دهم بارے هم آگوش
دماغ از گفت ناخوش گیرد آزار — دل اندک توان زد چنگ بسیار
ز حلوا لقمه برگیرد همه کس — ز بهر که در نواله قطرهٔ بس
دران گنجی که بست از گنجه بنیاد — دگرگون کرد گنجور دگر یاد
من از شے چیده ام پیرایهٔ چند — درین گنجینه خواهم کردنش بند
که ماند تا قیامت پیکر آرای — عروس عالم از وی فرق تا پای
خداوندا چو زین فرزند چالاک — مبارک روی گردد مادر خاک
چنانش ده فروغ جاودانه — که باشد مردم چشم زمانه
نهد از ظلمت خاک از روائی — بهر خانه چراغ روشنائی
درین حرم گرفت خلق پیش ست — گرفتاریم خود تا اندوه بیش ست
در آموزم به تلقین در همه چیز — جواب خویش زان دیگران نیز
گواهی میدهد دل زان سرایم — که در حضرت قبول ست این دعایم

---

۱ کنجشکه بخانها ماند.

دربیانِ کواکب و افلاک فرماید

گر آگاہی خبر گوی اے خردمند — کہ چوں میگردد ایں گردندہ چند
چہ شکل ست ایں گہی بالا گہے زیر — کہ سیرش[۱] زود بینی ماندنش دیر
چہ گونہ است ایں بساطِ ظلمت و نور — کہ گاہی مشک بیز و گاہ کافور
اگر منزل زمیں شد آسماں چیست — دگر عالم ہمیں خاک ست آں چیست
کجا سر دارد ایں گردندہ دولاب — خیال ست اینکہ مے بینیم یا خواب
دریں چرخہ[۲] نظر کردند بسیار — بہ سر رشتہ نشد بر کس پدیدار
ہمہ جستند و گنجینہ نہاں ماند — ہمہ خوردند و دریا ہمچناں ماند
بسے اندیشہ را دادند پرواز — ازیں گنبد بروں نگذاشت آواز
دگر بیہودہ فریادے کند کس — صدائے باشد اندر گنبدی بس
زمینے کے شناسد کاسماں چیست — کسے کاینجاست کے[۳] داند کہ آں کیست
قدم تا بر فلک نتواں نہادن — فلک را چوں تواں مدخل کشادن
دریں اندیشہائے پیچ در پیچ — دروغ افسانہ بینی دگر ہیچ
نہ بینی[۴] راستی زیں کژ حروفاں — کہ بر باید کلوخ از قعر طوفاں
کجا داند فلک را رمز و تقسیم — دو نقشِ ہندسی بر لوحِ تقویم

---

۱ ح. گشتش ۲ چرخہ۔ آسمان ۳ ح. کے ۴ ح. نیابی

نه بینی هنرهای استادِ چالاک / که خود خاک افگند بر تختهٔ خاک

درین پرده نشاید نقش بینی / که نابینا نبیند[1] نقش چینی

مگر این تیز رو چرخِ[2] کلال ست / که حاصل زین روش مشتِ سفال ست

ورق چون بشکند عقل از چنین جا / که چرخ آنجا نماید کاسه اینجا

که گرد این کاسه گر زد نیست این ساز / دگر او ساخت چونش بشکند باز

بباید خاک را منزل بریدن / ازینجا بر فلک نتوان پریدن

ملک شو تا ستانی از فلک داد / که این تخته نخواندست آدمی زاد

تو پنداری که عالم جز همین نیست / زمین و آسمانے بیش ازین نیست

همین گرمی که در گندم نهان ست / زمین و آسمان در وے نهان ست

بر آن کنگر که قدرت را کمند ست / چنین لشکر خدا داند که چند ست

چه آگاهی که شب گردانِ این راه / کجا دارند هر شب نوبتی گاه

همان به کین ورق را در نوردیم / بگردِ فکرِ بیحاصل نگردیم

فرو بریم این خورشید سایه / سرِ بر عرش را بوسیم[3] پایه

دلا در دامنِ اسلام زن چنگ / که او دارد کلیدِ هفت اورنگ

برافروز ار توانی مشعلِ نور / که شب تیره است و مرکب لنگ و ره دور

گرفتم خود بجدول هاے مرقوم

ق همه احکامِ انجم گشت معلوم

---

[1] ن ق - ندوزد [2] آله کوزه گران که او را چاک گویند [3] ن ق - سائیم

چه سود این جمله چون در عالمِ پاک … نه انجم راه می داند نه افلاک
گزارش‌های این حرفِ ورق گیر … چه خواند باز با قانونِ تقدیر
بتانے کاندرین محراب گاهند … برین در چون من و تو خاکِ راهند
همان در زنے[1] که این خوبانِ فرخار … فراوان سبحه را کردند زنّار
رواقے کین کهن بنیاد دارد … که داند چند چون ما یاد دارد
فلک بتخانهٔ بس بلندے … نوشته بر سرِ بتخانه پندے
بعبرت چون در آن بیند خردمند … فرو ریزد ز دیده قطرهٔ چند
تو نیز اے یکشبه مهمانِ این در … حرفے چند ازان برخوان و بگذر
زمانے یاد کن زین جانِ دمساز … ازان رفتن که نتوان آمدن باز
اگر بیداریئے داری بیندیش … ازان خفتن که نتوان خاستن بیش
بخوابند ابلهانِ منکرِ هوش … بخفتن باز باشد چشمِ خرگوش
چو دهقان سر ز خفتن بر نیارد … همه خرمن بگنجشکان سپارد
جهان چاهیست ذی بن[2] بر سرِ راه … نشاید مست خفتن بر سرِ چاه
یکے افسانهائے خفتگان گفت … چو وا بینی فسانه گوی هم خفت
سخن باقی و شب در گفت و گو رفت … سفیده بر دمید مه فرو رفت
نشاطِ زندگانی شد به پایان … جنیبت پیش راند آشنایان

---

۱ فرض کن ۲ ح - پل

کجایند آں جوانمردانِ چالاک | کہ پیش از ما فرو رفتند در خاک
ازاں منزل نیاید کاروانے | کزاں گم گشتگاں گوید نشانے
چہ نازک سرو میدایں لالہ در باغ | مگر کز خوبرویاں[ل] دارد ایں باغ
ازاں خوش رنگ ہست ایں گلہائے خودروے | کہ از خونِ جواناں دارد ایں بوے
بنال اے بلبلِ مہجور ماندہ | بیادِ دوستانِ دور ماندہ
درین دوراں کہ سر تا سر خمارست | کسی کو مست باشد ہوشیارست
ہماں مستی کہ چوں از سر زند جوش | ازاں خم در خروش آید بیک نوش
ازاں مستی کہ چوں نو کرد بنیاد | سروشِ غیب گردد آدمی زاد
پس از جامے کہ یک قطرہ بہ ہشیار | نہ بخشند تا نہ گرداند نگوں سار
برافروز از شرابِ شوق سینہ | کہ ہست آں آفتاب ایں آبگینہ
مباش افسردہ چوں کرمِ شب افروز | کہ آتش پارۂ بینند بے سوز
جز از پروانہ ناید عاشقی خوش | کہ پا کوباں رود بالائے آتش
خدایا ہر کرا بوسیت زیں باغ | زیادت کن دلش را آتشِ داغ

دعائے عاشقانہ و فضایلِ عشق و اہلِ عشق

جہاں بے عشق سامانے ندارد | فلک بے میل دورانے ندارد

ل ۔ نازنیناں

نه مردم شد کسی کز عشق پاک ست — که مردم عشق و باقی آب و خاک ست

چراغِ جملهٔ عالم عقل و دین ست — تو عاشق شو که به زین جمله این ست

دلت بر گربه[1] گر مهربان ست — نشانِ صحتِ ایمان همان ست

دگر گربه[2] و گر شیرِ نبرد ست — بر پیشِ سگ اندازش که مرد ست

نداری گر ز عشق گربه سوز — وفاداری ز سگ باری بیاموز

اگرچه عاشقی و خودپرستی ست — همه مستی شمر چون ترکِ هستی ست

بعشق ار بت پرستی دینِ پاک ست — وگر طاعت کنی بی عشق خاک ست

نبی کم زان زنِ هندو درین کوی — که خود را زنده سوزد از پی شوی

بسا گبری که پیشِ بت به تسلیم — بزیرِ اره شد خوش خوش بدو نیم

تو کز عشقِ حقیقی لافی اید وست — خراشِ سوزنی بنمای در پوست

تو کز بانگِ سگی از دین شوی فرد — نداری شرم ازین ایمانِ بیدرد

چو قمری راه بی جفت پرواز — ز بستان در قفس رغبت کند باز

کبوتر در هوای یارِ چالاک — فرود افتد ز ابرِ تیره بر خاک

ترا گر پای در سنگی در آید — چو بیدردی ز دردت جان بر آید

فدای عشق شو گر خود مجاز ست — که دولت اندران پوشیده راز ست

حقیقت در مجاز[3] اینک پدید ست — که فتحِ آن خزانه زین کلید ست

---

[1] ح- گربه   [2] ح- دلت را گربه برد گربه برد دست   [3] تلمیح بقول مشهور المجاز قنطرة الحقیقة ۵

حکایتِ سلطان محمود و ایاز

شنیدستم که محمودِ جواں بخت — چو وقت آمد که در صحرا[1] نهد رخت
دراں تلخی که شربت نوش میکرد — نویدِ آں جہانی گوش میکرد
یکے گفتش ز مقبولانِ درگاہ — کہ گر ہست آرزوئے در دلِ شاہ
بگو تا دل کنیمت زارزو پاک — نشاید برد حسرت در دلِ خاک
بگریہ گفت مردِ جاں نہ پرداز — کہ اے مہمانِ یکدم را نواساز[2]
چو پرسیدی کہ در جانِ حزیں[3] چیست — بگویم کارزوئے واپسیں چیست
نظر تا می تواند بود بازم — بگردانید رخ سوئے ایازم
کہ یکدم در رخش بینم نہانی — برم با خود نصیبِ آں جہانی
طلب کردند یارِ نازنیں پیش — کہ تا ماتم کند بر کشتۂ خویش
ایاز آمد کرشمہ ساز کردہ — جہانے نیم کشتِ ناز کردہ
چو عاشق کامِ دل را دید حالی — بیک نظّارہ قالب کرد خالی
اگرچہ عشق خود آشوبِ جانست — سعادت نامۂ ہر دو جہانست
دریں کوئے اردری بتواں کشادن — نگویم پائے سر باید نہادن

---

[1] اے سفر عالم آخرت کند
[2] شاد کنندہ
[3] ح۔ غمین
[4] اے بجائے پا سر باید نہاد

ازین دردا چه زیر افتد سر مرد — فدا بادا سرِ من بهرِ این درد
چو سر در دم دهد زین باده ساقی — بهائے دردِ سر شکرانه باقی
خدایا باز کن راهم بکوئے — که زاں گلزار بتواں یافت بوئے
ازاں مے جرعۂ در کام ریزم — که تا روزِ قیامت مست خیزم

در نصیحتِ فرزند

الا اے مردمِ چشمِ گرامی — که چون سعدِ فلک مسعود نامی
چه نامے[1] کز درِ امید داری — سعادت نامۂ جاوید داری
امیدم هست کز جولانِ مقصود — ز مسعودی بمحمودی رسی زود
چو آید پایۂ عمرت بده سال — ز تو ده گونه فرخ شد مرا حال
چو زین بالا[2] شوی هم چشم دارم — که بالاتر شود هر روز کارم
همان شب یافت فرقم تاجِ شاهی — که لولوئے تو رست از گوشِ ماهی
کنون کت ده دهی شد سکّه پاک — زنم نه گانه بر نه[3] بامِ افلاک
چراغے چون تو اند دودمانم — چرا روشن نباشد چشمِ جانم
چو از روئے تو شد چشمم پر انوار — ز رویت باد یارب چشمِ بد دور
اگر بپذیری اے فرزانه فرزند — پدروارت بگویم نکتۂ چند

---

[1] ح ـ زنامے   [2] پایه   [3] اے هر چهار طبع و پنج حواس را بر نه افلاک رسانم

کنونت لوحِ دل پوشیده حرفست / خرد خُرد دست و نادانی شگرفست

کنم هرچندت آگه زین معانی / ندانی[1] قدر این را تا ندانی

چو شهد از سر که بشناسی سرانجام / شناسی قدر این لوزینهٔ خام

خدا آنروز هم روزی کنادت / که پندِ من دل افروزی کنادت

کسی را گو درین گیتی خردمند / که دل بر نکته دارد گوش بر پند

دل و گوشی که بی تمییز باشد / ستوران و خران را نیز باشد

چو در گوشی گران گوید کسی راز / کند گر دیگران را نیز آواز

نخستین پندم آن شد گر نیوشی / که جز در طاعتِ یزدان نکوشی

همیشه ز اعتقادِ پاک پیوند / خدا را بنده باشی نفس را بند

دران کوش از نیازِ سینه پرور / که دامن پاک داری آستین تر

مکن یارانِ ناپرهیز پیشه / در پرهیزگاری زن همیشه

بصفِ نیک مردان[2] شو کمان گیر / ز بدنامان گریزان باش چون تیر

بنعم دار همچون مومنان گوش / مکن چون کافران نعمت فراموش

در آب و گلِ مکار آن دانهٔ خام / که بار آرد پشیمانی سرانجام

چو در مغز او فتد جوشِ جوانی / عنانِ دل[3] بگردان تا توانی

چو شیران در شکار انداز مستی / چو خوک و سگ مکن شهوت پرستی

ن[1] ح ـ بدانی قدر آنرا گر بدانی   ن[2] نیکنامان   ن[3] گرد آر دل را

چو پیران پختگی کن گاهِ خامی / که نیک است از جوانان نیک نامی

درت پیری کند روزی خداوند / خدائی شو چو پیرانِ خردمند

بطاعت کوش چون روشن ضمیران / مکن کاری که نه پسندند پیران

جوان دیوانه باشد از همه روی / ز دیوانه بتر پیر جوان خوی

کمان را کوژ باید چون کمان بود / چو خواهد تیر گردد بشکند زود

اگر خواهی نکو باشی نکو باش / همیشه راستکار و راست گو باش

مترس از تهمتی گر راستکار است / که مرد از راستکاری رستگار است

گریزان باش ازان کژ یار بدکیش / که باشد راست دیدار و کج اندیش

رقم زن را ببین کو خط کشد راست / که چندان نقشِ کج را راستی خاست

مزاجِ کژ رها کن تا توانی / که تا با کج مزاجان در نمانی

دو کج را باشد از پیچش بسی پیچ / نیفتد راست را با راست پیچ

دو حلقه گردد از پیچش فراهم / دو سوزن در نیاویزند باهم

بگیتی بایدت خورشید روئی / چو صبحِ دومی کن راست گوئی

نخستین صبح کاذب بی فروغ است / سیه روئیش باداشِ دروغ است

کسی کو را هوس در جمعِ مال است / نشانِ راستی از وی محال است

بصدق آنکس تواند شاد بودن / که بتواند ز حرص آزاد بودن

امل را ره مده پیرامنِ دل / بنه نقدِ رضا در دامنِ دل

گرت خوردے[1] و پوشے ہست بجاے | زیادت را منہ بیرون در پاے
گرت در خانہ نانے باشد از جو | میفت از بہر گندم[2] در تگ و دو
بنانے صبر کردن پادشاہیست | دویدن در پئے گنجے گدائیست
امل در دل خردمندی[3] نباشد | سر برے بہ ز خورسندی نباشد
طمع را در ہمہ جا روے زردیست | خوی پیشانی آب روی مردیست
چو با کم سازی و افزون نخواہی | علم بر بام دولت زن کہ شاہی
مباش از بہر تخت و تاج محتاج | زمین را تخت دان و چرخ را تاج
گرت دندان بہم بندی بپرہیز | بمال مردمان دندان مکن تیز
بکش پیش ہمہ بے مزد خوانے | مخواہ از خوان کس بے مزد نانے
مہ از جام کسان در کام کردن | لوندی[4] را حریفی نام کردن
مریز اندر گل آن سیل شرابی | کہ در بنیاد عقل آرد خرابی
بجام مردمان سلبت[5] مکن سست | شراب لعل گون[6] خونابۂ تست
دگر گردد بزرگی نعمت اندوز | بخدمت[7] دام آن نعمت ہمی دوز
کرم را شکر گوئے زندگی باش | نمک را حق گذار بندگی باش

---

[1] سامان خورش و پوشش — [2] ن ح - دوادو — [3] ن خداوندی — [4] کون دہی و نامردی
[5] عاجزی مکن و اظہار فرومایگی مساز — [6] ن ح - تو — [7] غالباً دام دوختن بمعنی دام تیار کردن باشد
رادان کہ آن نعمت را از دام رہا کن

نه کمتر زان سگے کز مهربانی ... بود بر منعم خود پاسبانی
گرت باشد ز سلطانان فتوحی ... به بنگاهِ گدایان کن صبوحی
درت را قفل[1] بر درویش کن سست ... توانگر خود نه محتاجِ درِ تست
دهانِ مفلسان شیرین کن از قند ... که بر حلوا کند منعم شکرخند
شکم‌های تهی را پر کن از قوت[2] ... که مرغِ سیر را حنظل بود قوت
صلائے منعمان گفتن بخانه ... فریبِ طوطیان باشد بدانه
چنان دادی ببایدشکر کردن ... که بارے نانت می ارزد بخوردن
بمنت چشمِ مهمان را مکن ریش ... بنه منت ولے بر دیدهٔ خویش
چو پیلان باش پیشانی کشاده ... نه چون موران گره بر سینه داده
چو نتوان رفتنی[3] را داشت دربند ... گره بستن چو موران بر شکم چند
مشو بارے ترش رو تا توانی ... اگر شیرینی ندهد[4] تو دانی
بدهر از دوست روئے نام باشد ... که دشمن روئے دشمن کام باشد
چنان هم خویش را اکرم مکن نام ... که از سرمایه داری دست بر وام
کسے کز وام شیرین شد شمارش ... همیشه تلخ باشد روزگارش
نمی گویم که گر ندهی فرح نیست ... اگر باشد بده ورنه حرج نیست

---

۱ قفل سست کردن، قفل واکشودن ۲ غالباً این لفظ در اینجا به مثناة فوقانی باشد و آن در حقیقت شیرینی ترکه بارش را هم توت گویند ورنه قافیه درست نه گردد۔ اسیر ۳ ق۔ رفتنی ۴ ن۔ ندهی

ز حاجت بیش در دنیا مجو چیز وگر ناجسته یابی رد مکن نیز
چو گردد ابر دولت بر تو دربار فروتن باش همچون شاخ گلنار
بهستی به که خدمتگار باشی که خود در نیستی ناچار باشی
تواضع کن ولیکن با کم از خویش که با بیش از خودی لابد کنی بیش
چو دنیا[۱] باشد ار خواهی سعادت بخویشاوند پرسی گیر عادت
چه خوش گفت آن برادر با برادر که کن تعظیم خال از بهر مادر
گر از دنیا بسوی دین پناهی نیت خوش[۲] دار و مکن هر چه خواهی
نیت را گر ز حق باشد فراغی گیاهی را بود پاداش باغی
بخواهی آخر اندر کارها جوش توکل را مکن اول فراموش
بهر کارے که باشی تا توانی خدا را یاد کن باقی تو دانی ||

آغاز داستان خسرو و شیرین

بتاریخ عجم دانندهٔ راز چنین کرد این حکایت را سرآغاز
که چون خورشید هرمز رفت در خاک کشید اکلیل[۳] خسرو سر[۴] بر افلاک
جهان را خسرو از سر کار نو کرد کرم را در جهان بازار نو کرد

---

[۱] غالباً درینجا بجائے چو دنیا بدنیا باشد ورنه معنی صحیح نگردد [۲] اگرچه در اصل بفتح اول و تشدید یائے تحتانیست مگر فارسیان بتخفیف استعمال کنند [۳] ج۔ افلاک [۴] ح۔ بر

به ترتیب جهان بودے شب و روز — گهی لشکرکش و گه مجلس افروز

چو بیداران بپاس ملک و اسباب — ز بیداریش عالم رفته در خواب

سران از تیغ او اندیشه کردند — همه گرگان شبانی پیشه کردند

چنان آراست ملک از دانش و داد — که شهر آسوده گشت و کشور آباد

مقیمان زمین زان مهربانی — همه مشغول عیش و کامرانی

باشک و ناله کس ننمودی آهنگ — مگر چشم صراحی و رگ چنگ

چو شه را با رعیت دل بود راست — ز خواب خوش نیارد فتنه برخاست

هم از غارت رهد کالائے محتاج — هم از تاراج خصم ایمن شود تاج

زمینے کز خزان میرد نباتش — هوائے معتدل باشد حیاتش

بظلم شاه خلق از جان شود سیر — بود اشک گوزن از خندهٔ شیر

چراغ از روشنائی ارجمند است — چو در کالا زبان آرد گزند است

گیا را پرورش بخش آفتاب است — چو از گرمی کند خشکش عذاب است

کند آب از لطافت سبزه را مست — چو سیل آید درختان را کند پست

دهد باران بخوشه دانه چون دُر — چو بارد ژاله ریزد خوشه پُر

ز انصافے که دور خسروی یافت — بگیتی عهد نوشیروان نوی یافت

ولایت ضبط[۱] کرد از قاف تا قاف — ستمگاران فرو مردند ز اطراف

۱؎ ضبط سلطنت

نماند اندر جهان صاحب کلاهی — که در پیشش نرفت از دیده راهی
کله داری که سرکش بود و بیباک — سرش را با کله افگند بر خاک
خسان را پاک رُفت از هر دیاری — بگلزار زمین نگذاشت خاری
بجز چوبین که در ره خار بودش — وزان پای مراد افگار بودش
بُود از کین وران فرخنده ایّام — کس آهن دل تر از چوبینه بهرام
دلیری بود چون شیران بمستی — چو بهرام فلک در چیره دستی
بعهد هرمز از تیغ و خزاین — مُسلّط گشته بر ملکِ مداین
از او و رنگِ هرمز را نوی بود — که هرمز را سپهداری قوی بود
بگرگان[1] طغن کرده آن[2] دلیری — گهی شیری و گاهی شیرگیری
چو هرمز سوی خاقانش فرستاد — بکوشش ملکِ خاقان داد بر باد
رسید اندر مداین با[6]ده و گیر — کشیده پورِ خاقان را بزنجیر
گلو بسته بسی میرِ ولایت — غنیمت های چینی بی نهایت
چو آن فیروزمندی دید از شاه — تغیّر یافت اندر خاطرش[3] راه
ز خجلت کرد طعنِ بیکرانش — نوید پنبه[4] داد و دوک[5] دانش
ازین وحشت که در بهرام ره یافت — چو وحشی جست و روی از مروی تافت

---

[1] نام شهری و هم جمع گرگ می آید [2] ن ح. از امیری [3] ن ح. جالتش [4] محاوره خاص است گویا ترا پنبه و دوک مبارک باد [5] چرخه که بر آن ریسمان ریسند [6] دار و گیر

برون آمد چشم از نیروی خویش | حصار خویش کرد از بازوی خویش
ز طاعت گه بعصیان دور می بود | گهی پیدا گهی مستور می بود
چو بر هرمز سر آمد پادشاهی | ز خسرو تازه گشت آن کینه خواهی

رفتن خسرو از مداین جهت استیلای بهرام

بران شد کاتش دل بر فروزد | وزان بهرام[1] چوبین را بسوزد
بنودش بر عدو فیروزمندی | فراوان داد رایت را بلندی
اگر چه پایهٔ کسری نگهداشت | فراز تخت هرمز خوابگه داشت
نخفت آن اخگر در بسترش بود | مگس در توی پیراهن درش بود
دگر باره بکوشش گشت کین توز | که دشمن چیره میشد روز با روز
مصافی کرد چون فیروزمندان | ولی یاری نکردش بخت چندان
مظفر گشت خصم سرد مهرش | علم بشکست از آسیب سپهرش
روان شد با دلیری چند سرکش | دلش از شعلهٔ چوبین در آتش
مداین را درود بیکران داد | پس ادهم را به پرّیدن[2] عنان داد
همیرفت از طلبکاران نهانی | غبار آلوده چون باد خزانی
بسی روز از کشش در خاک و در سنگ | ز نعل رخش می برید فرسنگ

---

[1] نام امیر لشکر هرمز چون که او بغایت لاغر و ضعیف بود او را چوبین لقب کردند [2] نسخه - پوئیدن

برفتن همرکاب شاه شاپور — همی کرد از سخن کوته[1] ره دور
ز هر[2] در نکته و افسانه و پند — عبارت را بجان میداد پیوند
عجائب‌ها که دید از هر ولایت — همه میکرد[3] پیش شه حکایت
که در چین دیدم از استاد[4] پرکار — که کرده دایره بی دور پرگار
دگر دیدم ز روم از پیشه‌ورزان — که از بلور کردند آب[5] لرزان
ز زنگاری بدیدم نشتر[6] در کرخ — که گویی گرد کرد از تیشه چرخ
دگر دیدم در اقصای خطا هم — که ده نقاش سنگ آمد فراهم
ز بس دعوی که بی‌سنگ اوفتادند — بدعوی در میان سنگی نهادند
قرار آن شد که از یک ضربه گرگس — دونیم زد باشد از هم پیشگان پس
بنوعی هر یکی یک تیشه زد راست — که از ده زخم کامل پیکری خاست
ز سر تا پای او از هیچ روئی — بجز جان در نمی‌بایست موئی
ز چندین تحفه‌ها[7] گم گشت لب تر — ندیدم هیچ نقشی زان عجب‌تر
که در چین بود یار هم نقشبندی — کشیده[8] نقش شیرین بر پرندی
چو من جادوگرم در صنعت چین — گرفتم نسخه‌ای زان نقش شیرین
نمایم گر خضر را پایداری — دل اندر دیدنش بر جای داری

---

[1] ای از لطیفه گوئی راه دور را بخسرو آسان میکرد [2] ح- زر مزد [3] ح- یکایک کرد
[4] ح- زنگی [5] ای آب موجزن [6] ح- تیز [7] ح- گفتهائے [8] ح- بنشته

ازاں دعوی تعجب کرد پرویز — که نقشی کی بود زینساں دل آویز
بگفتش چند لافی از نگارے — دگر ارزد بداں بنمائے بارے
بفرمانِ ملک گویندہ درحال — نوردِ نسخہ را بکشاد تمثال
تماشا کرد شاہ آں پیکرِ چست — کہ شیریں جانے از[1] نقشِ قلم رُست
درونِ جانش تا پا کے در افتاد — بہر بندِ دلش چاکے در افتاد
ہمی دید آں خیالِ بوالعجب را — بدنداں می گزید انگشت و لب را
بکہبد[2] گفت کیں از روے نمونہ است — تعالی اللہ کہ آں صورت چگونہ است
ازیں صورت مرا شد کار دشوار — بگو تا چوں بود تدبیرِ ایں کار
بپاسخ گفت رنگ آمیز شاپور — کہ اے در سیرت و صورت ہمہ نور
شنیدم کز دہِ فرماں روائی — زنے دارد بارمن پادشاہی
امورش از رقم ہائے مسلسل — بتوقیعِ مہیں بانو مسجّل
بتی کیں[3] نسخت از روے در پزند است — نیابت دار او بختِ بلند است
مہیں بانو نمودارست برتخت — بدو دارد نظر بینائی بخت
برسمِ بندگاں پیشش کمر بند — ہمش بندہ است و ہم فرزانہ فرزند
بدیدہ خدمتش را برگزیدہ است — ہمش خاکِ رہ و ہم نورِ دیدہ است

---

[1] ن ح - نوک [2] بضم کاف وفتح بار موحدہ زاہد کوہ نشیں و بکسر اوّل صراف و گنجور - دریں جا معنی آخر مراد است [3] ن ح - آں

خلافش در دلِ بازو نیابد — اگر بندد جهان را در گشاید

کله داریست چون شاهان سرافراز — نه بر رسمِ عروسان مقنع انداز

بشکل آهو بدل شیرِ دلیرست — نگیرند آهوِ وحشش ازیرا که شیرست

سوارِ چیره گر رخشِ سبک خیز — فرو آید درآید در رکابِ تیز

خود آموزد هنرِ ناوک زنان را — ریاضت خود نماید توسنان را

بناوک موئے را صد شاخ کرده — به نیزه کوه را سوراخ کرده

بتاریکی زند از تیرِ قتّال — مگس را باسلیق[1] از پشه قیفال[2]

برش گر لطف چون درِّ یتیم ست — درونش آهن و بیرونش سیم ست

کشیده چون بچوگان آرزویش — شکسته دیدهٔ گردون زگویش

چو گویش خاکبوسی ساز دارد — بچوگانش از تواضع باز دارد

زهر حرفت که مردان راست درخور — همه هست از نکوروئیش برسر

جمالش خود صفت کردن نه راه است — که این صورت بدین معنی گواه است

نه تنها آفتاب از حسن و تاب ست — که در ضبطِ جهان نیز آفتاب ست

براقِ دولتش گر کین پے افشرد — سران را در زمین یکسر فرو برد

بعهدش هر که در سر کرد بادے — سرِ او برپرد بے ایستادے[3]

سران در راهِ او خاکے شمالند — که چون خاشاکِ شارع پایمالند

---

[1] نام رگے که از دل و جگر تعلق دارد [2] نام رگے که بسر و رو و گلو تعلق دارد [3] روک

نماندستش بگلشن هیچ خارے — که در دامانش آویزد بکارے
همه هموار گشته عرصهٔ سخت — چو کشتِ پر کلوخ از مالشِ سخت
چو نیزه سخت باشد داوران را — تهوّر بشکند زور آوران را
اگر سوهان نه دندان وار گردد — درشتیها کجا هموار گردد
درون چون پسته باشد آسیا سنگ — به پیکان چون کند با آسیا جنگ
سپه کش با خس و خارِ جفا جوئے — چو آتش روئے باشد از همه روئے
ملک چون پشت داد اهلِ وغا را — ز پشتِ کارد حک نتوان خطا را
اگر خاک از هوا آسیبے نه بیند — غبارِ هر زمینے کے نشیند
چنانست ایمن آن ملک از چنان شاه — که کس خارے نه بیند رسته از راه
ز شب تا روزگارِ آن جهانگیر — نشاط و مجلس ست و گشت و نخچیر
سرش هشیار و لعلش در شراب است — دلش بیدار و چشمش مستِ خواب است
خود اندر خواب تا زو عهدهٔ تخت — حوالت کرده بر بیداریِ بخت
به بسته با چنین عشرت پرستی — درِ شهوت به بیداری و مستی
از آهن کرده گنجِ خویش مسمار — کلیدِ کس نیاید بر درش بار
اگرچه از خوبروئی هست جفت — حدیثِ جفت نتوان پیشِ او گفت
چنان نخلے که گر تو آنش بر خورد — نباشد جز بباغِ شاه درخورد
جهان خسرو که مثلش در جهان نیست — حدیثش در همه عالم نهان نیست

چو خورشید ار بداں سو تابد از دور — مہ نو را کمالے بخشد از نور
سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست — چہ زیبا باشد ایں خاتم بر آں دست

رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہمدگر

چو صورت گر نمود آں صورت حال — بدام افتاد مرغ فارغ البال
ملک را در گرفت آں حال شیریں — کہ شیریں آمدش تمثال شیریں
سوے ارمن شتاباں شد سبک خیز — چو عنصر کو سوے مرکز دواں تیز
چو سایہ در سواد ارمن انداخت — بہر روزنے سہے در خرمن انداخت
بصحرا داشت شیریں گشت نخچیر — گہے از غمزہ آہو زد گہ از تیر
ز تیرش کز روش در خورد زہ بود — پلنگاں را بہ پیشانی گرہ بود
قضارا از اتفاق بخت قابل — مہ و خورشید شد باہم مقابل
بگرمی بسکہ دلہا مایل افتاد — نظر شد گرم و آتش در دل افتاد
برابر چشم بر چشم ایستادند — نظر ز دیدہ رو بر رو نہادند
شدند از تیر یکدیگر نشانہ — کہ بود آماج واری درمیانہ
بسے کردند تدبیر سخن ساز — ز حیرت ہر دو را بر نامد آواز

---

۱ بقبضہ آرد ۲ اثر کرد ۳ ن ح - مرکب ۴ ن ق - شود ۵ در نسخہ من بمعنی ہالہ است ۶ ہمایوں ۷ ن ح - رود در رد

نگه می‌کردش از گوشهٔ چشم — دلش پر[1] می‌نگشت از توشهٔ چشم

بسی میخواست دل بر جائی دارد — بطوفان بر زمین چون پای دارد

اگر دل[3] را عنان میداد جانش — کرشمه[2] باز پس می‌زد عنانش

چو نتوانست ازو دل را جدا کرد — جنیبت راند و دل بر جا رها کرد

ز بی‌صبری جفا میدید و می‌رفت — ز حیرت در قفا میدید و می‌رفت

رونده سرکش و جوینده بیحال — کبوتر می‌شد و شاهین بدنبال

چنین باشد گذر بر مرغزاری — سمن خیمه زده زیر چناری

اشارت کرد خوبان را که پویند — ز غزیبان[4] ره خبر باز جویند

دوید آزاده سروی شد خبر جوی — ازان بیگانگانِ آشنا روی

ملک فرمود تا شاپور[5] فرخ — بگوید در خور پرسنده پاسخ

جوابش داد شاپور از سر هوش — که بود راز ما در خورد هر گوش

اگر خود پرسد از ما بادی دهر — بگوییم آنچه داریم از جهان بهر

پرستار آنچه بشنید آمد و گفت — سهی سرو از خوشی چون لاله بشگفت

بخدمت خواند شاپور گزین را — نشاند و از جبین بگشاد چین را

بدو گفت ای دلم مایل بسویت ق نمودار خرد پیدا ز[6] رویت

کجا و کیستند این ره نوردان — چسان[7] دارد همی زینگونه گردان

---

[1] ح- بر [2] ق- گرفته [3] ق- اگرچه دل [4] همراهیان خسرو [5] ح- شاور [6] ق- ز رویت [7] ق- چنان

تواضع کرد شاپور خردمند — دعا را با تواضع داد پیوند

که ای نور سعادت در جبینت — سعود[1] چرخ[2] بادا همنشینت

خدا اندر سرافرازی و شاهی — بقا زان بیش بخشادت که خواهی

حدیثی را که پرسیدی درازست — صداع رایگان[3] دادن نه سازست

ولی چون ناگزیرست از نمودن — بگویم آن قدر کارزد شنودن

در آن فوج آن سواری کارمندست — فرس گلگون آن سرو بلندست

مگر تا سهل نه شماری شمارش — که نیکو می‌تناسد در نگارش

باورنگ عجم پوشیده مهرست — که شمع آفتاب آن سپهرست

سعادت بین که داد آن[4] سلطنت روی — که آمد نور آن دولت بدین سوی

بزرگان دولتش را نیز دانند — خطابش خسرو پرویز خوانند

چو شیرین نام خسرو کرد در گوش — نماند از ناشکیبی در سرش هوش

که بود از ره روان بشنیده نو نو — ز حد بیرون حکایتهای خسرو

گرفته در نهان با خویشتن راست — که او را خواهد ار ممکن بود خواست

نثار شاه را ره رفته میداشت — که مروارید خود ناسفته میداشت

بکار خویشتن هنجار می‌جست — تمنا را کلید کار می‌جست

موافق شد چو با اندیشه تقدیر — در آن اندیشه حاجت نیست تدبیر

---

[1] ح - قعود [2] ستارگان سعد همچو زهره و ماه وغیره [3] ح - نازکان [4] ق - که دارد چاکرائے

چو وقت آید که اقبال اندر آید باستقبال حاجتها برآید
چو خواهد کشته[ن۱] را از خوشه پُر بار همه در وقت بارد ابرِ دُربار
نباید در پیٔ دولت زدن گام که خود ناخوانده پیش آید سرانجام
ز بختی کآمدش ناخوانده در پیش مبارک دید شیرین طالعِ خویش
خرامان رفت با جانِ پرامید زمین را سایه شد در پیشِ خورشید
بصد تعظیم خاکِ راه بوسید فراتر شد رکابِ شاه بوسید
شد از شیرین چو دید آن تازه روئی شدش تازه ز سر دیوانه خوئی
سرش میداد دستوری خرد را بصد حیله فراهم داشت خود را
فرود آمد ز پشتِ اسپ چون باد چو سبزه بوسه زد بر پائے شمشاد
چو سر بر کرد در نظّارۀ نور بنا میزد چه بیند چشمِ بد دُور
جهانے دید از عشق آفریده جهانے پردۀ عاشق دریده
ازین سو این ز دیدن گشت مدهوش وزانسو آن[ن۲] ز گفتن گشت خاموش
۱ دو عاشق روئے در روست بدیدار نظر برکار ماند عقل بیکار
چو شیرین یاد کرد از خود زمانے ق کشید از راهِ شیرینی زبانے
که یارب این چه دولت بود ما را که ابرے چون تو مهمان شد گیا را
مگس جلّابِ شیرین را بود قید چه شیرینم که عنقا کرده ام صید

ن۱ ق. کشته   ن۲ ح - او ز حسرت ماند

بقطره کے رسد دریائے پرشور　　سلیمان کے خزد در خانهٔ مور
کجا در ذرّه گنجد مهرِ روشن　　که از تابے برقص آید ز روزن
چو آمد آفتاب از بیتِ معمور　　سزد گر کلبهٔ ما را دهد نور
سخن را کرد خسرو باز بستے　　کز آسیبِ فلک دارم شکستے
هر آن مردم که او را مردمی خوست　　نخواهد بارِ خود بر گردنِ دوست
مرا خود هست بر دل بیکران بار　　شما را هم چه گردانم گرانبار
مرا کاریست اینجا بوم بر بوم　　همائے خویش خواهم راند تا روم
چو زانجا باز گردم شاد و خندان　　شوم مهمانِ لطفِ ارجمندان
بزاری گفت شیرین کای دغاباز　　چو دل بردی ز من چندین مکن ناز
اگر خورشید بر پایم زند بوس　　ز پشتِ پائے خویشم آید[1] افسوس
چو خود می بوسم اکنون پشتِ پایت　　تو پشتِ پا زنی شاید ز رایت
ملک از حسرتِ آن لعل چون قند　　زد اندر پائے شیرین بوسهٔ چند
پس آنگه گفت با صد گونه زاری　　ق　　که اے در دل نشانده تیرِ کاری
من از عطفِ عنانِ مطلقِ خویش　　ترا می آزمودم[2] در حقِ خویش
وگرنه من کجا آن پاے دارم　　که از کویت برفتن رائے آرم
بود زنجیر اسیران را گلوگیر　　مرا در گردنِ جانست زنجیر

لہ[1] ح- خیزد- افسوس　　لہ[2] ح- ازمایم

چو در شستِ خود دم بستی[1] چو ماهی — کشاں می بر بهر جانب که خواهی
نوائے نو در آغازِ جوانی — بهم چوں آتش و باد دمانی
چو رازِ عاشقاں زینگونه شد فاش — عنایت گفت حیرت را که خوش باش
شکر لب گفت با خسرو که هاں خیز — چو دولت سایه بر فرقِ ما ریز
برآمد بر صبا آزاد سروے — چو بازِ جرّه[2] بر پشتِ تذروے
رواں گشتند در ایوانِ شیریں — که تا خسرو شود مهمانِ شیریں
فرستاد آگهی شیریں سوے تخت — که سوئے دولت آمد میهمان بخت
همیں با نوازاں دولت خبر یافت — که مه در منزلِ پرویں گذر یافت
باستقبال پیش آمد چو شاهاں — بجاے آورد شرطِ نیک خواهاں
طریقِ خدمت از غایت برون برد — نثار افشاں بایوانش درون برد
بزرگانرا فرود آورد هر جاے — ملک را بر سریرِ دولت آراے
برسمِ خسرواں مجلس بیاراست — خردمنداں نشستند از چپ و راست
نسیمِ می شد اندر جاں نوازی — درآمد ساغر اندر بوسه بازی
پیاله بر دبیر رسمِ ظریفاں — زمیں بوسِ صراحی با حریفاں
خراماں گشت ساقی باده در دست — مے از می مست و میخواراں ازو مست
زهر سانے که در آواز می شد — سرِ قرّابه[3] مے باز[4] می شد

---

[1] ق۔ بروی [2] بازند [3] صراحی وشیشه باده [4] ح۔ ساز

شده در دل شگافے زخمهٔ راز   بدل دوزی روان ابریشمِ ساز

بطانِ بادهٔ مرغانِ آتش   بشادی گریه می کردند خوش خوش

چنان دراج و مرغ از سوز بگریست   که آتش ز اشک شان می مرد و مے زیست

سپندے گشته هر سو آتش افروز   سرودِ گرم و رقصش از پی سوز

بخور انگیزے عودِ[۱] قماری   معطر کرده گردون[۲] را عماری

ز بوئے خوش که جان از دست میرفت   فرشته میرسید و مست میرفت

چو ماهِ چارده بنشسته خسرو   پری وش در تواضع چون مهِ نو

لبش میخواست مهمان را دهد نوش   کرشمه بانگ بر میزد که خاموش

ز خاطر رخصتِ دوری نمی یافت   ولیک از ناز دستوری نمی یافت

گه این جان پاره کرد آن پرده می دوخت   گه آن دم داد و این در پرده می سوخت

نبود اندر میان گستاخ روئی   که در گنجد هوس را کاجوئی

تمنا کو بدل قاروره می سود   برشوتِ خونِ دل میخورد و می بود

نظر مستغرقِ دیدار مانده   وکیلان را خرد بیکار مانده

برون می جست هر دم جانِ بیتاب   زبان میداد امیدش که مشتاب

دو مستِ شوق رازان هم شرابی   بظاهر مستی و باطن خرابی

بدینسان تا بشام از اوّلِ چاشت   مے خوردند کز جان چاشنی داشت

---

۱ عودیکه منسوب به قریهٔ قمار است و آن شهریست از هند   ۲ اوج گردون

چو آمد در غنودن چشم خورشید — بمرقد رفت چون ضحاک جمشید
ملک را خوابگاهی راست کردند — که از چرخ اطلسی درخواست کردند
شراب و عشرت و نقلی مهیا — کنیزان پنج و شش[1] همچون ثریا[2]
ملک در خوابگه شد باده در سر — هوای سوسن آزاده در سر
همه شب مانده بودش چشم بر راه — که طالع از کدامین سو شود ماه
رطبها دید رغبت کم فزودش — [3]که تلخش بود چون شیرین نمودش
ببوی گل همی خورد از درون خار — بیاد گنج می‌پیچید چون مار
صنم در خوابگاه خویشتن نیز — نبرا مانده بود از هوش و تمییز
ز رنگ نام خون در پرده می‌خورد — ولیک از پرده‌داران پرده می‌کرد
دو مشتاق از غم دوری مشوش — فراقی در میان چون کوه آتش

اظهار عشق خسرو به شیرین

چو صبح از پرده آه عاشقان کرد — برون زد شعله گرم و دم سرد
دگر ره باز شیرین مجلس آراست — حریفان جمع گشتند از چپ و راست
دو بیدل باز در زاری در آمد — جگرها در جگرخواری در آمد

---

[1] پنج و شش - چند در چند
[2] ثریا - نام شش ستاره‌های خرد
[3] ق - که تلخی چون بود
[4] لے بغضب غصه می‌پیچید

ز نوشِ ساقیان و نغمهٔ ساز   می از دلهای صافی گشته غمّاز
ز آهی کز دو غم پرورده میخاست   حیا را اندک اندک پرده میخاست
دران صحبت که شوق از حد برون بود   ز روزِ اوّل آمیزش فزون بود
بدین گونه ز جانان تا بروهند   همی بودند صابر روزکی چند ۱۱
نم اندر گل اثر میکرد تو تو   ز سیلِ[1] تند میرفتند جو جو
چو طوفان موج سر بر زد ز پستی   خلل ره یافت در بنیادِ هستی
چنان شد دیگهای پخته[2] در جوش   که از سر ها فرو افتاد سرپوش
شبی زاندوه دل باهم نشستند   سخن[3] را قفل و دل را بر شکستند
نخست از دیده خسرو خون تراوید   پس آزارِ جگر بر دل تراوید
بشیرین گفت کای چشم مرا نور   مشو زینگونه نیز از مردمی دور
که مهمانِ خودم خوانی ببازی   پس آسوده آئی از مهمان نوازی
نه مهمانِ شکم گشتم بکویت   که جان از دیده شد مهمانِ رویت
وگرنه تا بقا را خم نیاید   شکم داری کسی را کم نیاید
مرا حلوای شیرین کی کند سود   کزان حلوا نمی بینم بجز دود
نه لب شیرین ز نامِ قند باشد   ز بوی باده مستی چند باشد
چه سود از اطلس و زیبا زبر پوش   بماهی چو نتوان کرد بر دوش

---

[1] ح- که سیل تند بر میرفت   [2] ق- تفت   [3] ق- سخن را قفل دل برهم شکستند

بخیلاں را ازاں کسوت چه خیزد | که اندر طبلهٔ ناپوشیده ریزد
غریبے را چو خواندی بر درِ خویش | بمحرومی نشاید راندن از پیش
ولے آنکس که زاد از بختِ محروم | نیابد بهره بیش از رزقِ مقسوم
چو نبود لقمهٔ روزی نه کرده[1] | برون اندازی از لب نیم خورده
چرا نبود مرا دلسوزی از تو | که تا اکنوں ندارم روزی از تو
دلم خوں شد ز دوری[2] چند بینم | جدائی در حضورت چند بینم
بروزم چوں رسد شبہائے دیجور | که باشی روز با من شب ز من دور
چو سرخاباں[3] ز تقدیرِ خدائی | بروز آمیزش و شبها جدائی[4]
چو پیش آوردی از لوزینه خوانے | رہا کن تا کنم شیریں دہانے
چو خوانی تشنه را بر چشمه سارے | بتر کردن لبے بگذار بارے
شکر پاسخ شد از پاسخ شکر ریز | که شیریں باد از من عشقِ پرویز
ہمه آتش بسوئے خود مکن ساز | که داری در پئے سودا دو انباز
دگر تو ناصبوری کن تو دورم | چه پنداری که من یعنی صبورم

ل[1] ح - به پرده ل[2] ح - دولت [3] بضم اوّل نام طائر معروف که باب نشیند و چوں ماده اش بخلاف تمام طیور بوقت معهود خون حیض آرد اورا سرخاب گویند [4] اظہار قدرت عجیبه صانع عالم ہی که سرخاب تمام روز متصل یکجا اور شب کو جوڑا اور ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اور یه نئی تشبیه ہی استاد سخن ناسخ نے بھی اُردو میں اس مضمون کو بطرز خاص لکھا ہی ؎

فاصلِ سرخیٔ لب ہوگئی سنجر یہ مسی | شام کی ہوتے ہی سرخاب کا جوڑا ٹوٹا

بجانِ تو کہ در جانِ وفا دوست | تو جانم گشتہ و جانِ من پوست
شب و روزم دل آنجا و تن اینجا | تو آنجا زار می باشی من اینجا
چرا خوش نایدم با چوں تو یارے | گرفتن کامے از بوس و کنارے
و لے ناموس و ننگِ بادشاہی | فتد ز آسیبِ فسق اندر تباہی
بنا پرہیز در میانِ خاصہ و عام | نکو ناید[1] حرام[2] ام و حرمتِ[3] تام
مرا زینگونہ می باید ہمی سوخت | کہ عصمت چوں بدرد کم تواں دوخت
ملک گفتا کہ با ایں رغبتِ گرم | توقف از پئے عارست با شرم
سرت گر شد کلہ در در ہمہ چیز | کلاہی و سرے داریم ما نیز
بتابستاں ببیں بے آبیِ جوے | کہ گرد و باز دریائے بہ سوئے
بہ بے برگی ببیں درختِ چمن را | کہ برگے ہم دہد سرو و سمن را
گر اکنوں ما نہ عیشِ تازہ داریم | امید از بخت بے اندازہ داریم
ور آخر خواست کردن دشمنی فاش | تو اندر دوستی با ما یکے باش
ہمہ یارند بہرِ قسمتِ گنج | کسے یارست کو قسمت کند رنج
دگر بارہ شکر لب گفت بارے | کشیم از دیدہ رنج چوں تو یارے
ہر انچہ از دستِ ما خیزد زیاری | بفرما تا کنیمت جاں سپاری
نیاریم از بسر بارے کشیدن | توانیم از قدم خارے کشیدن

---

[1] ح. بہم [2] ناروا [3] ارجمندی۔ یہ اہلِ ہند کا محاورہ ہے [4] ح. بید [5] ق. کاسے [6] باد موسم خزاں

ورت گردے ز دل شستن ندانیم　　غبارے ز آستین رفتن توانیم

ورت در جنگ نتوانیم یاری　　توانیمت دعا خواندن بزاری

بپوشید است زیر آبگون رود[۱]　　هم[۲] گنجشک آتشگاهِ نمرود

نه من زان میکشم دامن ز رایت　　که روزے چند تنگ آید قبایت

ازان بالاتر آمد نورِ خورشید　　که گردد از کسوفِ ذره نومید

ولے من دارم این لوزینه تا دیر　　کز اندک لقمه چشمت[۳] شود سیر

چو باز از طعمه برگشت سرمست　　بخواندن باز کے گردد سوی دست

دلم زان کرد سنگِ[۴] خویش پیدا　　که معیارِ زرت گردد هویدا

چو خالص بنیت سازم گلوبند　　وگرنه در گداز آرم دمے چند

زرت چون پخته شد سازم بناکام[۵]　　بزرِ پخته نرخِ نقرهٔ خام

فراوان کرد خسرو کوششِ گرم　　نشد پولادِ یارِ سیمبر نرم

ضرورت خواست از شیرین بزاری　　وثیقت[۶] را طریقِ استواری

که جز خسرو نخواهد جفتِ دیگر　　وزین گفته نباشد گفتِ دیگر

شکرلب گفت این خود گفتنی نیست　　چنین دُرے ببازی سفتنی نیست

چه پنداری که گر من رام گشتم　　بگفتِ نفس بے آرام گشتم

---

۱ آسمان　۲ غالباً مراد از گریه ابراهیم که بظاهر همچو هم گنجشک کم قدری بود مگر آتشگاه نمرود را پوشیده کرد

۳ ن ق چشمم　۴ ایهام بقدر خویش　۵ ن ق سرانجام　۶ استواری عهد

نه من آن آهوم کز راهِ مستی | چو خوک و سگ کنم شهوت‌پرستی
مرا بر خویشتن هست آن قدر زور | که بنشانم تنے شوریده از شور
حریف ار آبِ خضر آرد نگیرم | وگر خود مردنی[۱] باشم بمیرم
بسویت زان عنان دادم هوس را | که از یک جفت[۲] نبود چاره کس را
دگر بر تو کسے دیگر گزینم | به از تو[۳] کیست کو را برگزینم
مهِ نو گر دگر جا دیدے اُمید | نگشتے کجه و پستش پیشِ خورشید
کنون سوگندِ فرّخی[۴] میکنم یاد | که گیتی جفت جفت افگند بنیاد
که تا روزے که خواهم در زمین خفت | بجز خسرو نخواهم در جهان جفت
وگر جانِ مرا غارت کند نقد | زمن نگشایدش یک عقد بے عقد
بآسان هم بعقد اندر بیایم | دلش را تا فراوان نازمایم
چو شه دید آنچنان سوگند و عهدے | دگر در کام دل ننمود جهدے
بزلف و عارضش قانع شد از دور | ببوئے[۵] دل نهاد از مشک و کافور

قصدِ سفرِ خسرو بجانبِ قیصرِ روم و اظهارِ شیرین

حلاوت‌سنجِ شیرینِ شکرخند | چنین برداشت مهر از حقّهٔ قند

---

۱ قابلِ مرگ ۲ معمول طریقهٔ اربابِ ننگ و نام ۳ ق - به از تو نیست گر شوهر گزینم
۴ ق - خوردی ۵ عادت کرد و راضی شد

که با خسرو چو شیریں بست پیماں … که ایں بلقیس گردد آں سلیماں
ملک[1] بر رسم اوّل چند گاہے … بمہر از دو رمیکردش نگاہے
ہمے میکرد دل را آتشیں دود … ز لب دریا کش از دل تشنہ می بود
بشیریں گفت میدانی که کارم … پریشانست ہمچوں روزگارم
مرا در ملکِ خود کارے در افتاد … رسیدم با تو کارے[2] دیگر افتاد
کنوں کامیدم از تو یافت یاری … بملکم نیز ہست امید داری
گرفتم از رخت فالِ مبارک … که تا چم باز گردد سوئے تارک
گرم دستوریِ باشد ز رایت … برآرم سر بر روم از زیرِ پایت
سپہ بستانم و رانم بہ تعجیل … بمالم بیذقِ[3] چو ہیں تہ پیل
بہ نیزہ بر درم ہفت آسماں را … لباسِ تنگ پوشم دشمناں را
بدیں تیزی که گردم[4] خصم را شلخ[5] … من و لبہائے شیریں شے تلخ
چو خار از راہِ خود یک یک بچینم … بفارغ خاطری با گل نشینم
صنم گفت ارچه ما طاقت نداریم … که وامانت ز دست آساں گذاریم
ولے چوں ہمّتِ بیدار داری … بہ آں باشد که با ایں[6] کار داری
چو مرد از پاسِ دشمن شد ستاں گیر … نباشد دوست کش گردد عناں گیر

---

[1] ح۔ مگر [2] ق۔ تا بہ کارے [3] پیادہ۔ پیادہ کو پیل سے پامال کرنا شطرنج کا ایک خاص ایہام ہے

[4] ق۔ چو پشم [5] پست کندن [6] ق۔ تو روتی دہ

تو در[1] ده نو کن اساسِ پادشاہی | کہ من خود با توام ہر جا کہ خواہی
چو کشتی آتشِ دشمن کشفتہ است | نشاطِ دوستاں جائے ترفتہ است
اشارت کن بابروئے چو چوگاں | کہ من از سر دوم[2] چوں گوئے غلطاں
قرارِ کارِشاں چوں محکمی یافت | دلِ خسرو ز شیریں بے غمی یافت
ہمیں بانو دو ہمجولاں ہم داشت | کہ ہر یک دو یکی در دہر کم داشت
یکے شبگوں کہ نامش[3] کردہ شبدیز[4] | گرو بردہ ز صرصر در تگِ تیز
سیاہی خنگ[5] گردوں را عناں گیر | بدو و از آتشِ خویش آسماں گیر
دوم گلگوں[6] ہمائے در ہوا بود | کہ گرم و نرم چوں بادِ صبا بود
ز آتش پا[7] بپیش نعل اندر آتش | گہے رفتن[7] چو آبِ تیز رو خوش
تو گوئی مہد را ہر یک بافسوں | کشیدند از دہانِ مار بیروں
صنم فرمود کاوردند در حال | برسمِ خدمتی[8] پیش آں دو ہمسال[9]
ولیکن در زمانہ نیست پنہاں | متاعِ مور و درگاہِ سلیماں
متاعِ من کہ سر تا پا[10] کسادست | سلیماں وار بپذیر ارچہ بادست

---

[1] ق ۔ تو رونق دہ [2] ق ۔ نداں دوم [3] شبدیز کو شبگوں کہنا اظہار واقع کے علاوہ دلچسپ تقریب ہے [4] اسپِ سفید رنگ [5] شبدیز خنگ گردوں کا عناں گیر ہے اور گلگوں صبا رفتار۔ تناسب لفظی معنوی قابلِ داد ہے [6] بیقرار [7] آتش پا ہونے پر آبِ تیز رو کی طرح سبک خرام ہونا کس درجہ لطیف خیال ہے اور پاکیزہ استعارہ ہے [8] ہدیہ [9] ہم عمر [10] ح ۔ سرتاسر

بخواہش گفت مارا برگ آں نیست ‌ کہ آید خدمتے در خورِ شاں نیست

چو مورم[1] من کہ از بس ہوشمندی ‌ کنم پیشِ سلیماں باد بندی[2]

چو شہ دید آں دو بادِ تنگ[3] بستہ ‌ صبا[4] را ابر دو گونہ رنگ بستہ

دراں نظارہ حیراں ماند تا دیر ‌ نمیشد چشمش[5] از دیدارِ شاں سیر

نظر سوئے سوادش بیشتر بود ‌ کہ نورے زاں سیاہی در بصر بود

بگفتش بود بر من بیکراں بار ‌ کنوں[6] خود بیشتر گشتم گرانبار

چو آرد گرد شد بیزت بمن باد ‌ بسانِ سرمہ در چشمش کشم شاد

چو خاکے بر کند شد بیزت از پائے ‌ بسانِ[7] سرمہ در چشمم کند جائے

خدا بخشم دہد تا بے کم و کاست ‌ توانم عذر چندیں مردمی خواست

بگفت ایں و جبیں بکشادہ چوں بدر ‌ پذیرفت از مہِ خویش آں شبِ قدر

برآمد ہمچو مہ از شامِ دیجور ‌ سوادِ سایہ شد خورشید پُر نور

بروں راند آں شبِ فرخندہ زاں بوم ‌ مبارک رشئے شد بر قیصرِ روم

زریشِ دل بمژگاں جوئے خوں داد ‌ پس از دل ناوکِ چوبیں بروں داد

---

[1] ق - چو مورم مسکر از من ہوشمندی ‌ [2] بقدرِ سخنہائے دور از کار ‌ [3] دو بادِ تنگ بستہ شد بزدگانگ

[4] یہ ایک مصرعہ ہزار اشعار کا جواب ہے اور اس کی خوبی بیان سے باہر ہے۔

[5] ق - نمیشد چشم او از دیدنش سیر ‌ [6] ق - کنونم بیشتر کردی گرانبار

[7] ق - بسانِ روح در جسمم کند جائے

پیوستن خسرو بقیصرِ روم و لشکر کشیدن ایں و شکست دادن بہرامِ چوبین

چو قیصر دید زاوجِ پایۂ خویش — چناں خورشیدی اندر سایۂ خویش
بتاج و تخت دادش سرفرازی — کمر بربست در مہماں نوازی
پس از چندے بخویشی فرّہ دادش — یدامادی کلہ بر سر نہادش
زقدِ مریمش[1] چوں نخل[2] بر داد — وزاں نخلِ ترش خرمائے تر داد
چو دریا لشکرے دادش فراپیش — کہ بنشاند غبار دشمنِ[3] خویش
غبارِ قلب دریا خیز بودش — کہ دریائے غبار انگیز بودش
رواں شد شاہ با قلب[4] و خزاین — ز قسطنطنیہ شد سوئے مداین
خبر بردند بر بہرامِ سرکش — کہ خسرو میرسد چوں کوہِ آتش
نکرد از چیرگی[5] در دل ہراسے — مقابل گشت چوں ناحق شناسے
دو لشکر روبروئے دررو ساز کردند — بکوشش بازوئے کیں باز کردند
بخونریزی رواں شد تیرِ دلدوز — برآورد از دل و جاں ہائے شاں سوز

ن[1] ق - خویش
[2] مریم کے ساتھ نخل کا ذکر ایک خاص ایہام رکھتا ہے اور پھر اس کے سلسلہ میں خرمائے تر نے اور زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے
ن[3] ق - لشکر
[4] فوج میانہ کہ خاص تر باشد
ن[5] ق - خیرگی

دهن[۱] در گوش مردان کرد سوفار — سخن می گفت کاینک نوبت کار
سنان جاسوسی[۲] دلها نموده — زبانے داده وجانے ربوده
ز تیر[۳] اندازی زنبورک از دور — مشبک سینه‌ها چون خانهٔ زنبور
نے ناوک ترانے زار میکرد — نوائے او بدلها کار میکرد
خدنگ از سینه دل میکرد غارت — کمان میکرد از ابرو اشارت
مبارز تشنه و شمشیر می گشت — بخون آشامی از خون[۴] سیر می گشت
باستقبال مرگ از تیغ خوردن — همی شد پائے کوبان سر ز گردن
جگرها کز پلارک[۵] چاک می شد — بگردون بانگ چاکاچاک[۶] می شد
همی خندید زخم از گردن[۷] مرد — بگریه خنده[۸] خونین همی کرد
بگرمی بوستان چون برق گشته — میان آب و آتش غرق گشته
ز خشت[۹] آهنین هر سو حصارے — ز رنگین نیزه[۱۰] هر سو کوهسارے
اجل و من بکشتن چست کرده — زمین نیفه[۱۱] بخوردن سست کرده

---

۱ ایک خاص واقعہ کی کیسی واقعی تصویر ہی کہ تیراندازوں نے جو تیروں کی سوفاروں کو زہ کمان تک کھینچا ہی تو گویا تیر اپنا منہ اُن کے کانوں سے لگا کر کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا وقت آگیا ہی ۲ تیروں کی نوکیں دلوں کو تلاش کر رہی ہیں اور وہ زبان دے کر جان لیجاتی ہیں ۳ زنبورک دراصل بندوق کی ایک قسم ہی اور غالباً اس جگہ مراد تفنگ سے ہی جو ایجاد اہل ہند ہی اور اُس سے تیراندازی کرتے ہیں ورنہ معنی میں اشکال ہوتا ہی ۴ ق - از خود ۵ تیغ دہم جوہر تیغ
۶ چکاچک آواز زخمہائے تیغ ۷ ح - ہیکل ۸ ح - بخندہ گریہ خوں نیز کرد ۹ نیزہ کوچک ۱۰ ق - آہن
۱۱ نیفہ سست کردن یعنی کمر سست کردن است

جنیبت بس که آتش پا[1] ئے گشته   هلالِ نعل پروین زائے گشته
زبانِ تیغها از چاکر و میر   شده در کاسِ سرها چاشنی گیر
تنِ افتادگاں[2] میدا و در گل   صلائے[3] کرگساں از دیده و دل
تنگ هائے که میگشت از سناں سیر   چو برگ گند[4] نامیخورد شمشیر
شده خسرو بکیں جوشاں تر از نیل   چو کوهِ آهنیں بر کوههٔ پیل[5]
به پیرامن بزرگانِ سپاهش   ز چشمِ تنگ[6] با آهن بسته راهش
بزرگ امید بارائے فلک تاب   نهاده چشم بر چشمِ صطرلاب
نظر سوئے فلک[7] پرتاب[8] کرده   فلک در چشمِ اصطرلاب[9] کرده
چو طالع رازمانے دید فرخ   به پیلِ شاه کرد از فرخی رخ
بشه[10] گفتا که دولت را ثبات ست   بران پیلت که دشمن شاه[11] ماتست
روان[12] شد پیل شه با سرفرازی   بیک شه پیل برد از خصم بازی
بدانسو تعبیه[13] زاں گونه بشکست   که مهره رائگاں[14] شد دست بر دست

---

[1] گھوڑے کے آتش پا ہونے پر اُس کے ہلال نعل کا پروین زار ہونا واقعی واقعہ کے ساتھ کس درجہ بلیغ مضمون ہے۔
[2] خاک و خون میں پڑے ہوئے مقتولوں کے جسم بسر و چشم کرگسوں کو آواز دیتے تھے۔ جدت کی کوئی حد نہیں ہے۔
[3] ق- صدائے   [4] گندنا گیاہیست ہچو سیر که برگش به تیغ کشیده می نماید   [5] کوهه پیل ہچو کوهه شتر
[6] راه چشم بد با آہن بسته مبالغه زیادتی اسلحه است   [7] مراد از فاصله دور و دراز   [8] ق- بیتاب   [9] ترازوی آفتاب که آلهٔ نجوم است   [10] پیل مات کا لطف اہلِ شطرنج سے پوچھیے   [11] ح- پیل ماتست
[12] شه و پیل و برد و بازی کا ایہام فصاحت کے ساتھ کس درجہ خاص بات ہے۔
[13] آراسته و ساخته   [14] مفت و بیقدر

ازینجانب حریف از برکرانه — همیراند اسپ[1] خود خانه بخانه
مبارز سرنگون از زین همی گشت — بدینسان[2] بیذق[3] فرزین همی گشت
بخون در مهره گردون زمین سنج — چو رنگین مهره از یکسوی شطرنج
بساتن پیش شه کاندر گل آمیخت — حریفش گوئیا[4] مهره فرو ریخت
شد از خون حریفان خطرناک — بساط[5] روئین از شطرنجی خاک
دو رویه کاسه بیذ[6] قفا نهاده — دو نیمه رخ شده سرها فتاده
شه از منصوبه[7] رندان سپه را — کزان منصوبه[8] بر او افتاد شه را
چو خود را در تنزل دید بهرام — ببرد آن زلزله از جانش آرام
فرو گشته[9] پشیمان راه برداشت — خرد را حمله کرد[10] و آه برداشت
گریزان می شود خسرو بدنبال — رونده سرکش و جوینده قتال
بسے چون باد پے درپے دویدش — بصحرا در زمین گردے ندیدش
شکسته لشکر او فوج در فوج — ز خون[11] آمد بدریا موج در موج
شه آن سرگشتگان را بار میداد — بجان و مال شان زنهار میداد
چو زینسان از شکوه بخت فیروز — ق — مظفر گشت بر خصم سیه روز

---

[1] وہی شطرنج کا سلسلہ جاری ہے [2] پیادہ کا فرزین ہوجانا بازی شطرنج کا کمال ہے [3] ن ح - بدینسان بیذق از فرزین ہمی گشت [4] گویا از بازی فرو ماند [5] ن ح - بساط روی ازان شطرنج چون تاک [6] پیادہ۔ [7] بصنعت ایہام تخیل اہلِ شطرنج [8] مات گردید۔ اہلِ شطرنج کے تلازم و تناسب کو کلیتاً ختم کر دیا۔ [9] ن ق - خرد گشتش رفیق و راه برداشت [10] اے بر خرد حملہ نمود [11] ن ح - زجوی

بدار الملک شه با صد[۱] روائی — ز سر نو کرد اساس پادشائی
برآمد بر سریر ملک شادان — چو خورشیدی که تابد بامدادان
خرد را مایه داد از کارسازی — بدشمن سوزی و مخلص نوازی
سپه را شاد کرد از نعمت و جود — رعیت را براحت کرد خشنود
چنان کرد از جهان گرد ستم دور — که شد خاک درش در دیدها نور
ز دولت گرچه فرخ بود روزش — ز چوبین خار خاری بد هنوزش
نگیرد سهل هرگز صاحب تخت — غم دشمن خصوصاً دشمن سخت
غم دشمن ز دشمن بیش[۲] کینه — که بیرونست دشمن او[۳] بسینه
خله[۴] چون چوب[۵] از بیرون تراشند[۶] — خله در دل نگر تا چون خراشد
بترس از کینهٔ[۷] ار نیم کشته — که بدکیش‌تر بد مار نیم کشته
چو بهرام از سیاست گاه خسرو — عنان را در هزیمت داد و[۸] شد رو
نه بدزان ترکتازی هیچ یادش — بجز در حد ترکستان ستادش[۹]
رها کرد از میانه کشوری چند — دران کشور در آمد با سری چند
برسم چاکران چون سخت[۱۰] ساقان — کمر بربست بر درگاه خاقان

---

۱ رواج و رونق ۲ ق. گشته ۳ ق. غم سرشته ۴ آله سر تیز نوکدار مثل سیخ و نیزه
۵ ح. پوست ۶ ح. خراشد ۷ اسپ بد فرض می کنند ۸ عنان را پیرو دادن غالباً بمعنی
ان گذاشتن است فافهم ۹ قرار ۱۰ (سخت ساق هر دم قیام دار)

چو لشکرکش سپه بدکار فرمای — ز خاقان نامزد می شد بهر جای
فراوان داد در کوشش عنان را — هم آخر در سر آن کرد جان را
زمانه بازی کان باکسان باخت — چو آمد وقت او با او همان ساخت
شبے روز از بریدان سبک خیز — خبر می شد ز حالش سوی پرویز
چو در دل مردن چوبین یقین دید — بنای دولت خویش آهنین دید

در افتادن خزینهٔ روم بدست خسرو پرویز

چنان خواندم درین دیرینه منشور — که چون خسرو بهرام را کرد مقهور
بشاهی[۱] با دل آزاد بنشست — غم از خاطر بشست و شاد بنشست
چنان از تیغ کرد آفاق آرام — که گشت از نیمروزش[۲] عرصه تا شام[۳]
چو از کین شسته شد هرمز[۴] نیوش — روان شد حکم تا دریای روش
چو آن نیرو جهان را گشت معلوم — بلرزید از نهیبش قیصر روم
ز نزدیکان خسرو نیز چندے — که در دل داشتند از وے گزندے
یکے گشتند[۵] با خسرو نهانی — که با قیصر کنندش بدگمانی
ازان گردندگی[۶] قیصر خبر یافت — به بیشی کار خود را وقت در یافت

---

۱ ق. بشادی ۲ همان ولایت سیستان ۳ نام ولایت ۴ منزل و مقام
۵ متفق شدند ۶ گردش زمانه

ز دیگر خبیراں بودش باخلاص | طرفدار حبش در دوستی خاص
پس از چند آزمون[1] شهریاری | یکے گشته در رهنما ز استواری
چو دید آں بستگی مرد خردمند | کشاد[2] از گنج زریں آهنیں بند
بکشتی کرد گنج بیکراں بار | ز رے کز وے شدی دریا[3] گرانبار
چو مالا مال شد بحر از خزانه | ز روم اندر حبش کردش روانه
پر از دیبا و زر هفتاد کشتی | چو گلهاے تر از باغ بهشتی
ز گوهر شصت کشتی چوں ثریا | تو گوئی مایه بیروں داد دریا
دگر بر نقره صد کشتی سراسر | که هر یک بود با دریا برابر
بخازن گفت کیں سرمایهٔ ملک | ق | که هم ملکست و هم پیرایهٔ ملک
بجنباند جهاز بارکش را | رساند زود سلطان حبش را
بگوید کاعتماد آں دل پاک | مرا دل داد کیں گنج خطرناک
کنی اندر امانت زینهاری[4] | کا ماں در زینهار روزگاری
امانت داد وقت در پرده راز | برهم هنگام حاجتمندیش باز
رواں شد خازن آزاد و برفت | که اسپ[5] چوبیش از [illegible]
مخالف گشت روزے قوت باد | همه کشتی زره یک جانب افتاد

---

[1] آزمایش و امتحان   [2] بست و کشاد و گنج و زر کا تقابل قابل دید ہے   [3] ن ح کشتی
[4] ق کنم اندر امانت زینهارے   [5] اسپ چوبی کشتی

همی شد هر یکی پرنده چون طیر — چو ماه نو فلک خیز[1] و تک سیر
بدینسان تا رسید از جنبش تیز — بانطاکیه[2] در سرحد پرویز
خبر بر شاه رفت از معبر[3] آب — که روزی بر در آمد زود بشتاب
اشارت کرد شه کانجا شتابند — خدا آورد[4] ها را بازیابند
طلبگاران روان گشتند دلشاد — بسوی گنج باد آورد[5] چون باد
ز دریا بر کشیدند آن خزینه — چو لولو ز آب[6] باده ز آبگینه
رسانیدند از ایشان باده[7] در بر — بقصر خسرو از گنجور قیصر
چو کالا را بعرض آورد گنجور — زمین تا آسمان روشن شد از نور
ز دُر دیدند دریائی نهاده[8] — ز زر کانی بهر جائی نهاده
گهرهائی همین دیدند انبوه — نه در دریا شود حاصل نه در کوه
دران نظاره بینش[9] خیره می شد — نظر گه روشن و گه تیره می شد
فرستاد از پئی نظاره خسرو — سوی گنج کهن گنجینهٔ نو
خزینه با خزینه شد بهم خاص — دو دریا را بیک جا کرد غواص
ازان مایه که در دولت قوی یافت — دل پرویز نیروی قوی یافت
چراغ ملک را روغن ز مال ست — بقای مملکت بی زر محال ست

---

[1] اسم ظرف ترکیبی [2] نام شهری از شام [3] ساحل بندرگاه [4] بجائے خداداد [5] گنجینه بادآورده بود [6] ح۔ مهر بر سر [8] کثرت در روزر [9] ح۔ دران بینش که اختر خیره می شد

گدا باشد ملک بے زر خدائی[1] — نیاید از گدایان پادشاہی

سپاه[ن۲] آراستن لشکر کشاں را — زر انفنجی[3] است یکسر زرکشاں را

نه بے زر لشکرے گردد فراہم — نه بے لشکر زر آید نیز باہم

بزرگاں گر بسر افسر نہادند — اساسِ مملکت بر زر نہادند

ولیکن نے زر از بہرِ خزان[ن۴] ست — که بہرِ نام و ننگِ جاودان ست

ز بہرِ آنکه گر صلحست و گر جنگ — کفافے را ندارد[ن۵] بر چشمِ تنگ

چو ماند لشکری بے توشه ناچار — بناکامی شود با دشمنے[6] یار

ز بس واجب چو بر قدرِ کفافست — زیادت گردد و ورنه معافست

تصرّف کردِ گنجِ قیصری شاه — ندادِ اندیشهٔ[7] خویشی بخود راه

بتاج و تخت خویشی در نگیرد — بخیلِ گرگ میشی در نگیرد

کند غارت دلیرے را دلیری — برد شیرے شکار از چنگِ شیرے

ملک را رسمِ شاہی خود ہمین ست — که با ہم بازوے[8] خود در کمین ست

بباید پُر دلی کز بازوے[ن۹] خویش — زند بر سینه با ہم پہلوی خویش

چو شه ترساں بود در ہر شمارے — ز ترسنده نیاید ہیچ کارے

بضمۂ زر   ن۲ ح. زره بغجنت یکسر سرکشاں را   ۳ الفنج. نعت غیر متعارف مشابہ ترکیب الفاظ عربیہ معرفت مصدر الفنجیدن کا امر یا حاصل مصدر یا اسم مفعول جس کے معنی مصدری جمع کردن و اندوختن و برہم چیدن یہاں معنی اوّل مراد ہیں   ن۴ ح. خزانست   ن۵ ق. کفافی را نباشد چشم بر سنگ   ۶ خیال دامادی زنکند   ۸ حریف ہم پایہ   ن۹ ح. نیروی

پسندیدست ترسِ پادشاهان / ولیکن از پئ بهرِ دادخواهان

خسر[۱] بود ار چه خسرو را شهِ روم / ولیکن نخلِ مریم[۲] بودش از موم

چو او خرمای نخلِ راستین داشت / بنقلِ این و آن در آستین داشت

همه کس نخلِ شیرین را گزیدست / نه نخلِ موم کز شیرین بریدست

نغمه سرائی باربد به بزمِ خسرو و گنجِ بادآورد با و بخشیدنِ خسرو

ملک بنشست روزے خرّم و شاد / ببخشش گنجِ بادآورد بگشاد

ز زینت هر نگه را ساخت گلشن / ز موجِ زر زمین را کرد روشن

درافشاند[۳] اندران باغِ بهشتی / کفِ دریا وشش کشتی بکشتی

همه روز آن خزانه شاد میداد / ز آبش[۴] (دستِ پرویز) بستد و بر باد میداد

همی گفت آنکه ننهد خود زرِ خویش / چنین تاراج بیند گوهرِ خویش

دهم به یا بریزم در مغاکش / که از یادش برم بدهم بخاکش

ببانگِ کوس میداد از در و بام / صلائے عام بر هر خاصه و عام

چنان شد خانه و کو پر خزاین / که کس مفلس نماند اندر مداین

---

۱ بنودی ترس خسرو از شهِ روم — بالضم هر دو پدر شوهر و زن

۲ همان نخل خرما که مریم هنگام درد زه با و پناه گرفت و از برکتش سر سبز گردید۔ و نخل مریم از موم زیبا و آراسته یا بیقدر

۳ ق۔ زر افشاندے دران

۴ بست ز بادش

ازان بخشش که داد آفاق را بهر　　مثل شد گنج بادآورد و در دهر
سخن گویان سخن را تازه کردند　　ثنا[ن۱] ها ربلبند آوازه کردند
فراوان ریخت از لولوی منثور　　بدامان بزرگ[۲] امید و شاپور[۳]
نواسازی که بودش باربد[۴] نام　　نوائے[۵] ساخت آن رود انگبین[ن۶] دام
نهاد از زخمه[۷] چون بر زر تمامش　　نوائے گنج بادآورد نامش
چو در مجلس فرایش کرد از عود[۸]　　برآورد از دماغ عاشقان دود
دل شه را که بد ریش اندرون[ن۹] تر　　بهر زخمه خراشے یافت بر سر
هر آتش کان نوا در جانش افروخت　　زیاده روغنش میداد و میسوخت
چو کار عاشق از غم زار باشد　　شود دیوانه گر هشیار باشد
دو چیز افزون کند در عشق آتش　　شراب جان نواز و نغمهٔ خوش
بسے کز وے کشاید دل فقاعے　　بمی باز آید او یا در سماعے
سماع و عاشقی و مے پرستی　　سبب شد هر سه چیز از بهر مستی
چو این هر سه مستی جز یکے نیست　　نی ار با ما درآمیزد شکے نیست
درآمیزند باهم شیر و جلاب　　نیامیزد بیک جا روغن و آب
دو هم پستان شمر انگور و انجیر　　کزان شکر توان خوردن ازین شیر

ن۱ ق - ثناهاے　۲ نام ندیم　۳ نام مصور　۴ نام مغنی　۵ نوائے انگبین دام
نوائیکه انگبین از وشیرینی بوام میگرفت وانگبین قام بنظر نیامده　ن۶ ق - انگبین قام
۷ مضراب　۸ نام خوشبو وساز　ن۹ ق - ازدرون

چو در خسرو نوای نو اثر کرد / هوای دلبرش زیر و زبر کرد
چنان بر بار بد خوش گشت جانش / که یکدم خواست بخشیدن جهانش
معلق پیش ایوان بود یک سر / ز مروارید شادروان قیصر
به تری هر دری چون قطرهٔ آب / که در دریا بود آن قطره نایاب
بچرخ از لو لوی پرتاب می شد / دهان ابر ازو پر آب می شد
اشارت کرد کین ابر گهر بند / از آن تست هان بگشا و دربند[1]
بگفتش کز دهان چون تختی در / بدین در کن دهان بار دگر پر
زمین بوسید مرد گوهرین ساز / ز ایوان کرد شادروان در باز
بخود اندازهٔ دیدن خسرو را / که حالی یافت آن گم کرده خود را
بحیرت گفت کای ابر گهربار / نسنجد کفهٔ[2] من[3] این قدر بار
تو خود پر خواهی از گوهر دهانم / ولی کی گنجد این در در دهانم
چنین گنجی بجیب ما نهادن / بود در قطرهٔ دریا نهادن
شهش گفتا کزینها چند گوئی / مکن چون تنگ چشمان تنگ خوئی
کسی کز قسمتش روزی فراخ است / برش زین باغ رنگین شاخ شاخ است
دهنده می شناسد کو چرا داد / که هر کس را چه می باید عطا داد
برو خوش خور که افزون می دهد چیز / که افزون‌تر تواند دادنت نیز

ل۱ ح- بربند   ل۲ پلهٔ ترازو   ل۳ ح. کف یزدان

زهی بخشش[1] پیدا گنج هستی است — مرا صورت مکن کاین بت پرستی است
طرب در مطرب آورد آن دم رست — گر انسار از عطای شاه برخاست
نوا را نام شادروان بره بود — که آن پرده ز شادروان شه بود
نوائی ساخت از پی طبع کش تر — بسی از گنج بادآورد خوشتر
بشادی برد شادروان بخانه — زبان تر کرد در دیگر ترانه
چو مرواریدها بر سر فشاندش — که شادروان مروارید خواندش
بآرایش چو آن ذیل گهر یافت — که شادروان مروارید تر یافت
بدرگاه ملک شد خاک بوسید — چو زهره دامن افلاک بوسید
بشه گفت از پی زین حضرت پر — بخشش برد[2] شادروانی از دُر
در ایوان آورید[3] از شان دیگر — ز مروارید شادروان دیگر
به تری هر دری چون آب باران — سزای گوشوار[4] تاجداران
بگوش شه کنم گوهرفشانی — به بخشش[5] از گوش را باشد گرانی
شهنشه بیش از آن کو باده[6] در گشت — هم از آواز ساقی بی خبر گشت
نوا برداشت مرغ ارغنون ساز — بصد جادو زبانی تند فسون ساز
دل شه کز کشش مطلق عنان بود — کشان شد هم بدان جائی که جان بود

---

[1] ق- زهی بخشش باشد انچه هستی است   [2] ق- باد   [3] ق- اورندان شان   [4] ح- گوشهانی
ش نام زیوری که بگوش اویزند   [5] ق- به بخشش   [6] بمعنی باده نوش

بیارا ارچہ کشش بسیار بودش | ولیکن نخل مریم[1] خار بودش
نہالے با ہوائے یار می ساخت | بامید رطب با خار می ساخت

وفات یافتن مریم

شناسائے معانی موبد[2] پیر | چنیں کرد ایں سخن[3] در نامہ تحریر
کہ چوں خسرو شد گنجینۂ روم | خلافش رومیاں را گشت معلوم
چو غالب گشتہ بود از تیغ کیں خواہ | نداد اندیشہ را با خویشتن راہ
زمانے پوزشے[4] کاندر حرم کرد | ز مریم چند گاہ او نیز کم کرد
ز شیریں عیش مریم بود چوں تلخ | ازیں کاہش فتاد آں ماہ در سلخ
بہ تن عیسیِ جانش ماند[5] بے دم | تنش چوں رشتۂ مریم[6] شد از غم
ز بیماری بہ بستر خفت ماہی | وزاں پس جست دیگر خوابگاہی
ملک بایست و نابایست برخاست | بصد شادی بساط ماتم آراست
دل از سودائے شیریں در غم افگند | بہانہ بر فراقِ مریم افگند
بگریہ کش خروشِ دمبدم بود | خروشش از یاد مریم بر حرم بود
بماتم کرد پیراہن بسے چاک | ولیکن در ہوائے یار چالاک

---

[1] نخل مریم ہماں نخل خرما کہ در زماں ولادت حضرت عیسیٰ ببرکت عفت مریم سرسبز و بار آور گردیدہ و دریں جا باضافت بیانی مراد از مریم دختر قیصر روم کہ در عقد خسرو پرویز بود۔ اسیر [2] حکیم و دانشمند مجوس۔ دریں جا مراد مورخ [3] ح۔ ایں خبر [4] عذر [5] ق۔ بود بے نم [6] ہماں رشتۂ مریم کہ از باریکی خود تاب تہ نداشت

بشیرین کاری اندر پردهٔ[1] چندے | ترش[2] می بود همچون دردمندے
بپرخاش شکر[3] در شام و شبگیر | شتابان گشته پیکان نیز[4] چون تیر
چو شیرین دید کز خس رفته شد راه | به بے صبری شتابان گشت چون ماه
رسیداں دُرّ بے قیمت[5] بدریا | چو خور در پرده و مه در ثریا
درون آمد به خلوت گاهِ مقصود | چمن بے خار دیده شمع بی دود
گلشن نو شد خزان[6] را باد بنشست | بآزادی چو سرو آزاد بنشست
جهاندار از نسیمِ گیسوئے دوست | چو غنچه خواست بیرون افتد از پوست
ز هر جانب که دولت رخنه[7] داشت | خود از پولاد و ندر یک پا بنهشت[8]
بفارغ خاطرے شد مجلس افروز | قدح می‌خورد و خوش می بود هر روز
کمر بسته بتانِ نازنینش | شکرخندی چو شیرین همنشینش
یکے گشته دو شمع روشن از نور | بگرد اگردشان پروانه شاپور
اگرچه خوشدلی کردند تا دیر | نگشتند از جمالِ یکدگر سیر
دران عشرت که آلایش برون بود | نشاطِ عاشقی هردم فزون بود
بتجرید شهوت آن کو عشق بازد | که هرگز عشق با شهوت نسازد
غرض باشد محبت را چو در پوست | محبت با غرض باشد نه با دوست

---

[1] ق ـ بزم   [2] هم بهر دو حرکت ضمه صحیح   [3] ق ـ غرض   [4] ق ـ چو پیکان پے تیر
[5] بجائے دُرِ بے بها   [6] اے بادِ خزاں دور شد ـ و این تعقید سخت مکروه است
[7] ق ـ رخنه گرد اشت   [8] ق ـ خبر داشت

ملک بود از مزاجِ دلبر آگاه — کہ نتواں خوشہ چید از خرمنِ ماہ
نبردے دست بر خرما و انگور[1] — بدیداری قناعت کردے از دور
دو سلطاں کرد و یک کشور آرام — بدل گشتہ بگیتی تیغ[2] با جام
بداین گرچہ زارمن دورتر بود — دو صاحب جاں یکی شد دربدر[3] بود
میانِ ہر دو کشور زان فر و معمار — ازینجا تا بدانجا گشت بازار
ہمہ معمور شد ز آرایشِ دہر — ولایت با ولایت شہر با شہر
طرب کردند آں ہر دو جہانگیر — گہے در بزم و گہ در دشتِ نخچیر

عشرت خسرو و شیریں برلبِ شہرو
دو افسانہ گوئی

شبے ہمچوں سوادِ دیدہ پرنور — ہوا عنبر فشاں چوں طرۂ حور
زمانہ برگِ عشرت ساز کردہ — فلک درہای دولت باز کردہ
فرو مردہ چراغِ صبحگاہی — نشاطِ خواب کردہ مرغ و ماہی
مقیمانِ زمیں در پردۂ راز — عروسانِ فلک در جلوۂ ناز
کواکب درمیان سرمہ تاب — درست افگندہ مروارید شب تاب
کشادہ شب دریں طاوس گوں باغ — دمِ طاوس[4] را بر سینۂ زاغ[5]

---

۱ بلب وہاں یا بکنار و آغوش ۲ ق شمع ۳ مقابل ۴ یعنی کواکب ۵ یعنی سیاہی شب

فرو برده زمانه جام جمشید[1]   شده مه در زمین مهمان خورشید
ز زلف شب که دامن بر زمین سود   بساط خاک گشته عنبرآلود
ببازی در هوای عنبرانگیز   معلّق زن شده مرغان شب‌خیز
شده زهره بصد دستان غنون ساز   ثوابت را برقص آورده ز آواز
ز قصر آهنگ صحرا کرد خسرو   کشیده بارگه در سبزهٔ نو
لب شهرود[2] و مطرب زخمه[3] در رود   غبار غم جهان را کرده پدرود
برستهٔ لاله و گل خرگه[4] شاه   چو بر نطع[5] کواکب خرمن ماه
بساط سبز و تر بر سبزهٔ پاک   فلک را ساخته همخوابهٔ خاک
معنبر شمعهای مجلس افروز   گشاده در دل شب روزن روز
بخور مجمر از عود قماری[6]   زده ره بر نسیم نوبهاری
صبا کانجا عبیر انداز میگشت   بپای پس[7] هم از ره باز میگشت
سپند[8] از سوز خود پرشور میشد   ز دودش دیدهٔ بد کور میشد
نهانی مجلسی کز هیچ سوئی   بجز محرم نمی گنجید موئی
ملک را داده گردون و تماشت   بشارت نامهٔ مقصود در مشت
صنم با او برسم دل نوازی   نشسته بر سریر سرفرازی

---

۱ آفتاب ۲ نام رودیست در عراق ۳ مضراب ۴ خیمهٔ بزرگ ۵ فرش حریر
۶ قسمی از عود ۷ پای پس یعنی که بزمین پسپا تیز رود و پس ماند ۸ دانه که برای دفع نظر بسوزند

بگردِ تختِ خوبانِ سرائی[1]   ز چهره داده شب را روشنائی
ازیں سو دہ غلامِ نازک اندام   ز جعد از بہرِ دلہا بافته دام
نسیم و لاله و گلرنگ و شمشاد   گلاب و الور و میمون و نوشاد
دگر طاؤس کز خوباں گرو برد   دگر جوزا که پروین پیشِ او مرد
وز آلسوده عروس نازپرورد   ز چشمِ بد ندیده روئے شاں گرد
بهار و سوسن و گلنارِ گلبوے   زلال و کوثر و پروین همه روئے
همائے قرخ و مینوئے دلکش   نشاطِ تازه و سیّارهٔ خوش
به پیشِ تختِ شاپورِ هنرسنج   مهیّا چوں کلیدے بر درِ گنج
کنیزے بود دیگر مشتری نام   که خوردے مشتری بر یادِ او جام
ز طفلی تا جوانی یارِ شیریں   به شیرینی نیابت دارِ شیریں
نشسته شاد و خنداں پیشِ شاپور   چو شمعے کو دہد پروانه را نور
چو اسبابِ غرض باشد مهیّا   بود خانه ز مردم چوں ثریّا
مبادا هیچکس را تنگیِ حال   که سایه نیز گریزد ز دنبال
بها چنداں[2] بود گل را بگلزار   که باشد بر سوادش[3] برگ بسیار
چو خالی شد ز سیم و زر کنارش   بروئے خاک بگذارند خوارش
چو بے برگ از خزاں شد گلبنِ باغ   نه بلبل بر سرش بینی و نے زاغ

---

[1] محاوره طبع زاد ہند است   [2] علم کلام کے ساتھ اظہار واقعات   [3] ح - گرد گردش

بریشم[1] زن رهِ عشّاق میزد سرودش بر دلِ مشتاق میزد
کرشمه ساز کرده ساقیِ مست ز غمزه ناوک[2] افگن شست در دست

خرامان جام برکف چون تذروی شگفته لالهٔ بر شاخِ سروی

زمی مغزِ بتان را جوش میداد رطب را چاشنیِ نوش میداد

ازان سیمین بران هر خوش خرامی خیالی داشت پنهان با غلامی

سخن گویان بغمزه دوست با دوست هوای دل همی گنجید در پوست

بسی گشتند دل را برقع انداز ق که پوشند آرزو در پردهٔ راز.

نشد ممکن که در هر لابه[3] و بوس مژه غمّاز بود و چشم جاسوس

ز ابرو گشته هر موی زبانی ز هر لب خنده شرحِ داستانی

ازان دلها که صیدِ یکدگر بود دو صید انداز بیدل را خبر بود

اگرچه شهریار و شاه بودند ولیک از دردِ عشق آگاه بودند

غمِ هر یک یکی را صد گرفتند قیاسِ کارِ عشق از خود گرفتند

چو گشت از جامِ نوشین فتنها خوش فتاد اندیشه را نعل اندر آتش

بخواهش گفت شه با مهربانان ز جان بیرون دهید اندوهِ[4] جانان

پس آنگاهی بتعظیمِ خداوند وثیقت یاد کرد و خورد سوگند

بنازِ نرگسِ رعنای شیرین بچشمِ خویش و خاکِ پای شیرین

---

۱ مطرب ۲ گرفت سوفار ۳ چاپلوسی وخوشامد
۴ ح - آشوب

که نارم سر بگرمی هیچ راهی — که من هم زین نمد دارم[1] کلاهی
کسی کز راستی بینم شمارش — مراد او رسانم در کنارش
صنم کش نیش هجران ناوکی بود — درین اندیشه با خسرو[2] یکی بود
چو خوبان یافتند این استواری — زبانها باز بست از پرده‌داری
ز مستی و خوشی با دلبر[3] خویش — برون میداد هر یک گوهر خویش
نسیم اول بطیبت غنچه بشگافت — که وی[4] باد بهار آنسو گذر یافت
مرا از خود ربوده طرفه کاری — که بر باد نسیمی را بهاری[5]
بهار از سوی دیگر گفت خندان — که بستان بی نسیمی هست زندان
اگر بر بوی اویم نیست بیمی — که باشد هر بهاری را نسیمی
درآمد لاله[6] رنگین بگفتار — که می گشتم سحرگاهان بگلزار
دلم را سوسنی[7] بگرفت در زیر — زبانم داد و بر من راند شمشیر
بآزادی زبان بگشاد سوسن — که در باغی شدم با بخت روشن
بجام لاله عشرت ساز گشتم — قدح ناخورده بیخود باز گشتم
سخن را رنگ و بوی داد گلرنگ[8] — که در مستی بگلناری[9] زدم چنگ
چو شد در مغز ازان گلنار بویم — روان شد اشک گلناری بر رویم

---

[1] کلاه نمد کلاه درویشانه و در اینجا مراد آن که من ازین حالت خبری دارم - ایسر [2] موافق
[3] ح - ہمسر [4] ق - که وی [5] نام کنیز [6] نام غلام [7] نام کنیز
[8] نام غلام [9] نام کنیز

بخنده گفت گلنارِ شکرخند — که بر جان بارِ جرمِ عشق تا چند
نه دل آنکس بسینه سنگ دارد — که صبر از عاشقِ گلرنگ دارد
چو شانه صد زبان بکشاد شمشاد[1] — که آمد ساقی و دولت بمن شاد
زلالے[2] ریخت اندر کامِ من دوش — که کردم چشمهٔ حیوان فراموش ‖
زلالِ خوش زبان بکشاد کامروز — گذشتم بر یکے جوئے دل افروز
رسیدم زیرِ شمشادے که جُستم — چو بنشستم بپایش از خود[3] دست شستم
چو دورِ کوثر[4] آمد گفت کامشب — بشادی جام را کرده لبالب
گلابے[5] یافت با من آشنائی — که ناممکن بود از وے جدائی
گلابِ صاف گفت آن آشنا را — که در شیشه مکن زینگونه ما را
گلابنے[6] را رسد نیکو بیندیش — که در کوثر چکاند قطرهٔ خویش
برون داد انور[7] از دل چشمهٔ نور — که خواهم نیست در شبهائے دیجور
چنان شد دیده در پروین[8] اسیرم — که گر پروین نهان گردد بمیرم
بخنده گفت پروین تنگ و تاخت — چو دولت چشمِ انور بر من انداخت
جمالِ من از و نورے بکف کرد — که مه با نورِ خویش از وی شرف کرد
سخن برداشت میمونِ[9] خجسته — که بودم شادمان روئے نشسته

---

[1] نام غلام [2] نام کنیز [3] بیخود گردیدم [4] نام کنیز [5] نام غلام
[6] ق. گلابے کے بود نیکو بیندیش [7] نام غلام [8] نام کنیز [9] نام غلام

همای[1] سایه کرد از اوج بر خاک — که من میمون شدم زان سایهٔ پاک
همای بخت[2] فرخ گفت کاری — فسون در خور بود با سایه داری
چو میمونی تواند بود جایی — که ماند استخوانی از همایی
لب نوشاد[3] نیز از شادی نو — ز سرو تازه کرد آزادی نو
که جانم را ز شادی ناگزیر است — که از بختم نشاط[4] در ضمیر است
نشاط از عشق پنهان پرده بگشاد — که غم های کهن دارم ز نوشاد
دلش از من نشاط آباد خواند — مرا از روی بت نوشاد خواند
بزاری خنده زد طاوس[5] کافسوس — که بی مینو بماند زنده طاوس
نه چون طاوس گشتم گم درین باد — بجز مینو رسد شخصی بفریاد
درآمد حور مینو نام در گفت — که مینو کی شود طاوس را جفت
رقیب من که مینو را هند خار — مگر رضوان که هم دیو است و هم مار
سخن بر داشت جوزا[6] کاندرین دل — مرا سیاره[7] کرده است منزل
سعادت بین که چون در ماه در آید — همان سیاره در جوزا در آید
بجوزا کرد رو سیاره و گفت — که جوزا به بود سیاره را جفت
من آن سیاره ام کاندر روائی — ز جوزا دارم اوج روشنائی

---

۱ نام کنیز ۲ ن ح- اوج اختر ۳ نام غلام ۴ نام کنیز ۵ نام غلام
۶ نام غلام ۷ نام کنیز

چو دور آمد بشاپورِ سخن گوی روان کرد از لطافت آب در جوی
که در خوابم نموده است آسمان دوش که گوی مشتری[1] دارم در آغوش
مرا زین یار خوش نیک اختری باد عطارد را قرانِ مشتری باد
بپاسخ گفت ماهِ مشتری نام کزین افسون نگردد مشتری رام
که یارد[2] کرد سوی مشتری راه مگر بر آسمان خورشید یا ماه
بزیبائی منم آن نقشِ جماش[3] که سوهم رد نیاید هیچ نقاش
همه را نقش بر ایوان نگارند ولی نقشِ مرا بر جان نگارند
چو آمد نوبتِ پرویز در گفت صدف بگشاد و مروارید بسفت
که بود اندر کمینِ فتنه جائی نشسته در زره[4] صید اژدهائی
ز زه[5] شیرین نگارے باز خوردم بشیرین تنکارِ خویش کردم
منم آن اژدهائے آهنین چنگ که شیرین کرد نخچیرم به نیرنگ
دگر خود اژدها گیرد اسیرم چو شیرین جانِ من باشد نگیرم
ز شیرین نام آن شیرین زبان ست از آن شیرینش[6] میخوانم که جان ست
مگر شیرین از آن خوانند جان را که چیزے ماند آن شیرین[7] لبان را
لبِ شیرین چو پاسخ را عنان داد زبان را در سخن پیوند جان داد

---

[1] نام کنیز [2] میتوان کرد [3] کسیکه در بازی غالب بود و هم بمعنی شوخ و دلیر
[4] ن ق - برسر [5] ن ق - بره شیرشکاری [6] ن ح - وسے [7] ن ق - نامهربان

اجازت داد از چشمِ دغا باز | که باشد غمزه را دستوریِ ناز
بشوخی کرد بازارِ سخن گرم | بگفت اندر میانِ شوخی و شرم
که شیر افگن غزالے بوده امست | بسے ناوک زناں را برده از دست
فتاد آہو کشی را سوئے من رائے | بیک تیرِ خدنگم دوخت برجائے
چناں دوزم کزاں پیکانِ شیریں | نخواہد برد شیریں جانِ شیریں
ازیں پیش از فراغِ بختِ دلشاد | دلم آسوده بود و جانم آزاد
جوانی عشق بازی را صلا داد | شکیبم را بتاراج بلا داد
چو دل بر دستِ یارم شد گرفتار | کنوں چشمِ من و خاکِ رہِ[1] یار
گرم گردن بتابد چرخِ کج رو | نتابم گردن از فرمانِ خسرو
نظر سوئے صلاحم بود چنداں | که با من بود رائے ہوشمنداں
خرد را چوں ز من پوشیده شد نام | چه تحسیں بر من از خلق و چه دشنام
چو راضی گشت بر شمشیر جانم | چه باک آید ز شمشیرِ زبانم 11
مرا با دوست بودن[2] بر گزافست | گرم دشمن بدے گوید معافست
امیدِ نامِ نیک از عشق خامیست | چو عشق آمد چه جائے نیک نامیست
بعشق آں کو ز گفت و گوئے ترسد | چه میخوارے بود کز بوئے ترسد
بر آنکس نامِ غواصی بود زرق | که ہم دُر جوید و ہم ترسد از غرق

۱ح۔ در ۲ح۔ نہ گزافست

کسے کاندیشد از غوغائے زنبور | بہ بیند انگبیں را لیکن از دور
چو گل چیند کسے از مرغزارے | گریزش کے بود زآسیب خارے
شہنشہ کز طریقِ مہربانی | ز شیریں یافت ایں شیریں زبانی
بسجدہ پائے شیریں تاجِ سر کرد | کفِ پایش بہ بوسہ پر شکر کرد
بزاری گفت جائے بوسہ دانم | ولے آنجا دلیری کے توانم
کجا بختِ من آں سر پنجہ دارد | کہ لعلت را بہ بوسہ رنجہ دارد
اگر اندیشہ گردد[۱] دہم عنانت | بنوسم جز بدستوری دہانت
شکر لب زاں نوازشہائے چوں نوش | نہادہ گوش و می شد حلقہ در گوش
دل از مہرش چو شد یکبارگی گرم | می از طبعش لشست آلایشِ شرم
ستد جامِ شراب از دستِ ساقی | [۲] بخورد و بخسرو داد باقی
کہ من چوں چاشنی گیرم ازیں جام | ازاں کن چاشنیِ لعلِ من دام
دو بوسے زاں بنوشم باز بستاں | یکے وامم دہ و صد باز بستاں
دہاں زاں جام در جلاب تر گیر | ازاں می و ز لبِ من نقل برگیر
نشاط انگیزیِ آں جامِ پر نوش | ملک را برد میش از چاشنی ہوش
بصد ذوق آں نہالِ روح پرورد | ستد زاں شوخ وہم بر روی او خورد
ز دریا گرچہ نشکستے خمارش | بداں یک جرعہ رفت از دست کارش

---

۱ ق - می گیرد ۲ یک جرعہ

چو باده بر رخِ خوباں خورد کس — بود دریاکشی را جرعۂ بس
نشاید عاشقاں را مے پرستی — کزاں دیوانگی خیزد نہ مستی
شراب و عاشقی چوں شد بہم یار — معاذ اللہ برسوائی کشد کار
بجائے کآتش اندر خرمن افتد — کجا میرد چو در وے روغن افتد
چو خورداں بادہ را مستِ جگر خوار — بدستوری شد از شیریں شکر خوار
دہاں را بر دہانش ہم نفس کرد — لبش بوسید و ہم بر بوسہ بس کرد
لبش خوش بود و ہم ز آلایشِ جام — اگرچہ تر نگشت از شکر لبش کام
چناں وقت خوش و عیشِ دل افروز — بزیبائی شبے خوشتر ز نوروز
دو یارِ نازنیں در بادہ ہم دست — جوان و عاشق و دیوانہ و مست
ز مقصود آنچہ باید در نظرگاہ — غم و اندیشہ زحمت بردہ از راہ
گہے جستند از مے جاں نوازی — گہے کردند باہم بوسہ بازی
گہے سر پیشِ یکدیگر نہادند — گہے در پائے یکدیگر فتادند
گہ از جاروبِ مژگاں خاک رفتند — گہے ز الماسِ دنداں لعل سفتند
گہ آں در زلفِ ایں شبگیر کردے — بگردن زلف را زنجیر کردے
گہے ایں عقدِ او بکشادے از ناز — دلِ درماندہ را کردے گرہ باز
گہ ایں جستے از آں خونِ دلِ تنگ — بدیں دعوی زدے در دامنش چنگ
گہ آں با ایں عتاب اندیش گشتے — شفاعت خواہ جرمِ خویش گشتے

گہ این افسانہائے ناز گفتے　　ز ہجران ہر گزشتے باز گفتے
گہ آن از دل برون دادے ہوائے　　بگریہ باز راندے ماجرائے
دران مجلس کہ بود از عشق بازار　　خرد در خواب بود و فتنہ بیدار
زبس عشرت ہمہ شب تا سحرگاہ　　بہشتِ این جہانے بود خرگاہ

عقد خواستنِ خسرو دختر ابرائے مشتاقانِ خود

چو خندان گشت صبحِ عالم افروز　　زمانہ داد شب را مژدۂ روز
نماند اندر فلک ز انجم نشانے　　بہ نیلوفر بدل شد گلستانے
ملک بر وعدۂ دوشینہ برخاست　　حریفان پیش خواند و مجلس آراست
درآمد باربد بر نسبتِ دوش　　نوائے ارغنون و نغمۂ نوش
خمارِ عشق بازی در سر افتاد　　دل از جوشِ شراب از پا[1] در افتاد
اشارت کرد خواندن موبدان را　　ہمہ کارآگمان[2] و بخردان را
چو مجلس[3] ساز شد خسرو چنین گفت　　کہ گر دہر درے با گوہری جفت
کسے کز عشقِ کس باشد خیالش　　شود ہمسر بکابینِ حلالش
بفرمانِ دو صاحب چارہ سازان　　ہمی جستند رازِ عشق بازان
ہمی کردند یک یک را فراہم　　دو گانہ را عقدی بستند باہم

---

[1] بیکار شدہ　　[2] ح - دانندگان　　[3] ح - خردمندان چو گشتند انجمن

چو گشت آسوده خاطر با ز پیوند	ببوی وصل دلها گشت خورسند
ملک در پیش شیرین زار بگریست	که چندان زیکدگر فارغ توان زیست
نه پاینده است بر مردم جوانی	نه کس را اعتماد زندگانی
چو اسباب جوانی رخت بر بست	سبل[۱] گردد بچشم نرگس مست
گل از بو گرچه باشد نامهٔ مشک	چو شد پژمرده خاشاکی بود خشک
بمحرومی مکش یار چنین را	غنیمت دار بازار چنین را
چه بخت است اینکه چون من پادشاهی	بود محتاج رویت چون گدائی
کنونم ده زکوٰة خوبی خویش	که فردا من غنی[۲] گردم تو درویش
روا باشد که رویت قبلهٔ حور	منت می‌بینم[۳] و می‌میرم از دور
مگس گر جان[۴] کند در جام جلاب	به از گریه است در دکان قصاب
زلال آن به بود کز لب رود[۵] زیر	که از دیدن نگردد آدمی سیر
ازان جوی که نتوان خوردن آبی	هلاک تشنه[۶] را باشد سرابی
درین دولت که گردون پایهٔ ماست	زمین تا آسمان در سایهٔ ماست
سریر ما که دارد بر جهان دست	ذرو جز نیستی دیگر همه هست
چرا نقد رضا در بند داریم	بنسیه خویش را خورسند داریم
بیا تا باهم از بخت جهانگیر	درآمیزیم همچون شکر و شیر

---

۱ نام مرض چشم ۲ نسخه ح- تنگ نیز رد ۳ نسخه ح- می میرم و می بینم ۴ نسخه ح- کو ۵ نسخه ح- شود ۶ نسخه ح- شوق

زسودا به که مردم سود گیرد
که سود اندیش در اندیشه میرد

متاعت را که قیمت هست بسیار
زمن پرمایه تر نبود خریدار

تبر مفگن که بس میموں درختم
به پشتِ پا مکن دورم که بختم

پاسخِ شیریں بخسرو

شکر پاسخ زشکّر بند بگشاد
بپاسخ لعلِ شکر خند بگشاد

که بخت آں روز ما را داد مایه
که اقبالِ تو ما را کرد سایه

که باشم من بخدمت زیر دستے
کنیزانِ ترا آئیں پرستے[1]

نه چنداں قیمتے دارد متاعم
که رنجد گوشِ دلال از صداعم

وگر نزدِ تو قدرے دارد ایں خاک
بمژگاں روبم از راهِ تو خاشاک

گرم در حجلهٔ خدمت دہی راه
کنیزے را کنی مقبولِ درگاه

ور از تو خویش را مہجور بینم
ہمت چوں آفتاب از دور بینم

گر از تو دور بودن رائے دارم
چه پنداری که دل برجائے دارم

بجانِ تو که جاں پیشت بصد داغ
ازاں بہتر[2] که بے روئے تو در باغ

غمت من دانم و ایں جانِ خونی
تو ہم دانی که در جانم درونی

گر از من میروی چوں گل بشتاب
تو از دل دور می مانی من از تاب

۱؎ خدمتگار ۲؎ شرکت کے ساتھ وحدت سبحان اللہ

ولیک اینست خود سودای شیرین — که شربت[ن۱] آرد از حلوای شیرین
بزرگان گفته اند این نکته درست — که هر کو سیر باشد زود سیر است
کسی کو را بود صد کاسه در پیش — بیک سکبا[۲] کجا بندد[ن۳] دلِ خویش
کسی کو شربتی هر دم کند نوش — تواند سرکه را کردن فراموش
چو مرغی خرمنی بیند بهر گام — بیک دانه[ن۴] دلش کی گیرد آرام
چرا گل دامن از بلبل نچیند — که هر دم[۵] بر گلِ دیگر نشیند
من آن سرچشمهٔ شیرین گوارم — که آبِ زندگانی نام دارم
تو میخواهی بجویم[ن۶] راه جوئی — بنوشی[ن۷] شربتی و دست شوئی
بگو تا در کشم دست از عنایت — غبارِ خود برویم ز آستانت
کنم در خاکِ خواری منزلِ خویش — نهم سنگِ صبوری بر دلِ ریش
کشم در دامنِ اندیشه پائی — ز دورت بینم و خوانم دعائی
وگر بر من زند بی طاقتی راه — کنم نظّاره در خورشید و در ماه
کیم من[ن۸] مقنع اندازِ قصب[۹] پوش — که خوانم با کله داران زند جوش

ن۱ ق - که سیری دارد ۲ بکسر سین و سکون کاف و بائے موحده قسمی از طعام که به بلغور گندم و سرکه و نبات و گوشت و کشمش تیار سازند ن۳ ح - در ن۴ ح - خرمن ۵ توارد بمصرعه شیخ سعدی است که هر دم بر گل دیگر سراید - و هم ازینجا فرق زبان ظاهر میگردد ن۶ ح بچشمه ن۷ ح - بنوشی ن۸ ق - کنم من مقنع اندازی ۹ جامه ایست ابریشمی و درینجا مراد از قصب پوش کسیکه جامه از پوست نے دارد که پوشش گدایانست

بآتش در مزن جوشیده را (ن۱) | مکن بے پرده روپوشیده را
که من گرچه زنم کار آزمایم | رها کن تات بسیار آزمایم
تو هم دانی که من چوں در تو دیدم | دو عالم دادم و مهرت خریدم
ندانم (ن۲) یا درونے در خیالت | که بودم خالی از یاد جمالت
اگر جز من کسی بودے دریں سوز | نماندے زنده زیں درد جگر سوز
تو عصمت بیں که با ایں بیقراری | چه ساں کردم ز تو پرهیزگاری
گلے از باغ وصلم بر (ن۳) نچیدی | بجز نظاره گز دور دیدی
مرادے کت برے من خجل کرد | گناهی بود نتوانم بحل کرد
دو بوس (ن۵) از لعل من کامد بالت | حرامم باد گر دارم حلالت
حلال آن شد که با من چند گاهے | بحرمت باشد از دورت نگاهے
گرت زحمت بود ز اندیشهٔ خام | چو کام خود بگیری (ن۸) گیری آرام
ورت بخشست سودائے که داری | بیابی خود تمنائے که داری
مرا نیز اعتمادے باشد از بخت | که آساں نگسلد پیچے که شد سخت
بنائے دوستی چوں محکم افتد | خلل ز آسیب دورانش کم افتد
چناں پیوند کن (ن۹) مهر ابد را | که در وے ره نماند چشم بد را

ن۱ ح- خوشیده   ن۲ ح- ندارم   ن۳ ح- کم   ۴ بکسر تین عفو و معاف   ن۵ ح- دو بوسے کاشنلم آمد   ۶ گراں و دشوار   ۷ عزت و ارجمندی   ن۸ ح- نیابی گیرم   ن۹ ح- شد

ملک گفتا که بریارانِ جانی … بدین غایت نشاید بدگمانی
مرا کاندیشهٔ آن روی چون ماه … رساند برفلک هرشب[1] علی الله
ازان گوشه زسودائے جمالت … یکے شد هستیِ من با خیالت
که چون درخاک گم گردد نشانم … دهد بوئے تو خاکِ استخوانم
هم اوّل بر سرِ من بود تقدیر … که در جانم چکد مهرِ تو باشیر
چو باشیر این هوس رفتست درکام … زتن با جانِ من آید بنا کام
دو جان را گر ازل باهم وصالست … کنون ازهم جدا کردن محالست
نه مرغے را بود صبر از گل و بید … که نیلوفر[2] نتابد روز خورشید
نه کم گردد کسے را ذوقِ جلاب … نه ماهی زنده ماند بود بی آب
نه سنبل تازه ماند سبزهٔ تو … نه بے شیرین تواند بود خسرو
چرا باید[3] که آخر چون تو یارے … زمن جز دوستی گیرد شمارے
مگو گفتند دانایانِ[4] پرخواست … که دل را دل بود آئینه راست
دو آئینه چو رو در رو نهند … زیکدیگر خیالِ راست بندند
خیالِ راست باشد که در تن … من از موم آئینه دارم نه زآهن
میفگن بردل از دوری خراشم … مکش هردم بر خشم[5] دور[6] باشم

---

۱ فریاد و فغان ۲ ح. نه نیلوفر بتابد ۳ نتیجهٔ اشکال سابقه ۴ ح. مگر کان گفت دانایان بجاست
۵ غالباً یعنی دانایان پرورداده اهلِ محبت باشد. مگر بنظر نیامده. اسیر ۶ ای دور شو

من از بهرِ هلاکِ خویشتن فرد | [1]تو پنداری که گرد خاطرم سرد
دلِ من کاتشش هرگز نمیرد | ندانم خود که سردی چون پذیرد
[2]چو عزت داری از خواری بیندیش | [3]نگر کانروز خواری نایدت پیش
غمِ روزی که در روی سوز باشد | همان روزی خوری کانروز باشد
چو پیش از غم دل از غم خاک باشد | همه عمر آدمی غمناک باشد
بشادی غم مخور چندین بیکبار | ز بهرِ روزِ غم چیزی نگهدار
[6]کسی کز آفرینش بی گزند[4] است | همه وقتی همه جا سربلند[5] است
گر آرد کس که با قوت[7] خطرناک | ز دیبج زر فتد بر دامنِ خاک
دری کان تاج سلطان را فروزد | کسی در بندِ نعلینش ندوزد
زری کائین عزت[8] شد شمارش | کسی هرگز تواند کرد خوارش
بسی زینگونه نقل افشاند پرویز | حریفِ[9] گرم دل شکست پرهیز
خجالت در دلِ خسرو اثر کرد | بزانو سر نهاد و دیده تر کرد
دل از شیرین شده یکبار نومید | برفت از تاب چون مه پیش خورشید
بخشم از پهلوی دلدار برخاست | جنیبت جست و ساز[10] رفتن آراست
سوی مشکوی مشک آلود شد تند | ز شیرین کرد دندانِ هوس کند

ن۱ ح - بگویم خود که چون سردی   ن۲ ح - چو عشرت   ن۳ ح - مگر کانروز خواری آیدت پیش
ن۴ ح - سربلند است   ن۵ ح - ارجمند است   ن۶ ق - گز   ۷ یعنی با قوت بیش بها نظر نیاید
ن۸ ح - عشرت   ن۹ ق - حریفِ گرم را بشکست پرهیز   ن۱۰ ق - راه

ز زلف او گره ها داشت[ن۱] با خویش — یکے در ابرو و ده در دل خویش
غزالان خاکبوسان پیش رفتند — سوئے فرمانروائے خویش رفتند
نه کس را[ن۲] دید و نه با کس سخن گفت — ز مرکب جست[ن۳] بر بستر فرو خفت
اگر از خوشدلی خسپد همه چیز — بسے باشد که خواب آید ز غم نیز
بخفتن گرچه راحت یار باشد — ولیکن خواب غم دشوار باشد
چو عاشق[ن۴] می نخسپد یک زمان هم — دمے گر خفت[ن۵] بیدار است آن هم
درست اندوه بیماران نداند — که خفته حال بیداران نداند
چو سر برکرد از آن خواب سحرگاه[ن۶] — بنومیدی برآورد از جگر آه
بباده گرچه لب مشغول بودش — دل از عیش و طرب معزول بودش
ز مژگان سیل آتشناک میریخت — جگر میخورد و خون بر خاک میریخت
مئے اندیشه را پرواز میداد — لبش میخورد و چشمش باز میداد

نصیحت کردن شاپور خسرو را بجهت شیرین و دلالت کردن شکر

سخن پرداز گویای خردمند — چنین برداشت از درج گهر بند
که چون خسرو ز یار عصمت اندیش — بشکوے خود آمد با دل ریش

ن۱ ق۔ کرد ن۲ ح۔ نه در کس ن۳ ق۔ در بالیں ن۴ شب ن۵ ق۔ گو ن۶ ق۔ جگر کاه

ز سوز سینه ماند افتاده رنجور   چو تشنه کز لب کوثر شود دور

بشکو چند گاهی بود غمناک   دلش چون دامن و دامن چو دل چاک

ز غم خوردن چو رفت از کف عنانش   ز شکوی میل صحرا کرد جانش

باهنگ شکار از خانه برخاست   بدولت خانهٔ زین منزل آراست

روان شد با غلام چند دلخواه   که بودندی بخدمت گاه و بیگاه

ندیم خاص شاپور خردمند   بهمراهی سخن را نگسته[۱] پیوند

فرو گفتی بچستی هر زمانی   بر آیین ندیمان داستانی

بافسون برگشادی مشکلش را   تهی کردی ز غم لختی دلش را

که تا گردون گردان را روائیست[۲]   بنای کار او بر بیوفائیست[ن۳]

نیارد هیچکس را شاد دیدن   نه یک دل را ز رنج آزاد دیدن

ازان بهتر نداند[ن۴] کوشش کار   که پایی را جدا گرداند از یار

جوابش باز گفتی خسرو از درد   که با تقدیر نتوان داوری کرد

اگر شیرین ز راه بیوفائی   برید از آشنایان آشنائی

نگویم تلخ از شیرین نکو نیست   که عیب از خوی بدخویست از و (نیست)

بهر نیک و بدی کاندر میانست   گنه بر بخت و تهمت بر زمانست

چو تلخی میکند بخت نژندم[۵]   گنه بر گیسوی شیرین چه بندم

۱ه را بدل اضافت   ۲ه رواج و رونق   ن۳ح- بیوفائی ست   ن۴ح- ندارد   ۵ه خوار و واژگون

چو در قرابه[1] نبود باده باقی | شکایت چون توان کردن ز ساقی
چو باران قطره نفشاند ز غیب | اگر بستان نخندد چون کنم عیب
چو شب نبود چراغ خانه را نور | اگر دیده نه بیند هست معذور
بسے زین فتنه میگردم کران گیر[2] | چو با دل بس نمی آیم چه تدبیر
میان شاه و شاپور از شکایت | فراوان زین نمط بودے حکایت
هر آتش کز دل شه بر زدے تاب | روان[3] شاپور بر وے ریختے آب
بسے سودا چو زینسان در سر افتاد | سخن در خوبی خوبان در افتاد
ملک گفتا که دارد کس ز عشاق | بتی شیرین تر از شیرین در آفاق
کزان گاهے که من هستی گزیدم | بتے چون او[4] به شیرینی ندیدم
بپاسخ گفت شاپور سخن سنج | که اے در هفت[5] کشور نوبتت پنج
بلذت گرچه شیرین هست چون نوش | ترا شیرین تر است از جان پر جوش
چو طبع از عشق باشد ناشکیبا | نماید نقش مفرش[6] نقش دیبا
ز آتش گاه سرما خوش بود تاب | بقدر تشنگی شیرین بود آب
گرسنه کش نباشد صبر چندان | خوشش چلغوزه[7] باشد زیر دندان
نه من زان میکنم این نکته برکار | که شیرین را کم است از حسن بازار

---

۱ شیشه و صراحی باده   ۲ غالباً بمعنی کناره گیر است که بمعنی جدا باشد   ۳ زود

۴ ج۔ یکے   ۵ سیاقة الاعداد   ۶ جامه خواب   ۷ نام میوه

چناں سرّے کہ در عالم نخیزد   بدش گویم زبانم چوں نریزد
ترا یکروئے او گر صد نگارست   بچشمِ من یکے زاں صد ہزارست
تو ہم دانی کہ از دانا و داو باش   نداند نقش را کس بہ ز نقّاش
بمعبودے کنم سوگند را یاد ق   کہ نیکی را ازو بود دست بنیاد
کہ در نیکوئی و شیریں زبانی ۲   بشیریں[۱] کاری و شکر دہانی
زمین و آسماں گر باہم آیند ۳   چو شیریں بیش فرزندے نزایند
ولے چوں زو دلِ شہ دردمندست[۲]   وزاں[۳] یک رد عالم در گزندست
صلاحِ دولتِ شاہ آنچہ دانم   ضرورت گفتنی شد تا توانم
عناں گرداں نہ آخر تاجداری   مکن چندیں بتاج و تخت خواری
خللہا[۴] باید اندر کارِ ما را ۵   کہ دارد طاقتِ رنجِ دل شاہ
مزاجت راست بر آں بتِ سیم   عیاذاً[۵] باللہ از دیوانگی بیم
نباید جوششِ سودا بیش گردد   خرد در چشم بینش ریش گردد
نہ باشد ازاں در زیرِ نہ طاق   نہ حالِ شہ کہ حالِ جملہ آفاق
بداں دل کو زبوں آورد تن را   زبوں کردن نشاید خویشتن را
ولے کز میل با دشمن شود یار   نہ دل بل دشمنے باشد ستمگار

ن۱ ح۔ شیریں زبانی   ن۲ ق بستمندست   ن۳ ق۔ ازاں یکدل دو عالم
ن۴۔ خلل می باید   ۵ کلمۂ اجتناب و پرہیز

به است آن دشمنی کو دوست خویست — حذر زان دشمنی کو دوست رویست

چو نتوان عشرتی با یار کردن — نشاید خویشتن را خوار کردن

چو او را نیست پیوند تو رائی — تو نیز از دامن عزت مکش پائی

کسی کو عزت یاری نداند — ز عزت فرق[1] تا خواری نداند

بران باشد که با زاری دل ریش — بجو بانِ دگر داری[2] دل خویش

کسی سنگین دل اندر سینه تنگ — کشی دستی بهنجار از ته سنگ

چو رفت آن گلبن نوخیزت از یاد — همه عالم پرست از سرو آزاد

چو جان جاست جانان چند خواهی — چو دولت هست خوبان چند خواهی

دو چیز است اتفاق هوشمندان — ق — گزان باشد هلاک[3] مستمندان

یکی چون بیوفا باشد نگاری — ۲ — بدل کردن بدیگر گلعذاری

دگر زانجا که عشق آتش کند تیز — ۳ — باهنگ سفر گشتن سبک خیز

کسی کز عاشقی بگسست زنجیر — یکی بس باشدش زین هر دو تدبیر

مرا خود هست در خاطر همه چیز — بگویم گر بدل[4] باشد سفر نیز

شنیدم در سپاهان[5] هست ماهی — بتان روم و چین را قبله گاهی

شکر نامی و شور انگیز عشاق — بشیرینی چو شیرین در جهان طاق

یگانه دلبری[6] در نیک خوئی — ندارد او دویم در خوبروئی

ن۱ ح - چو یاری زار شد　　ن۲ ح - بندی　　ن۳ ح - خلاص

ن۴ ح - کان　　۵ اصفهان　　ن۶ دلربائی در نکوئی

دو نارنج ترش در حلهٔ نور بدل نزدیک لیک از دستگه دور[ن۱]
درش ز آشوب مشتاقان چو محشر بسی سرگشته سرگردان آن در
بزرگان جهان در آرزویش گدایان خود کجا بینند رویش
رسند از هر طرف صاحب کلاهان خریدار شکر سوی سپاهان
خیالش دیده را سازد محراب خزینه بر درش ریزند چون آب
چو خان[ن۲] و مان شان را کرد تاراج پس از عمری نماید رو بمحتاج
همه روز از طریق عشق بازی بنقل وی کند عاشق نوازی
شبانگه سوی مهمان پر امید فرستد سایه بر جای خورشید
چنان از جام[ن۳] نوشینش کند غرق که سکبا[۴] را نداند انگبین فرق
فریبد همچو طفل نازنینش بانجیر[۵] وی برد انگشترینش
ز هر رنگینگونه شبها چون ظریفان کنیزان را در آغوش حریفان
خود اندر مهد عزت شاد ماند سمن در بند و سرو آزاد ماند
بسی دادند شاهان قیمت[۶] پر نشد خاریده ز الماس کس آن در
عجائب گوهری باشد که در کار بود پوشیده رو با صد خریدار
فراوانش رسید اندر زمانه ز عشق خسرو و شیرین فسانه

ن۱ح - از دوست تر دور   ن۲ح - در جام جوشانش   ن۳ - جان و مال   ۴ همان سکبا بکاف عربی قسمی از طعام که تحقیقش گذشت   ۵ ای بیک انجیر انگشتری از دست طفل برد مثل هندست   ۶ ای قیمت بسیار

وفای شاه بس کافزون شنیدست — بصد جان مهر شه را برگزیدست

زهر آشیده با جان پر سوز — خبرهای ملک پرسد شب و روز

بجز تو دل بکس مائل ندارد — بجز پیوند تو در دل ندارد

رکاب دولت ار جنبد[1] درین راه — تواند شب که خورشیدی کند ماه

نه با شیرین ست شیرینی همه جفت — شکر را نیز شیرین می‌توان گفت

گرت جلاب شیرین ست در جام — شکر هم خوش تواند کردنت کام

همه مستی نه با انگور یارست — که آب نیشکر هم مست کارست

چو گل نبود درمنه[2] مشک نابست — چراغ اندر دل شب آفتابست

شکر نامی که از بهر هوس را — بجشنست از شکر بسیار کس را

چو در جاهای شیرین جایگه داشت — تواند جای شیرین را نگه داشت

شهنشه زان فسون رغبت انگیز — شد از بهر شدن یکبارگی تیز

همه ره زآهو افگن بود در دشت — شبانگه سوی مشکو آمد از گشت

دران سودا که بودش فتنه دلدوز — همه شب پاس دل میداشت تا روز

رفتن خسرو باصفهان و دلالت کردن باشکر اصفهان

چو شد تاریخ مشرق صبحگاهان — سفید و سرخ چون سیب سپاهان

---

۱ ن ق. ارزانی

۲ بفتحتین گیاهی که گلش همچو درم باشد

زمانه گشت از آن تاریخ سازی — مشعبدوار در نارنج بازی
برآمد شمع شادروان خورشید[1] — فراز کرسی زر همچو جمشید[2]
بخدمت[3] خواند دستور گزین را — ز لعل افشاند لولوی ثمین را
که تنگ آمد دلم زین منظر تنگ — دو ماهی سوی صحرا آرم[4] آهنگ
چنان باید که با نیکوترین رای — شوی در ملک و دولت کارفرمای
نگهداری طریق نیک خواهی — ندانی غائبم ز اورنگ شاهی
چو کرد این رهنمونی با خردمند — برآمد بر کمیت بادپیوند
همان خاصان دولت هم رکیبش — که زیشان طبع بودی ناشکیبش
بهمراهی بزرگ امید و شاپور — وز آنسو باربد با نای و طنبور[5]
دو[6] اشتر پر ز گوهرهای شهوار — گران در نرخ و در بردن سبکبار
که تا هر جا که خرجش سهل ماند — بدرهٔ دخل اقلیمی ستاند
هیولای دلبر نو کرده در دل — همیشد ده بده منزل بمنزل
رها کرده همه ترتیب شاهان — درآمد بی سپاه اندر سپاهان
طلب کرد از گذر پوشیده جای — ز موکب ساختش دولت سرای
بزرگ امید را در حال فرمود — ق — که ره گیرد بدکان[7] شکر زود

---

[1] ح جمشید [2] ح - خورشید [3] ح - بخلوت جست [4] ح - دارم
[5] - سه تا زن باربد با رود و طنبور [6] ق - دو اشتر پر ز گوهرهای غلطان، که کس قیمت نداند هر یکی زان
[7] بصنعت ایهام مراد از دولت خانه شکر

برو سلکے ز مروارید شب تاب — بیک رشته درون صد قطرهٔ آب

رساند تحفهٔ شه بر دلارام — پس آنگاهش دهد پوشیده پیغام

که آمد بهترینِ پادشاهاں — خریدارِ شکر سوئے سپاهاں

سزد گر برگ مهماں را بسازی — ترا رسم است خود مهماں نوازی

رسولِ کارواں پیغام را برد — بآئینے[1] که در خور بود بسپرد

شکر لب چوں پیام شاه بشنید — بگوشِ خویش نامِ شاه بشنید

براں دل[2] شد که بیروں افتد از کوئے — برهنه پا و سر پوید[3] ورانسوئے

ازاں شوخی که در چشم سیه داشت — بطنازی عنانِ دل نگه داشت

ز جا برخاست با صد بیقراری — چو مه بنشست در شبگوں عماری

ز سودائے کهن بار غبتِ نو — رواں شد تا بمنزل[4] گاهِ خسرو

ملک را خود دو دیده سوئے ره بود — که شیرینِ نوش در خوابگه بود

در آمد نازنین و دید شه را — بمژگاں رفت خاکِ بارگه را

چو جاں را از جمالِ شاه خوش کرد — متاعِ قیمتی[5] را پیش کش کرد

پذیرفت آں همه خسرو کم و بیش — نشاندش ز ارجمندی[6] پهلوی خویش

تماشا کرد حسنِ با کمالش — موافق دید با شیریں جمالش

ن[1] ح - برآئینے　　ن[2] ق - جازم　　ن[3] ق - پرّد　　ن[4] ح - سوئے منزل گاه

ن[5] ح - خدمتی　　ن[6] ق - از عزیزی

مے یاد آمد از پیشینه پیوند | ز شیرین هم بشکر گشت خورسند
صراحی جست و جام باده برداشت | برود[ن۱] و مے دل افتاده برداشت
باهنگ[ن۲] طرب مے نوش میکرد | ازاں می خورد و زین درگوش میکرد
نواے باربد بر ماه می شد | دل زهره ز ره بیراه می شد
برود از هر ترانه آب می رفت | هر سو آدمی در خواب می رفت
ظرافتهاے شاپور از سر حال | عطارد را ورق میکرد پامال ۱۱
بزرگ امید هم در خورده[ن۳] کاری[۴] | ز لب میکرد هر دم شهد باری[ن۵]
شهنشه گاه بود[ن۶] ے از ظرافت | سخن را آب میداد از لطافت
شکر چون[ن۷] نیشکر جاے دگر بود | که سرتاپا ز شیرینی شکر بود
بجا نها می فتاد از چشمش آشوب | مژه میرفت دلها را بجاروب
دهانش داده چشمش را ولایت[۸] | زبان خاموش مژگاں در حکایت
چو معجون شفا داوے زبان را | به پیوستے جراحتهاے جان را
قدح برکف گرفته عاشقانه | خویش میریخت از رخ دانه دانه
ولے کو آب[ن۹] بردا ز دانه خویش | همانجا دست شست از خانه خویش
بیش چون در مزاج طبع ره یافت | هنر جولان خود را جا نگه یافت

ن۱ ح - بزور   ن۲ ح - بر   ن۳ ح - خورد   ۴ دقیقه سنجی   ن۵ ح - شهریاری
ن۶ ح - کاسفتے بود   ن۷ ح - خود   ۸ ولایت دادن حاکم نمودن و قایم مقام خود ساختن
ن۹ ح - کان

ز رامشگر شد چنگ خوش آواز — روان وصفے فرود آورد دربا
نوا را بر طریقے ساز میکرد — کہ گوشش پارہ پردہ را باز میکرد
چو شد پرداختہ ترتیب سازش — نوازش یافت لحن جانوازش
بلند و خوش نوائے کرد پرکار — کزاں شد نکتہ‌ہائے خفتہ بیدار
بنوک غمزہ مروارید می سفت — کہ شادروان مروارید می گفت
نوا چوں گفتہ شد بکشاد نونو [۱] — ز راہ خسروانی عشق خسرو
بروں برد از دل جوشاں خلل را — ز جوش دل برآورد ایں غزل را [۲]

غزل سرائے شکر در مجلس خسرو

چہ فرخ روزگارے [۳] باشد آں روز — کہ گردد ہمنشیں یار دل افروز [۴]
ہمہ سرمایۂ عشرت مہیّا — ز موج شادمانی دل چو دریا
مراد خوشدلی و کامرانی — نشاط و عیش و آغاز جوانی
کسے را کیں ہمہ یکجا دہد دست — گر از دولت بنازد جائے آں ہست
مرا کیں دولت امروز است در چنگ — بدولت چوں نہ نوشم جام گلرنگ
ز ما چوں برد دولت روز بد را — غنیمت داشت باید روز خود را

لنخ[۱] - چو چو ۔ [۲] در اینجا غزل مطلق مراد از نظم عاشقانہ است
لنخ[۳] - ساعتے باشد دراں روز ۔ لنخ[۴] - دو یار دلسوز

کسے را زندگی اندر دلِ خویش
که بردارد نصیب از حالِ خویش

کسے کز مدبری بدحال باشد
نباشد زنده گر صد سال باشد

مرادِ زندگانی کامرانی ست
چو آں نبود چه جائے[1] زندگانی ست

بشادی کوش گر سرمایه داری
بقا چندست کاندر غم گزاری

زماں چوں رفت دیگر یافت نتواں
عنانِ زندگانی تافت نتواں

ز سالِ رفته نتواں یافتن روز
نه دے را باز گردانیدن امروز

دریں شیشه که زهرش در شراب ست
جهانے زاں[2] بهر دورے خراب ست

کسے را باشد آں شربت گواراں[3]
که داند خوردنش بر روئے یاراں

تو چوں عقل و دلِ چالاک داری
بخور کیں زهر[4] واں تریاک داری

تهی دل کو به مجرومی زبون ست
چه داند لذتِ عالم که چون ست

نه هر لذت سزائے هر زبان نیست
نه هر میوه برائے هر دهان نیست

سزائے کامِ هر کس نیست هر چیز
نه سگ خرما خورد نه گربه کشنیز

شکارِ صیدِ گنجشک آمد انجیر
بمیرد چوں نه سگ پستاں[5] خورد شیر

خرے کو روزی اندر خاک جوید
گرش ریحاں دهی خاشاک جوید

تو گر مردم مزاجی لقمه خور پاک
رها کن کژ مزاجاں[6] را بخاشاک

---

[1] نخ - کش درغمگساری [2] نخ - زد [3] نون زاید [4] ق - زهره وان [5] سگِ پستان ثمریست لعاب دار بشکل پستان سگ که به سگ پستان شهرت دارد و از شیر او گنجشک را گرفتار کنند [6] نخ - خر مزاجان را

چو نگذارد جهان در کام[ن۱] راندن | بزعم او بباید کام راندن
چو خوے روزگار آمد حرونی[ش۲] | نشاید کرد با دشمن زبونی
کسے را کو فتد با مشت زن جنگ | قدم[ن۳] بے سنگ باید دست بر سنگ
چو سگ در کوچه دندان[ش۴] خاے باشد | برو زن[ش۵] بانگ تا بر[ن۶] جاے باشد
نه پا بر سنگ باید سنگ[ن۷] در دست | چو پا بر سنگ[ش۸] آمد او فتی پست
حریفے کو زبون آید ز تقدیر | زبونان نیز گردندش زبون گیر
مگس چندان که جست از کنج دیوار | نرست از عنکبوتان آخر[ن۹] کار
چو خواهی کاسمان را گوش مالی | مباش از کیمیاے هوش خالی
چو یابش از خودی گردن فرازی | بهنجارش توانی[ن۱۰] داد بازی
چو باقی نیست کس در گردش دهر | خوش آن کز شادمانی باشدش بهر
خوریم امروز آب با صفا را | که فردا خاک خواهد خورد ما را
گرت نقد است امروزش بخور خوش | مشو بر نسیه[ن۱۱] فردا مشوش
ترا کامروز عیش آسوده باشد | غم فردا خوری بیهوده باشد
بسا کس کاندہ فردا کشیدند | که دے مردند و فردا ندیدند
پس آن بهتر درین دیرینه بنیاد | که داری دل بروے دوستان شاد

ن۱ق- آرام ش۲ سرکشی ن۳ق- قدم برسنگ ش۴ غضبناک ش۵ اسراز زدن
ن۶ح- بر تا جاے ن۷ق- بنگاه جنگ برسنگ آیدت دست ش۸ پا برسنگ آمدن افتادن
ن۹ح- مگس خوار ن۱۰ح- تواند ن۱۱ح- زاندیشه

بود عالم برِ شه دوستان خوش | که باشد از ریاحین بوستان خوش
خبر گویند[1] ز آب و سبزه هر کس | جمالِ دوستان نزدیکِ من بس
چو مهمانِ تو[2] آمد خسرو امروز | مبارک باد اقبالِ تو امروز
شکر چون این ترانه باز پرداخت | حریفان را غلامِ خویشتن ساخت
ملک ز آن سرودِ[3] شکرین ساز | شکر در عشق با شیرین شد انباز
بعشق اندر دوئی هر چند خوش نیست | که در مے چاشنی از قند خوش نیست
ولے چون شه بجان بود از غم دوست | خلاصِ جانِ خود مے جست[4] در پوست
بدل میکرد یارے را بیارے | بسوزن میکشید از پاے خارے

بردنِ شکر خسرو را بخانهٔ خویش جهتِ مهمانی

چو گیتی کرد صافِ خویش را درد | سپهرِ بوالعجب خنجر فرو خورد[5]
بصد خواهش گری شه را پری روی | بعشرت گاهِ خود شد میهمان جوی
شهنشه نیز نگذشت از رضایش | بمهمان رفت در مهمان سرایش
کنیزان سوئے او از هر کرانه | نثارے ریختندش خسروانه
شکر فرمود تا هر ماه روئے | حریفے را برد مهمان بسوئے

ن۱ ح - بصر جویند   ن۲ ق - تو   ن۳ ح - درود   ن۴ ح - میداشت
ن۵ ح - برد

چو هر گل[1] ساخت با هر بلبلِ خویش   ملک بس ماند و آرامِ دلِ خویش
بران دل شد که آرد تنگ در بر   خورد زان شاخِ نازک میوهٔ تر
شکر گفتا که چون من هم[2] برانم   که باقی عمر و دولت با تو رانم
تو هم بر دلِ من گر تو دانی   حدیثم[3] گوش کن دیگر تو دانی
شهنشه زان حدیث آمد بخود باز   صنم بر داشت مهر از حقهٔ راز
که گر خسرو نداند داند آفاق   که من چون رستم از غوغای عشاق
چه شیران را ز راه افگندم اینجا   چه شاهان را کلاه افگندم اینجا
چه زرها پاک[4] شد بر آستانم   چه سرها خاک شد بر آستانم
که با چندین حریفان در بر[5] من   نیالود از لبِ کس ساغرِ من
نه مقصودِ من این بود اندرین کار   که رو در پرده دارم پارساوار
ولیکن بس که نامت می شنیدم   هوایت را بصد جان می خریدم
خیالت گرم گرم از جنبش درد   مرا میکرد میلِ دیگران سرد
غمت ز آسیبِ خلقم دور میداشت   همه خلقم بدین معذور میداشت
درین فکرت چه همت ها که بستم   که یکدم نیست[6] کز همت نشستم
چه خوش گفت آن که سنگ از همتش سود   که همت هست مقناطیس مقصود

ن[1] ح - چو هر گل کرد خوش با بلبلے جائے ،، ملک ماند و بهارِ عالم آرائے   ن[2] ح - خود
ن[3] ح - حدیثے گوش کن زاں پس تو دانی   ن[4] ح - چه زرها خاک شد در آستانم
ن[5] ح - بردر   ن[6] ح - پشت از

چو مرغی بیضه را زیر پر آورد | بهمت مرده را جان در بر آورد
کنون اقبال کرد آن کارسازی | که از وصلت کنم گردن فرازی
روا باشد که چندین کرده پرهیز | سرانجام از فساد آتش کنم تیز
چو بینی زیر دامن عقد من هست | بعقد من کجا دامن کنی چست
همی خواهم[ل۱] که نفشند ز اشتیاقت | بجز تزویج با من اتفاقت
ملک گفتا که هست این سهل کاری | بجا بینی خوش ارزد[ل۲] چون تو یاری
همین دم موبدان را شو طلب کار | که تا فردا ندارم صبر این کار
صنم گفت ارچه جانم ناصبور است | بیا امشب که فردا هم نه دور است
ملک ناکام از آن شیرین شکرخند | بآغوشی و بوسی گشت خورسند

عقد خسرو با شکر و تزویج ایشان

عروس صبحدم چون پرده برداشت | جهان را جلوهٔ خود در نظر داشت
سپهر اندر نثار جلوه حالی | طبق ها را ز گوهر کرد خالی
دو کار[ل۳] افتادهٔ با چندین امید | شدند[ل۴] اندر پی پیوند جاوید
طلب کردند موبد را نهانی | که عقدی بست بر رسم معانی

لن۱ ح - مرا خواهی تو کش خواه اشتیاقت * که بی تزویج دو درم ز اتفاقت   لن۲ ح - بیرزد
لن۳ ح - دو کار افتاده کهتر با صد امید   لن۴ - شده

چو شد شرط زناشوئی همه راست | مراد آماده گشت و داوری خاست

ملک در پرده با دلدار بنشست | بتاراج شکر شد طوطی مست

درو پیچید چون گل در گیاهی | غلط کردم که در گنج اژدهائی

پر از صد گونه نعمت دید خوانی | درو پالوده و حلوا جهانی[۱]

نخست اندر نمک شد چاشنی گیر | نشاند[۲] انگه نواله غرق در شیر

شکر خائیده شد در زیر گازش[۳] | بحلوا در شد انگشت درازش

بگنج انداخت مارش بهرهٔ خویش | صدف بستد ز باران بهرهٔ خویش

چو شیرین دید شربت را خردمند | فشاند از آب در وی قطرهٔ چند

دمی با دلبر اندر کام دل ماند | دلش آسوده شد چون کام دل راند

شبا روزی کشیده در برش تنگ | همی پیمود ره فرسنگ فرسنگ

بدانسان کرد حلوای[۴] شکر نوش | که شد حلوای شیرینش فراموش

خبر یافتن شیرین از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بقرها در آمیختن

خبر شد چون بشیرین مشوش[۵] | که خسرو شد بشیرین دگر خوش

---

۱ اے بمقدار یک جہان پالوده و حلوا مہیا بود ۲ ح - اندر ۳ بکاف فارسی گلگیر شمع که نوعے از مقراض ست درینجا آلۂ خسرو پرویز را بآں استعاره نموده

۴ ح - جلاب گلاب بشکر آمیخته ۵ پریشان حال

گه از جورِ فلک دلتنگ می‌بود — گهی با بختِ بد در جنگ می‌بود
نه دلداری ز کس نه یاری از یار — هم از دل[۱] دور مانده هم ز دلدار
دلی و صد هزار اندوه بر دل — ز بی‌سنگی غمی چون کوه بر دل
به تنهائی نشستی در شبِ تار — همه شب تا سحر بگریستی زار
ز بی‌خوابی شدی چون ماه بر بام — فرستادی بدستِ باد پیغام
کشیدی هر دم از دل دودِ آهی[۲] — فگندی چشمِ انجم را خراشی
شبش تا صبحگاه این کار بودی — بروزش کارِ خود دشوار بودی
جنیبت بیرون راندی ز اندوه — گهی در دشت بودی گاه در کوه
فراوان صید کردی دام و دد را — بدینها داشتی مشغول خود را
شبانگه باز گشتی سوی خانه — نشستی هم بر آئینِ شبانه
چو لختی کوه از میان پی سپر[۳] کرد — بکوهی سخت‌تر روزی گذر کرد
فرس میراند در وی با دلِ تنگ — ز نعلِ رخش می‌برید فرسنگ
ز خارا دید جوئی ساز کرده — رهی در مغزِ خارا باز کرده
درین سنگی[۴] تراشیده چو سندان — سپید و نغز چون گلبرگ خندان
بهمواری و صفوت[۵] چون بلوری — که بر رفتن نمی‌یارست موری

---

۱ بیدل که اصلِ وصفِ عشاق است ۲ آه و ناله ۳ پی سپر کرد = طی نمود
۴ ج۔ درد ۵ صفائی و برگزیدگی

بحیرت گفت کاحسنت[1] آں جوانمرد[2] — کہ ز آہن سنگ را او انچنیں کرد[3]
ہمی شد در نظارہ بر لب جوئے — نظر میکرد در وی موئے باموئے[4]
عناں میداد رخش کوہ تن را — کہ دید از دور ناگہ کوہکن را
ثنا باں شد بصد رغبت بسویش — وزاں پس[5] کرد لختی جست و جویش
جوانے دید[6] خوب و سرو قامت — بکوہ انداختن کردہ قیامت
از وہر بازوئے آہن[7] ستونے — ز تیشہ بے ستون پیشش زبونے
بپرسش گفت کاے مرد سخن سنج[8] — ق — بکوہ از تیشۂ آہن زر الفسنج
چہ نامے و چہ ساں نیرنگ سازیست — کہ پشت صنعت ارژنگ[9] بازیست
بگوش مردکاں آواز در شد — چو آں بشنید[10] از خود بیخبر شد
نگارے[11] دید در زیر نقابے — نہفتہ زیر ابرے آفتابے
بزاری گفت فرہاد ست نامم — دریں حرفت کہ می بینی تمامم
بسختی چوں کنم پولاد را تیز — بہر زخمے بود کوہی سبک[12] خیز
دگر تیشہ بہنجار آزمایم — بصنعت پوست از مو بر کشایم
چو روشن کردمت کیں کوہکن کیست — تو نیز ہم باز گو تا نام تو چیست

---

[1] کلمۂ تحسین و تعجب۔ بمقابل ندا ہمیشہ فعل غائب آید نہ حاضر ایتر — [2] ح۔ ہنرمند — [3] ح۔ کند
[4] ح۔ در موے — [5] ح۔ فن — [6] ح۔ جواں خوبروئے — [7] ح۔ زاہن
[8] ح۔ ہنرسنج — [9] نام مصور چین حریف مانی — [10] ح۔ چو آواز ازشنیدن
[11] ح۔ بہارے — [12] زود خیز

که تا گفت تو در گوشم رسیدست | ز بیهوشی[1] همه هوشم رمیدست
صنم گفتا که این پرسش[2] نه سازست | رها کن سرگذشت من درازست
ولیکن خواهمت فرمود کاری | کشیدن[3][4] جوی اندر کوهساری

بعزم کار چون زانو برانی | ضرورت کار فرهادا بدانی
بکوهستان ارمن از بز و میش | گله[5] دارم بهر سو از عدد بیش
ز شیر آرندگان جمعی انبوه | درآمد شد بریخند از سر کوه

بباید ساختن جوئی بتدبیر | کز انجا تا بجا آسان رسد شیر
چنین کاری جز از تو بر نیاید | تو کن کین از کسی دیگر نیاید
فنت را گو گوا با خویش دارد | شناسد آن که دانش[6] بیش دارد
دران منگر که من خود شیرخوارم | که گرچه شیرخوارم[7] هوشیارم
چو بینش را بود آئینه بی رنگ | نه بیند صورت آئینه بی سنگ

جوابش داد مرد سخت بازو | که مزد دست من نه در ترازو
وگر نه کی گذارد عقل چالاک | که بهر نسیه نقدی را کنم خاک
شکر لب گفت اینجا چیست با من | که مزد چون تویی ریزم بدامن
براری[8] بر زمین غلطید فرهاد | زمین بوسید و راز سینه بکشاد

ن۱ ح - زبیخویی | ن۲ ح - گفت ازمن | ن۳ ق - برآوردن | ن۴ ق - بریدن
ن۵ ح - دمه | ن۶ ح - بینش | ن۷ ح - شیرمستم | ن۸ ح - بخواری

بگریه گفت مقصودم نه مالست | که مزد[ن۱] کارِ من دیدِ جمالست
هر آن صنعت که بر سنجی بمالے | بهائے گوهرے باشد سفالے
مرا مزد از چنان رخسار دلدوز | تماشائے[ن۲] که باشد دیدنش مزد
ز ابروے هلالی پرده بر کن | مرا دیوانه را دیوانه تر کن
چو شیرین[ن۳] دید کو دلریش دارد ق | تمنائے[ن۴] بجائے خویش دارد
گران[ن۵] پنداشتش کز خوبیِ خویش | ز کوے[ن۶] تن رانگهدارد ز درویش
بدستِ ناز برقع کرد بالا | که چون پوشد کسے زینگونه کالا
دلِ[ن۷] فرهاد ازان نظاره چست | ز سر تا پائے گشت از بیخودی سست
ز حیرانی زمانے بیخبر ماند | دلش در خون و خونش در جگر ماند
چو حالش دید شیرین داد آواز | کزان آواز جانش آمد به تن باز
میان بربست و سازِ کار برداشت | رهِ مشکوے آن دلدار[ن۸] برداشت
شکر لب در پس دلداده[ن۹] در پیش | شد از کوه سوئے مقصدِ خویش

اظهارِ عاشقیِ فرهاد با شیرین

چو پنهان کرد رو خورشید رخشان | درونِ کوه چون لعلِ بدخشان

ن۱ ق - بذر تیغ هنر کردن و بالست   ن۲ ق - تماشائے بود وان باشدم مزد   ن۳ ق - صنم چون
ن۴ - بجان   ن۵ ح - گرم نگذاشتش   ن۵ چهلم حصه سیم که بباکینان دهند
ن۶ ح - تن   ن۸ ح - عیار   ن۹ ح - فرهاد

طلب فرمود شیرین کوهکن را — که تا مشغول دارد خویشتن را
ز بیرونِ سرایش پیشِ خود خواند — به تعظیمی که واجب بود بنشاند
درآمد چاشنی گیرِ شکرخند — درختی از نبات و سعتری از قند
فرود آورد بهرِ قوت و قوت — نه فرقِ مطبخی خوانی ز یاقوت
درو آرایشی بر رسمِ شاهان — سزاوارِ دهانِ نیک‌خواهان
چو نعمت خورده شد ساقی پیاپی — نشاط انگیز شد از میوهٔ می
فرو می برد خوش فرهادِ مسکین — شرابِ تلخ را بر روی شیرین
شراب و خلوت و زان گونه یاری — کجا باشد ازین به روزگاری
چو سرخوش دید شیرین میهمان را — طلب کرد از دلش رازِ نهان را
که در سیمای تو از فرق تا پای — فراست را چو گشتم کارفرمای
گواهی[1] داد دل کز خسروانی — کز ایشان با فرودستان نمانی
جوانِ کاردان گفت این خیال است — گدا را تهمتِ شاهی محال است
کجا با خسروان هم سنگ باشد — کسی کز سنگ روزی می تراشد
گدائی کو ز دوران تنگ روزیست — به از من کو نه چون من سنگ روزیست
بکان کندن بود هر کس بکیهان — مرا با کوه جان کندن بود کار
رود هر موری اندر گوشهٔ خویش — من اندر کاو[2]کاو[3] توشهٔ خویش

ن۱ ق. که دلداده تو   ۲ حاصل مصدر کاویدن یعنی کاوش   ن۳ - کارگاه

همه کس باده کش در جایگاهی | من اندر خاک خواری[۱] زیر چاهی
تننده در عمل بهتر ز جولاه[۲] | ازین معنی که این راه است و آن چاه
چو ز دبخت این گره در کار من سخت | ستیزه چون توانم کرد با بخت
هر آن مرغی که روزی سنگ دارد | نه با روزی ده خود جنگ دارد
نه بس زیبا بود گر راست خواهی | گدائی را نهادن نام شاهی
ولیکن بر غریب آرزومند | بچشم لطف می بیند خداوند
چو چشم از مردمی دارد نشانی | هنر بین راست[۳] چشم مهربانی
چو اقبال آدمی را رو نماید | بچشم مقبلان نیکو نماید
بخنده گفت شیرین طرفه حالی | که پوشی گوهری را با سفالی
مرا زینگونه نیز[۴] ابله مپندار | که سنگ از لعل نشناسم گل از خار
بدان دانا که ما را دانش آموخت | بهر مغز از خرد شمعی برافروخت
که با من باز[۵] گوئی گوهرت چیست | دیانت[۶] از کجا و نسبت از کیست
تأمل کرد مرد از هر صوابی | ندید از راستی بهتر جوابی
زلب بگشاد قفل راستگاران | که گنج[۷] بود خیال بختیاران
من اندر نسبت خاقان چینم | بگوهر صاحب تاج و نگینم

ل۱ - خوردن ص۲ باشباع حرکت لام نساج و سفید باف و هم بمعنی عنکبوت آمده که نساجی دارد ل۳ ح - استا
ل۴ ح - نیز ص۵ اے صاف گوئی ل۶ ح - دیانت را چه نام و گوهر ل۷ ح - گرش

بقصر دولتم مانی و ارژنگ | طراز مهری[ن۱] بستند بر سنگ
پرانم داشت این طبع هوسناک | که چون ایشان بوم[۵۲] استاد چالاک
درین صنعت چنان آشفته[ن۳] شد هوش | که کردم دولت شاهی فراموش
خبر در گوش خاقان گفت دستور | که ماند از تاج شاهی گوهرت دور
مدام از تیشه مغز سنگ خارد | هوس نی بر نگین بر سنگ دارد
چه باشد چهره سا را کار با پشم | بیاقوت و زمرد کی نهد چشم
چو دولت را برفتن باشد آهنگ | زند مقبل بکار مدبران چنگ
چو آید بخت دهقان را گرانی | دلش کاهل[ن۴] شود[ن۵] در جفت رانی[۵۶]
چو خواهد گشت زرگر تنگ روزی | هوسناکی[ن۶] کند در کفش دوزی
پدر کاگاه گشت از پیشهٔ من | به تیشه کرد پاره تیشهٔ من
بسی تادیب کرد از هر نمط ساز | نیامد زین هوسناکی دلم باز
برنجش داشت از آزار من دست | بآب دیده شست از کار من دست[ن۷]
بصد نومیدی از خود دوریم داد | بر آهنگ سفر دستوریم داد
روان گشتم ز شهر خویش ناکام | ازان کشور درین کشور زدم گام
چو مردان دستکاری پیشه کردم | چو پیکان[ن۸] دست مزد خویش خوردم

ح۔ سحر   ۵۲ بمعنی شوم   ن۳ ح۔ چنانم شیفته شد   ن۴ ح۔ پایل   ن۵ ح۔ بره
گاو رانی زیرا که جفت بمعنی هر دو گاو قلبه آمده   ن۶ ح۔ هوس بازی   ن۷ ح۔ بازان

چو دیدم پادشاہی خود ہمیں بود — ز خونِ دل در انگشتم نگیں بود
نیم زیں پس بتاج و تخت محتاج — خوشے پیشانیم بس دُرّۃ التاج
سزد آزادہ و بازوے زر[1] لفنج — مداں کم کاں[2] چو اژدرہاست[3] با گنج
چو شیر ایزد است خیزد از پیشۂ خویش — چہ سا[4]ں جائے وگر چہ بیشۂ خویش
برد نام[5] دہر ز گنج از پئے قوت — کشد مرد از میانِ سنگ یاقوت
بگو[6] ہر تا نعم باید کسے مُرد — نہ کارم با عسس نہ بیم از دزد
بہ تنہائی[7] زیں کاسودہ کارم — سرِ انبوہیِ مردم ندارم
نفیر[8] خلق جستن پردہ درِ خویش — صدائے باشد از بہرِ سرِ خویش
بدیدارِ کسے شد خلق مشتاق — کہ دارد نام و ناموسے در آفاق
نپرسد ہیچکس کم تا مرا حال — کہ موراں ایمن اند از سبع و دلّال
کنوں کیں[9] دولتم شد کارفرمائے — خود از دولت نہم بر آسماں پائے
کشم[10] جوئے دراں خارائے دیگر — کہ جدی[11] آرد فرود از آسماں شیر
بشرطے کافگنی در کار[12]ِ من نور — ز روئے خویش بخشی مزد و مزدور
بگردِ من برآئی گاہ گاہے — نمائی آفتاب از[13] بعد ماہے
چو بیدل دید شیریں کوہکن را — برحمت در پذیرفت ایں سخن را

---

[1] ہماں زر اندوز کہ ذکرش گذشت [2] ح-چو [3] ح-در [4] ق-شان
[5] ق-رود نام در بر گنج [6] ق-بگوی [7] ق-نہ تنہایم [8] فریاد خلق [9] ح-چوں
[10] ق-کنم [11] بفتح اوّل و سکون دال بُرجی است از بروج آسماں [12] ح-برراہ [13] ح-آفتابے

بوعده شاد شد فرهاد جان کن　　چو بر امید گوهر مرده کان کن
بدان وعده همه شب خرمی داشت　　ز جان شادی ز جانان بیغمی داشت

صفت جوی فرهاد که بحکم شیرین از کوه برآورد

برون آمد چو صبح عالم افروز　　لبان جوی شیر از چشمهٔ روز
بکوه انداختن فرزانه فرهاد　　بکوه سنگ شد چون کوه پولاد
دل خارا به نیروئی همی کند　　که در هر ضربتی جوئی همی کند
چنان بر کوه زد تیشه بتعجیل　　که سنگش سرمه می شد میل در میل
چنان میزد[1] او ز آهن سنگ را تاب　　که هم آتش برون می جست هم آب
چو بر کارش فتادی چشم یارش　　بیحد ورده شدی نیروی کارش
بنظاره شدی گه گه پری روی　　نشستی یک زمانی بر لب جوی
چو دیدی دستگاه کوهکن را　　گزیدی[2] پشت دست خویشتن را
امیدش را بوعده بند کردی　　بدان وعده دلش خورسند کردی
بگنجی گرچه خوش کردی ضمیرش　　ز بر چشمی[3] نگشتی دلپذیرش
چو دل بر سیم دارد عاشق مست　　بباید داشت از سیمین برش دست

---

[1] میزد　[2] ه تعجب میکرد و بر حالش افسوس می نمود　[3] ق زیر چشمی نگشتی

بجان کن خدمتی گر یار باشد | که خدمتگار زر بسیار باشد
بجز مردم ز مردم خواستن چیز | نی خوشی بود نادیدگی[1] نیز

صحرانوردی فرهاد در عشق شیرین و گریه و زاری او

جواهر سنج دریای معانی | چنین کرد از سخن گوهرفشانی
که چون بر کوه شد فرهاد دلتنگ | ز غم بی سنگ شد با آن همه سنگ
نه جوی شیر برد[2] لب جوی میکند | که بهر خون خود او جوی میکند
نه تنها کوه میکند از پی جوی | که گاهی جوی میکند گهی موی[3]
ز عشق آتش بدامانش گرفته | ز دامان شعله در جانش گرفته
ازان دودی که سر برزد ز جانش | گدازان گشت مغز استخوانش
نه رویی آنکه رو از عشق تابد | نه هوش آنکه خود را باز یابد
ز شوقش موی بر تن خار گشته | مژه در چشمها مسمار[4] گشته
ازان نالش که او کردی باندوه | بنالیدی باواز صدا کوه
بگریه راستین الماس میرفت | شکرش سنگ را از الماس می سفت[5]

ن[1] بی دیدگی | [2] غالباً مخفف برابر باشد در لب جوی یعنی محبوب | ن[3] موی

[4] مراد از بیداری شبانه روز و انتظار شدید

ن[5] سرشکش لعل از الماس می سفت

برآورده چو آهِ صبحگاهی — گرفته آتشش اندر مرغ و ماهی

چو شبگیری که گه گه پیشش رسیدی — نمک بودی که بر ریشش رسیدی

درو دیدی و نالیدی[۱] بزاری — میانِ خاک غلطیدی بخواری[۲]

چو مرغِ تشنه کآبی بیند از دام — نه آن یابد نه بی آن[۳] گیرد آرام

ز صحبت ساخته پیرایهٔ خویش — گریزان از خود و از سایهٔ خویش

سپهر افسونِ غم در وی دمیده — دلش از هوش و هوش از وی رمیده

شده از دست چون شوریده کاران — بمانده خیره چون سایه‌داران

بروزش دیده اشک انداز بوده — بشبش چشم از غنودن باز بوده

ز حیرانی بکارِ خویشتن گم — شده دیوانه همچون دیو مردم

نه در مغزش نشانِ هوشمندی — نه خوابش[۴] را فسونِ چشم بندی

سحر تا شام خارا سوختی زآه — میانِ خار غلطیدی شبانگاه

به پشتش خار خونی نیم نیمی — خلیده چون درفشی در ادیمی

ز پای دام و دد گشته ندیمش — نه ترس از گرگ و نه از شیر بیمش

گهی نقشِ پلنگ از گریه شستی — گه از خرگوش خوابی وام جستی

گهی در آرزوی چشمِ دلبند — نهادی بر چشمِ آهو بوسه چند

ن۱ ح افتادی بخواری   ن۲ ح بزاری   ن۳ ح او   ن۴ نه در خوابش

گه از سودای آن خالِ دل افروز سواد دیده کردی خاکِ[1] شب روز
گه از دندان بریدی سلسلتِ شیر بخوردی و شدی از جان خود سیر
گهی اشک گوزنان پاک کردی ز بهر زهر غم تریاک کردی
هوایشش را چو عصمت درمیان بود نه زینش سود نه زانش زیان بود
تنِ مردم چو شد ز آلودگی پاک پلنگش آهویست و زهر تریاک
رسول پاک دُرّ پاک سفتست که پاکی را سلاحِ مرد گفتست
گهی در گوشه با مرغان نشستی ز وحشت دل بدیشان باز بستی
بقمری ماجرای راز گفتی غمِ دل پیش بلبل باز گفتی
بیفشاندی غبار هدهد از تاج بخاریدی بناخن پشت دُرّاج
خرامِ کبک یاد آوردی از یار بگریه غرق خون گشتی چو منقار
ز عشقِ رنگ آن زلفِ خمیده نشاندی زاغ را بالای دیده
چو در شهر آمدی از قلهٔ کوه شدی نظارگی در[2] گردش انبوه
یکی در حالتش بگریستی زار یکی زخمِ زبان کردیش بسیار
یکی در خنده لب را باز کردی یکی[3] از طعنه سنگ انداز کردی
یکی افسوس کردی بر جوانیش یکی خوردی دریغ از زندگانیش
دوان طفلان ز هر سو پشت بر پشت بدنبالش کلوخ و سنگ در مشت

ن[1] ق خاک هر روز   ن[2] ق گردش بانبوه   ن[3] ح یکیش

نهاده او بزخم سنگ گردن ۔۔۔ تنش سنگین شده از زخم[1] گردن

بشادی زان کلوخ افزود جانش ۔۔۔ کلوخ امرود گشته در دهانش

نبود ار چه کلوخ امرودی از دوست ۔۔۔ بسنگی بود خوش کین از پی اوست

بود دهقان چو نهر[2] آب دل تنگ ۔۔۔ شود شاداب چو بارد ز آسمان سنگ

مدان(۳) عاشق که از آزار ترسد ۔۔۔ چه گل چیند کسی کز خار ترسد

بدریا هر سر که مروارید جوید ۔۔۔ نخست از جوهر جان دست شوید

بآب زندگانی چون روی راست ۔۔۔ نخست از زندگانی بایدت خاست

زبهر سخت جانان(۴) راست این ساز ۔۔۔ که از نازک تنان ناید بجز ناز

چو زخم تیشه و سندان خورد شمشیر ۔۔۔ بنرمی(۵) در رود در دیدهٔ شیر

نشاید چون سپر بودن درین کوی ۔۔۔ که پیش از زخم برچین گردش روی

سر مردانگی آن مرد دارد ۔۔۔ که گر غضبان زنندش سر نخارد

بباید همچو فرهاد اژدهائی ۔۔۔ که تا بر سر خورد سنگ بلائی(۶)

بدین سنج آن غریب سنج پرورد ۔۔۔ ز گردون منجنیق فتنه می‌خورد

بدل جز عشق بازاری نبودش ۔۔۔ بجز دیوانگی کاری نبودش

زبس کز بیخودی هر لحظه می‌مرد ۔۔۔ شب و روز آرزوی مرگ می‌برد

مدام از بس که ناخوش بود جانش ۔۔۔ حدیث مرگ بودی بر زبانش

۱ن زاں ۲ن ح برابر ۳ن ح هراں ۴ن ح هست ۵ن ح بتیزی ۶ن ق آسیائے ۷ن ح لحظه

نشاید فال بد زد خویشتن را — که تاثیر است فالِ مرد و زن را

حکایتِ ابلهِ بدفال

شنیدم کابلهی را خیره کاری — فرو برد از سرِ بازیچه خاری
سرش پوشید و مار[1] افسای را گفت — که هان بیداری[2] بنمای کو خفت
فسونگر چون فرو شد در شمارش — بگریه گفت رفت از دست کارش
بخنده کرد بیدارش دغاباز — ز شخصِ[3] خفته بیرون نامد آواز
چو بگشادند رویش بی‌خبر بود — دمش محتاجِ افسونِ دگر بود
بمردن[4] خویش را چون فال بد کرد — همان فالِ بد او را حالِ بد کرد
نکو گفت آن حکیمِ فال پیشه — که خود را فال نیکو زن همیشه

آگاهی خسرو از عشق فرهاد

حکایت فاش[5] گشت اندر زمانه — بگوش عالمی رفت این فسانه
چو اندر شهر گشت این داستان نو — رسید آگاهی اندر گوشِ خسرو
که شیرین را ز عشقِ سست بنیاد — بدل شد غیبتِ شیرین بفرهاد

---

۱ ه افسونگر مار — ۲ ن ق که هان بیداری بنمای برخفت — ۳ ن ح زهره

۴ ن ح بمردم — ۵ ن فاش شد

ندیمان هرچه بشنیدند ازین راز — همه گفتند شه را یک بیک باز
فتاد اندر دل شه خار خارے — که دامان دلش بگرفت خارے
چنانش از عشق شیرین تلخ شد کام — که در کامش شکر را تلخ شد نام
فروبست از سخن لبهائے خندان — بخائید از غضب لب را بدندان
ز سوز سینه گشتش عیش ناخوش — گرفت از غصه سر تا پائے آتش
چو مردان شد ز غیرت لاابالی — که از غیرت نباشد مرد خالی
چو طبع مردم از غیرت شود دور — ز نامحرم نباشد خانه مستور
ولیکن رخت چون جنبد ز بالا — بپائے خود رود بر دزد کالا
چو پاس خویش را بے بند خواهی — درت را پاسبانها چند خواهی
کند یک ماده را ده خوک در زیر — نباشد ماده شیرے را دو نر شیر
بباید مرد را کیش خروسان — که تنها داشت نتواند عروسان
چو طاقت طاق شد شه را ز تیمار — طلب کرد از حریفان چارهٔ کار
که چون شیرین ما بگسست پیوند ق — بباید بهتر از انگشت خورسند
شما هم چارهٔ کارم بجوئید — خلاصم چون بود از وے بگوئید
بسے خوردم شکر بر جائے شیرین — نه شیرین بود چون حلوائے شیرین

ن ح رشک   ن ح بازو   ن ق عشق   ن ق مرد   ن ح ولیکن رخت چون جنبد ز بالا

ن ح دزد   ن کشته   ن ق نباید مرد

چو دیدم شور شیرین همچنان بود | که در گوش ما شکر خوردن زیان بود
جوابش داد شاپور از سر هوش | که بادت آرزوی دل در آغوش
چو امیدی کنی از بخت جاوید | مرادت باد حاصل بیش از امید
مرنج از یار اگر در وی وفا نیست | که از خوبان وفا جستن روا نیست
اگر با کس وفایش بیش بودی | مکافاتِ وفای خویش بودی
چو تو خوردی ز خوانِ دیگری چیز | نشیند دیگری بر خوانِ تو نیز
ولی خوش باش کانکس نخورده است | مگو خوردن که لب هم تر نکرده است
چو شاپور از حکایت باز پرداخت | بزرگ امید هم نکته در انداخت
که شاها دیر شد کاخر نگارست | همه کارِ جهان ناپایدار است
کواکب را خلاف اندر میانست | طبایع را خصومت همچنانست
جهان در بیوفائی هست معذور | که هستش تیرگی وابسته نور
ز دست شب بهد چون روز را جام | نهد خفاش و بومش بیوفا نام
وگر پوشد رخِ روز از شبِ تار | خروس و زاغ خوانندش جفاکار
ز بهرِ چشم زاغ و طعنهٔ بوم | تواند شد ز جوی خویش معصوم

نسخه ۱ بگوشید نسخه ۲ که شیرینی بود بر جای شیرین نسخه ۳ گرمی نسخه ۴ گوش نسخه ۵ بر نسخه ۶ دیدی
نسخه ۷ دیدی نسخه ۸ دیگران نسخه ۹ شاد در نسخه ۱۰ زمری نسخه ۱۱ همه ساز جهان ناسازگار است
نسخه همسایه نسخه پالسته چون نسخه چون رام نسخه همخانه زاغ

کند اقطاع مرغے لابد ایں باغ   که هم بومش بود هم خانه هم زاغ
پس آنکس کو دورنگی را نشانست   حقیقت قرة العین زمانست
چو ایں مادر دورنگ آمد ز نیرنگ   کجا زاید ازو فرزند یک رنگ
ز ابلق کرهٔ او هم نیاید   که ماربچه ماربچه زاید
ور از صد آدمی یک کس گزیده است   خداش از رحمت خویش آفریده است
چو روشن شد بتحقیق ایں معانی   ق   که کس را نیست بوے مهربانی
شکایت چوں ز بے مهراں کنی ساز   نخست از خویش باید کردن آغاز
مشو بر طرهٔ شیریں شکن گیر   وگر گیری نخست از خویشتن گیر
ز عیب آزاد بینائے نشیند   که عیب خود بچشم خود[2] نه بیند
نشاید[3] بهر خود بود از سر زور   به نیکی احول و اندر بدی کور
ز تیر انداز احول راست مپذیر   زند گر چه بیک ناوک دو نخجیر
نمود از کجی[4] گر چشم کژ خاست   بود نیمے دروغ و نیمهٔ راست
ز رای خویش[5] ساز آئینهٔ صاف   بنقد خویش هم خود باش صراف
در آں آئینه بنما بهر چیز   وگر آئینه بیند[6] دوستاں نیز
شنهش گفتا کزینها چند گوئی   چو آئینه نشاید عیب جوئی
خیال آئینه صادق نخوانند   که میگوید دروغ راست مانند

ن۲ ح خویش بیند   ن۳ ق نباید   ن۴ ح دوئی   ن۵ ق روی   ن۶ ح بیند

نه هرچه آں راست واندکس درست | نه هرچه آں کز نماید نیز سست
کند هر کس بقدرِ عقل خود کار | چه داند کس نهایت را نمودار
هم اول گر تواں دیدن بد خویش | نیاید هیچکس را از تو در پیش
بچاه افتادنِ مردم ز کوریست | وگر بینا فتد واں خود ستوریست
گذشته چوں گذشت از بود نابود | پشیمانی نمی دارد کنوں سود
کنوں آینده را باید نظر داشت | که از دل چوں تواں ایں بار بر داشت
بزرگ امید گفتا انچه رای است | منت گویم وگر نه داں خدای است
رواں کن نامهٔ بایادگارے | عتاب و لطف را در وے شمارے
جواب نامه را چوں باز خوانیم | مزاجش هرچه باشد باز دانیم
ورآں پاسخ خیالِ خویش گیریم | بداں اندازه کارے پیش گیریم
ملک فرمود کیں معنے صواب ست | کلید هر سوالے در جواب ست
دبیرِ خاص را فرمود تا زود | که نوک قلم را عنبرآلود
باملاے ملک مرد گهر سنج | فشاند از کلکِ چوبیں گوهر گنج
نخست از زیرکی و هوشمندی | سخن را داد منشورِ بلندی

ن ح روز بدبیش | ن ق آنجا ضرور ست | ن ق خود | ن ح گفتش
ن منقول از نسخهٔ حبیب | ن ق خوبی

عتاب نامهٔ خسرو به شیرین و عتاب بفرهاد

بنام آنکه تن را نور جان داد[1]   خرد را سوی دانائی عنان داد
خدائی کافرینش کرد بر پای   درونش جای و بیرون از همه جای
نه چون ما بندگی را ناند در بند   خداوندان عالم را خداوند
چو خواهد دوستان را دوستکامی   کند در چشم یک دیگر گرامی
وگر خواهد چراغ مهر بی نور   ز دلها مهربانی را کند دور
اگر نیک است وگر بد هم و کاست   بهر حال آن کند کو را بود خواست
کسی را بر مرادش دست رس نیست   کلید کارِ کس در دستِ کس نیست
پس آن بهتر که در امید و در بیم   نه پیچد آدمی گردن ز تسلیم
پس از نامِ خدای آسمانی   برون داده چراغهای جانی
که شمع دیدهٔ شیرین شکرریز   که چون شمع[2] و شکر شد خاطرانگیز
سلام[3] از من که دل در دام دارم   غلامم لیک خسرو نام دارم
بخواهد[4] با هزاران بیقراری   پس از من پیش خود گوید[5] بزاری
بگوید حال من پیش دلِ خویش   که مردم زین دلِ بیحاصلِ خویش

---

[1] شرح داد   [2] شرح شمع شکر   [3] شرح سلام من   [4] شرح بخواهد

[5] شرح نالد

نیم یک لحظه از یادِ تو خاموش | فراموشیم شد گوئی فراموش
نه خوش دارد شرابِ لاله رنگم | نه در گیرد بگوشش آواز چنگم
صراحی وار در مجلس نه بونم | که لب پر خنده و دل پر ز خونم
تو ئی کت نگذرد در دل که روزے | بریں درمستمندے داشت سوزے
بلے[۱] رسمیست رسمِ آدمی زاد | که دور افتاده را دیر آورد یاد
ولے من گرچه صد فرسنگ دورم | چو بینی روز تا شب در حضورم
چناں نزدیک تو گشتم ز حد بیش | که صد فرسنگ دور افتادم از خویش
نه از کوے تو زاں بر تافتم چهر | که دل بے میل شد یا طبع بے مهر
غمے کو را چو جاں باطن وصال است | ز تن بیجاں بروں آید محال است
ولے چوں دیدمت کز من ملولی | نکردم چوں گراں جاناں فضولی
بچشم افشاندم از خاکِ درت نور | وزاں در ہیچو چشمِ خود شدم دور
چو دیدم خود ترا حاجت ہمیں بود | گلت را مرغِ دیگر در کمیں بود
بصد رغبت شدی با او یگانه | مرا ہم خود بروں کردی ز خانه
بلے[۲] آں را که باشد سر بکارے | نخواهد بر سرِ خود ہیچ خارے
مگس را خورد با جلاب نتواں | خسک در زیر پہلو خواب نتواں
اگر با[۳] جز منی راضی است رایت | رضا دادیم ما ہم بارضایت

۱ ن ح این است — ۲ ن ح مزاحم را — ۳ ن ح اگر خود باے

مرا چون دل بسوی مهربانست | مرا تو جانی و او جانِ جانست
شود با هر که خواهد آشنا دل | دل است این جنگ نتوان کرد با دل
ستم بر دل خداوندی نباشد | چو گوید[۱] کس خردمندی نباشد
بگفتن میل در قالب نباید | که این کارِ دل است از لب نیاید
حدیثِ عشق کز دل نیست باد است | نمودار زبان بادیست در پوست
مبارک باد کن خود را ز خسرو | بعشق تازه و هم خوابهٔ نو
ز لعلت شربتی کو را بکام است | حلالش باد اگر بر من حرام است
اگر تو وقف او کردی همه چیز | نصیبِ خود بحل کردیم ما نیز
نشاید یافت کام از حیله توزی | کسی روزی خورد کو راست روزی
ولی زینگونه[۲] هم با او مشو شاد | که ناری ز آشنایانِ کهن یاد
ز بهرِ ما نبایی بود تقصیر | بجوی دیگران خود مهر و شیر
گر او یار است ما نی خار بودیم | که ما هم روزی آخر یار بودیم
دگر یاری نبود[۳] اندر میانه | غلامی بوده‌ام آخر[۴] بخانه
خداوندان که قدر بنده دانند | غلامان را چنین از در[۵] نرانند
غلامی کو کهن پیوند باشد | نه بنده بلکه خویشاوند باشد
اگرچه چیره و چلدست و کاری | کهن بر بردهٔ نو استواری

۱ ق دگر گوید ۲ نسخهٔ ح زانگونه ۳ نسخهٔ ح نبودم در زمانه ۴ نسخهٔ ح زخانه ۵ نسخهٔ ح بیرون نه رانند

دل از میلِ کهن مگسل که سود است | شرابِ کهنه دارُوے وجود است
ور آن دل را وفاداری قدیم است | چرا اینجا گزند و آنجا رحیم است
اگرچه آن دوست را دشمن نباشد | ولے در دوستی چون من نباشد
گل اندر تازگی از سرو کم نیست | ولے در تازگی ثابت قدم نیست
بتان را گرچه باشد یار بسیار | بود بسیار فرق از یار تا یار
نصیبم گر ز تو نامهربانی است | نه از تو کز قضاے آسمانی است
گرفتم نگت خود اے سروِ خراماں | بگیر صحبتِ دیرینه داماں
مشو غرّه چناں نیز از جوانی | که یارانِ کهن از پیش رانی
چو گیری با حریفِ تازه جامے | کهن را هم ز دور آخر سلامے
چو فرمائی بنزدیکاں براتے | بدوراں نیز ده آخر زکاتے
چو خاصاں را دهی جامِ شرابے | بجز دوراں کم از بوے کبابے
چو بخشی همنشیناں را مرادے | جدا افتادگاں را کم ز یادے
چو خوانی عاشقِ نو را بلهیز | ز دور خاکے رواں کن سوے ما نیز
جواں مرداں چو پیش آرند خوانے | سگے را نیز بخشند استخوانے
چو باشد در سرائے منعماں سور | گدائے نیز نانے یابد از دور

د۱ ق اگرچه دوست چوں نشرح دیگری در وفا نشرح خود نگت ن ق ساماں نشرح همال
نشرح که از تو تا کهن و سنے قدانی نشرح زاں لب نشرح آں ن ق هوائے منعمی

چو سوزد مقبلی در خانه عودی | رسد همسایگان را نیز دودی
وگر محروم خواهی نیزم از خویش | نگیرم نیز نام آرزو بیش
نخواهم بعد ازین در جستن کام | هم دوزم دو لب زین گفتنِ خام
سرِ خود ز آستانت دور دارم | ترا در کارِ خود معذور دارم
شوم راضی بذلِّ بی نصیبی | بمیرم چون غریبان در غریبی
بدستِ دوست نگذارم برت را | ز خوابِ خوش نشورانم سرت را
نگویم هر چه زان بیتاب کردی | مگر زین آرزو سیراب کردی
چو حلوا خورده باشد یار چالاک | من آخر صحن حلوا را کنم پاک
چو می نوشیده باشد عاشقِ مست | شوم از جرعهٔ او من هم از دست
متاعِ نیک داری چون تو دریار | ضرورت باشد ار جوئی خریدار
ز مشتاقان چه چاره سیمتن را | فراوان مرغ باشد یک چمن را
نه تنها عاشقان مستند قلّاش | که زیبا نیز حسنِ[2] خود کند فاش
بود معشوق عاشق شهرگی دوست | که گل بی مغز باشد باده بی پوست
دگر تو نه یکی صد یار گیری | یکی زان صد منم گر در پذیری
چو آید میهمانی کش نخوانند | گریبان از درش بیرون برانند
اگر خود من بمهمانی گرانم | درون خوان از طفیلِ دیگرانم

---

[1] ق دورم   [2] ح خواهد حسن خود

من و خاکِ درت زین پس نهانی ‌‌ ‌ گرم خوانی وگر رانی تو دانی
بعنوان چون مسجّل گشت منشور ‌ رسید از قاصدان پروانه بر نور
پری پیکر چو دید آن نامهٔ نغز ‌ بهر حرفی بر آمد دودش از مغز
پُر از حلوای شیرین یافت خوانی ‌ ولی در هر نواله استخوانی
بزیر هر خطی رمزی نوشته ‌ بهر لوزینه الماسی سرشته
ز رفتش لقمه در لعل خندان ‌ که سنگی نامدش در زیر دندان
رطب هائی که کار خار میکرد ‌ فرو میخورد و در دل کار میکرد
چو خواند آن ماجرا را تا بپایان ‌ برفت از جای چون شوریده رایان
بموزونی دبیرِ خویش را جُست ‌ که داند ز آبِ گل او نامه را شست
قلم زن کرد گل با مشکِ ترجفت ‌ نشان میکرد هر چه آن ماه میگفت
خیالی را که خسرو کرد تحریر ‌ جوابی باز میگفتش گلوگیر
نخست آغاز آن دیباچهٔ راز ‌ که رازِ عاشقان را بود غمّاز

جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب در بارهٔ شکر

بنامِ نقشبندِ لوحِ هستی ‌ که بر ما فرض کرد ایزد پرستی
خرد را با کفایت کرد خورسند ‌ سخن را با معانی داد پیوند

نسخه ح ‌ کلک آن

دو دل را کو به پیوند آشنا کرد	به تیغ از یکدگر نتوان جدا کرد
دگر خواهد دو تن را نا فراهم	بصد زنجیر نتوان بست باهم
اگر پیوند خواهد ور جدائی	ستیزه نیست با حکم خدائی
چو شد تقدیر[1] ما را قطع پیوند	رضا دادم بتقدیر خداوند
چو وقت آید که این[2] غم با سر آید	مرا از بام و بخت اندر در آید
تو نیز ای دوست کآزار منت خواست	چو روزی باشدم روزی شود دوست
نه رویت گرچه دورم از همه کام	چو افتاده است می سازم بناکام
ور از بیچارگی نالم شغبناک	چه یارم[3] کرد با دوران افلاک
فرستادی بسوی من نهانی	سوادی پر ز آب زندگانی
مفرّح نامهٔ کز شوق[4] آن راز	امید مرده در تن زنده شد باز
نه نامه کز غمم حرز امان بود	که تعویذ دل و آرام جان بود
چو دیدم بر سرش نام مبارک	گهش بر دیده سودم گه بتارک
بهر[5] خورده خرد کامی دگر یافت	بهر خط خاطر آرامی دگر یافت
ز سر تا پای آن فرخنده تحریر	نبود از مردمی ها هیچ تقصیر
در آن پرسش که با یار کهن بود	فراوان آرزومندی سخن بود

---

[1] ن ح چو تقدیر بسیت اول قطع [2] ن ح آن غم بر [3] ن ح آرم [4] ن ح ذوق

[5] ق بهر حرفی خرد نام دگر یافت

زیادے کز من آمد در دلِ شاه — زشادی پا نهادم بر سرِ راه
شدم زان گونه با دولت هم آغوش — که خود را کردم از دولت فراموش

کجا باشم من پرستارِ کمینه — که روزے بگذرم شه را بسینه
کنیز اویم ار دارد عزیزم — وگر[1] خواهد گذارد هم کنیزم
شدم از[2] هر چه فرماید یگانه — شفاعت کیست کآید در میانه

چو گرد و سوز آتش مجمر افروز — تواند گفت عود آهسته تر سوز
چو تابستان کند خورشید را گرم — تواند[3] گفت حربا کاندکے نرم
چو بیرون رو او شاه از دلِ هم خویش — کنون من هم برون ریزم غمِ خویش
امید از دوستی ما را چنان بود — که خواهم با تو دایم همعنان بود
ز آمیزش[4] که دارد نور با نور — نخواهی بود از ما یکزمان دور
گمان نفتاد کافتد خار خارے — بچشمِ دوستی اندک[5] غبارے
یقین شد کان وفا و مهربانی — فریبے بود بهرِ مازبانی
وگرنه بر کسی این تهمت توان بست — که خود می نوشی و خوانی مرا مست

خود از پیمان من بیرون نهی گام — مرا بر عکس بے پیمان نهی نام
کشی خود با هم آغوشِ دگر خواب — دہی گوشِ منِ بیخواب را تاب.

---

[1] ن ح وگر خواهم   [2] ن ح شد که بهر که   [3] ن ق کجا خرم بماند سبزه نرم

[4] ن ق زامرزش   [5] ن اندر

خود اندازی ببازارِ شکر شور | ز جوی تلخ با شیرین کنی زور
ز شیرین روزهٔ مریم گشتی بیش | پس از شکر گشائی روزهٔ خویش
چو از تنگ شکر برداشتی بند | نکردی یاد شیرین شکرخند
چو در لب جوی شیر آمد کنونم | چو بی مهران شدی تشنه بخونم
مکش زین طعنه شیرین را پیاپی | که جوی شیر شیرینی است بروی
تو ای شیرین تمی را چاشنی گیر | که بر شکر فزود آوردهٔ شیر
مخور چندان کت آب افیون نماید | مبین چندانکه شیرین چون نماید
چه بیداری تو ای نامهربان دوست | که بی مهرم چو تو من نیز در پوست
به بد عهدی چو گیتی زود سیرم | نگشتن چون فلک بالا و زیرم
من آن یارم که تا مهرت گزیدم | بجز تو در خیالت هم ندیدم
اگر بندند در پیشت گروهی | خیالِ کوهکن بر من بکوهی
اگر خود را نگهدارم سخن نیست | عنانِ دیگران در دست من نیست
ز تهمت بیگناهی را مند خار | که نه گل دید ازین بستان نه گلزار
چه تاب آید بدن من وار آن خاک | که گر مه بیندم دامن کند چاک
کسی آرد کردن آنکس باده را نوش | کز آوازِ صراحی گم کند هوش

---

۱ ق کنی   ۲ ق خود از   ۳ ح چو لب در جوی شیر   ۴ ح شیرین

۵ ق مخور چندان شکر کافسون نماید * مبین چندانکه شیرین چون نماید   ۶ ح وبال کوهکن بر من چو کوهی   ۷ ح دل

کسے کز من بگفتارے شود فرد | گرم بیند غم جاں بایدش خورد
من از پیشش دمے بے پردہ باشم | بدستِ خود ہلاکش کردہ باشم
کسے کو میدہد تفسیدہ را آب | بروغن دادہ باشد شعلہ را تاب
دلش روزے کہ پہلوے من آمد | نہ من خواندم کہ خود سوے من آمد
کنوں چندانکہ میرانم ز پیشش | تمنا بیش می بینم بخویشش
من آخر مردمم ہرچیز دانم | طریقِ مردمی را نیز دانم
کسے کو شہرِ من گو شد بجانے | گرش ندہم لبے بارے زبانے
دلِ او چوں مرا میخواہد و بس | بلے خواہندہ را خواہد ہمہ کس
تو ہم دانی کہ مردم راہمیں خوست | کہ دارد دوستدار خویش را دوست
تو گر بر من دگر نگرفتی اے یار | رسیدی بر منت زیں گونہ گفتار
چو ایں بنیاد بدرا خود فگندی | گناہِ خویشتن را بر من چہ بندی
اگر مظلوم نتواند جزا داد | تواند ظلم ظالم را سزا داد
بہ من چوں باتشش در دہد تن | چہ حاجت روغنش گر ہست روغن
تو شاید باچنیں مطلق عنانی | کہ مرکب باعناں داراں نہانی
ہر آں چیزیں گرہ بر ہستمندے | کہ دارد از تو بر ہر موئے بندے

ق گرانہ پیشش ح بپردہد ح دلے ح کز ق تو بر من گر ح بہہنہ
ح کہ ہست ق توانی ق بر تو انہر

مکن زینساں دلِ درماندہ ریش | کہ درماندہ ہست از دستِ دلِ خویش
چناں در دل نشستی پیچ در پیچ | کہ جائے دیگراں نگذاشتی ہیچ
مرا خود بس بود داغِ جدائی | تو بر داغم نمک دیگر چہ سائی
اگر ماریست اندر فرجِ سنگ ق | وگر موریست اندر رخنۂ تنگ
اگر در گرد کوہستاں پلنگیست ۲ | وگر در گردشِ دریا نہنگیست
وگر مرغیست اندر مرغزارے ۳ | وگر ہست آہوئے در لالہ زارے
زہر جنس آنچہ حیواں نام دارد ۴ | ہمہ با جنسِ خود آرام دارد
نہ یکدم ز آشنایاں در فراقند | نہ یک ساعت ز جفتِ خویش طاقند
ندانم تا ازینہا نام من چیست | کہ تا باید ازیں ساں بیکسم زیست
ہما آسا بعزلت روئے کردم | بہ تنہائی چو عنقا خوئے کردم
روانم خوں ز مژگاں شاخ در شاخ | نہ در دہلیز آسایش نہ در کاخ
نہ شودایش کہ بے آرام گردم | گہے در صحن و گہ در بام گردم
کسے ہمدم بجز آہم نباشد | کسے جز سایہ ہمراہم نباشد
تو شب در خواب و من ز آہِ جگرگاہ | بشانِ شمع سوزم تا سحرگاہ
بلے رسم است شاہا تا کہ تا روز | شہ اندر خواب باشد شمع در سوز

---

۱ نق یکے زینساں دلِ درماندہ خویش ؛ کہ درماندست با درد دل ریش   ۲ نسخہ چشمہ   ۳ نسخہ زآشنائی
۴ نسخہ روان خونم   ۵ نسخہ زسودایس

کشد کم‌تر چراغِ خویش درویش | که داند سوز او را سوزشِ خویش
بزاری چند سوزم چون چراغت | بکش تا وا رهم بارے ز داغت
غمت چندین در دلم ما وا ندارد | تو گوئی جاے دیگر جا ندارد
دلم گم گشته باز آوردن توان | چو دل نبود صبورے کردن توان
کجا هر دل شود زین نفس خود رای | رسن در گردن و زنجیر بر پای
منم هر روز و این شب‌هاے دیجور | تو خوش خسپی ز روز چون منی دور ۴۲
من از صد بار خود را بر تو بندم | چو یاور نایدت بر خود چه خندم
بهانم من کت اندر دل یقین ست | رها کن کو چنان باش از چنین ست
چه چاره چون چنین افتاد تقدیر | ترا روزے شکر آید هر آشیر
چو نامه ختم شد پیکِ سبک خیز | ز شیرین بستد و دادش بپرویز
ملک زان گنج گوهر بر داشت | عیار بهاے شیرین در نظر داشت
فگنده پیچ پیچ نامه در پیش | همی خواند و همی پیچید بر خویش
بهر خط نکته از ناز می یافت | جواب نامهٔ خود باز می یافت
بهر جا بهاے سر گه پر درد | که مستانه او آن باده در خورد
مفرح چاشنی هاے شکر ریز | چو باده تلخ و آنم و شکر انگیز
جگرهاے نمک بر ریش کرده | نمک بیش از قیاسِ خویش کرده

ن ق از درد داغت   ن ح خسپ‌هاے   ن ح در   ن ح بادا   ن ق ســـے   ن ق فام ور شرب
ن ح پر درد   ن ح قیاسش خورد

همی[1] خورد ارچه کامش ریش می‌شد | ولی میلش بخوردن بیش می‌شد
چو در خود دخورد شور این[2] سخن را | بشوراند غم‌های کهن را
دلش زان شور شیرین بیچیز گشت | وزان شوریدگی شوریده‌تر گشت
بیاران گفت دریابید کارم | که بودن بیش ازین طاقت ندارم
به شیرین[3] باشد از شیرینی کار | که شیرین یار من دور از چنین[4] یار
بدین عزم از نشاط[5] بزم برخاست | جنیبت جست و ساز رفتن[6] آراست
یکایک بارها فرمود بستند | غلامانش به پشت زین نشستند
چو مرکب بهر رفتن شد سبک خیز | برآمد همچو مه بر پشت شبدیز
چو باد صبحدم می‌رفت پویان | گل خود را بکوه و دشت جویان

بازگشت خسرو از اصفهان و خواب دیدن او

چنان شد روشن از تاریخ شاهان | که چون شه بارگی راند از سپاهان
غم دل در گریبانش زده چنگ | همی بردش دوان فرسنگ فرسنگ
چو در ارمن رسید از جستن[7] تیز | ز رهداران شیرین کرد پرهیز
بکوهستان پی بود از گذر دور | ز آشوب خلایق مانده مستور

---

[1] ح که در خورد [2] ح آن [3] ح ز شیرین [4] ح چنان [5] ق بساط عزم
[6] ق راه [7] ق جنبش

عنانِ باد پا را تافت از راه — در آن ویرانه نور افگند چون ماه
چو قندز فام گشت این نطع سنجاب — زمین چون پشت قاقم شد ز مهتاب
جهان سرد و هوای پوستین بود — ملک در نشئهٔ دولت بیاسود
سحرگه چون روان شد باد شبگیر — بر آوردند مرغان نالهٔ زیر
گشاد از خواب نوشین نرگسِ ناز — ندیمان را بخدمت داد آواز
چو از خواب گران بیدار گشتند — برسم بندگی در کار گشتند
حکایت کرد کز بیداری بخت — چو شب برخواب رفتم از سر تخت
چنان دیدم بخواب اندر که گوئی — درآمد دلبری با صد نکوئی
دو ساغر بر دو دستش صاف و ناباب — یکی پر شیر و دیگر پر ز جلاب
سپرد آن ساغرِ جلاب پر نوش — بمن کین نوش کن کردم سبک نوش
چو آنی بود دیگر هم بدستش — سپرد آن ساغرِ دیگر بدستش
جوان چون شد بساغر چاشنی گیر — بیفتاد و شکست و ریخت آن شیر
کنون این خواب را تعبیر چه بود — بخواب اندر جلاب و شیر چه بود
بزرگ امید گفتش کز همه باب — چو تو بیدار نتوان دید در خواب
تو خود دانی که زین به خواب نبود — بلذت شیر چون جلاب نبود
چو زان جلاب شیرین کردی آشام — ز شیرین عاقبت شیرین کنی کام

۱ن ق پرکار ۲ن ح از ۳ن ق نکوئی ۴ن ق هر دو بید دستش مے ناب ۵ن ق کین گیر دمن

وزان شیرین که با او مُرد ناشاد — بجوی شیر ماند تشنه فرهاد
در افتاد آن جوان ساغر از چنگ — در افتد کو کهن را شیشه بر سنگ
ملک گفت آری آرد خواب تاثیر — همان پیدا شود کاید به تعبیر
نشاید خواب پیش ابلهان گفت — که نیک و بد برآید هرچه بشگفت

رفتن خسرو پیشِ فرهاد بطریقِ تجاهلِ عارفانه ومناظرِ ایشان

چو صبح دیر خسپ از جای برجست — گرفته ساغرِ خورشید در دست
سپهر از جنبشِ دوری که انگیخت — روان شد ساغر و شیرش فرو ریخت
شهنشه گفت کز بختِ دل افروز — بجوی شیر خواهم رفت امروز
کشید از بر لباسِ مرزبانان — برون آمد بر آیینِ شبانان
ازان جا پرس پرسان بر سرِ کوه — بجوی شیر شد تنها ز انبوه
تماشا کرد لختی بر سرِ جوی — بدید آن سنگکاری روی در روی
بهر نقشِ هنر چون نقش بینی — نظر میکرد و می گفت آفرینی
چو دید آنگهی اوستادی را به بنیاد — به بنیاد دگر شد سوی او شاد

۱ق کین گیرد من ۲ح خواب خوش جست ۳ح به شیر پیوست ۴ق روئی ۵ح رفتن
۶ق - روان شد پرس پرسان بر سر کوه - دلی پر غصه و جان پر اندوه - ۷ح لب
۸ق چو دید استادئ دیرینه بنیاد

جوانے دید در ہیکل چو کوہے | زفرِ مہتراں در وے شکوہے
گرامی پیکرش مانده چنالے | چناں بدرے ز غم گشته ہلالے
بلا بینش از شمردن گردِ جانش | سزاوار شمردن استخوانش
زخش پرخون و سر تا پائے در خاک | میان خاک و خوں غلطیده غمناک
بگفتش کیستی و در چه سازی | بگفتا عاشقم در جاں گدازی
بگفتش عشق بازاں را نشاں چیست | بگفتا آنکه باید در بلا زیست
بگفتش عاشقاں زیں ره چه پویند | بگفتا دل دہند و درد جویند
بگفتش دل چرا با خود ندارند | بگفتا خوبرویاں کے گذارند
بگفتش مذہبِ خوباں کدام است | بگفتا کش فریب و عشوه نام است
بگفتش پیشهٔ دیگر چه دانند | بگفتا غم دہند و جاں ستانند
بگفتش تلخیِ غم ہیچ کم نیست | بگفتا گر غمِ شیریں ست غم نیست
بگفت از دوریش چونی دریں سوے | بگفتا مُردم از غم دور ازاں روے
بگفتش پرتو اندازد گہے نور | بگفت آرے ولیکن چوں مه از دور
بگفت اورا ببیں تا زنده مانی | بگفتا مرگ به زیں زندگانی
بگفت ارزد بجاں باشد زیانے | بگفت ارزاں بود چونش بجانے

ن۱ مہرے   ن۲ ح برخاک   ن۳ ح باید   ن۴ ق بگفت انده خرند   ن۵ ق خوبی

ن۶ ق بگفتا آنکس   ن۷ ح جاں

بگفتش دور کن زان دوست یاری ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفت این نیست شرط دوستداری

بگفت او شهرسوز و خامکارست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا عشق را با این چه کارست

بگفت از عشق او تا کی خوری غم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا تا زیم در هر دو گیتی هم

بگفتش گر بمیری در هوایش ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا در عدم گویم دعایش

بگفتش گر سرت بُرّد به شمشیر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا هم بسویش بینم از زیر

بگفت از خون تو ریزد جفایش ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا هم بمیرم در وفایش

بگفت آخر نه خونریزی وبالست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفت از دوست هر چیز حلالست

بگفت ار بگذرد سوی تو ناگاه ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفت از دیده روبم پیش او راه

بگفتش گر نهد بر چشم تو پای ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفت از چشم در جان سازمش جای

بگفت ار بینیش در خواب قامت ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا بر نخیزم تا قیامت

بگفت آید گهی خوابت درین باب ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفت آری برآور خوانده آب

بگفت ار گویدت از ناخن بکن سنگ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا کاوم از مژگان بفرسنگ

بگفتش چون خوری چندین غم دوست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا تا زیم چون جان من اوست

بگفت از عشق جانت در بلا کیست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بگفتا عاشقا ترا زین چه باکست

ز هر چش گفت دارای زمانه ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ جوابی باز گفتش عاشقانه

تعجب کرد شهزاد استواری ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ وزان سوزی که پیچید بی پنجه کاری

۱ح خفته باشم ‌‌‌‌ ۲ح چون خوری بری چندان غم دوست ‌‌‌‌ ۳ح گوشش ‌‌‌‌ ۴ح دادش

کسے کز عشق خوباں آشنام باشد　　اگر پختہ نباشد خام باشد
چو دیدش کو وفا را پائے دارد　　قدم در دوستی بر جائے دارد
زباں را داشت زیں چالاگری باز　　بر آئین دگر شد نکتہ پرداز
مزاجش را بپوزش راز پرسید　　وزاں حال پریشاں باز پرسید
کہ چونی وز کجا افتادت ایں سوز　　کہ می سوزد دل من بر تو زیں سوز
جوابش داد مرد غم سرشتہ　　کہ بود ایں از قضا بر من نوشتہ
چو باشد دست تقدیرم عنانگیر　　کجا بیروں توانم شد ز تقدیر
چو اندر قسمت آمد ہمگناں را　　کہ یارد تافت از قسمت عناں را
وگرنہ من گیاہے آنکہ پویاں　　کہ بندم مہر خوبرویاں
بخاک پائے او گردم ہوسناک　　زراہ دیدہ ریزم سوے دل خاک
بگفتا دیدہ چوں دل مائل افتاد　　بلائے دیدہ لابد بر دل افتاد
ازیں پیشم نبود ایں بانگ فریاد　　کہ طبعم بندہ بود و جانم آزاد
ندانم از کجا برخاست ایں دود　　کزینساں سوخت جان محنت اندود
مبارک روئے شیریں شکر بار　　مرا شیریں نمود از دل کار
نیامد در دلم زاں ماہ بے صلح　　کہ بر من عیش شیریں را کند تلخ

ن ق درد　　ن ق باز　　ن ح نبشتہ　　ن ق چو در قسمت آرد　　ن ح رنگ
ن ح شان　　ن ق ز گفت دیدہ تا گفت　　ن ق گفت کش

چو دل را خود عنان دادم به پرواز — کنون از دست شد کی بینمش باز
بباید داشت وحشی را بتدبیر — که ناید باز چون بگسست زنجیر
چو گنجشک نوآموز از قفس جست — چه سود از طفل نالد دست بر دست
دل اندر چیز دیگر بند و میکوش — که از خاطر کنی مهرش فراموش
بتدریج این خیالت گر شود کم — بتسکین گردد وقت خاطر فراهم
چنان آزاد گردی روزکی چند — که ناری هیچش یاد از این مهر و پیوند
جهاندار از خمار شرکت یار — فرو میخورد از پنهانی غرض وار
چو روشن کرد عاشق کان سخن چیست — بخندید و میان خنده بگریست
بگفت آنکه توان بر جستن از چاه — که تا زانو بود یا تا کمرگاه
چو قعر چاه صد گز بیش باشد — بجستن پشت و پهلو ریش باشد
مرا کاندر زنخ آن زلف مشکین — بچه کرد و رسن ببرید شیرین
اگرچه چه نماید در نظر خورد — ولیکن هر که افتاد اندر آن مرد
بمردن زیر آن چه رفت پایم — دگر کس بر کشد هیچ برنیایم
اگرچه هست شیرین جان شیرین — ولیکن نیست شیرین‌تر ز شیرین
چو از دل رفت شیرین جان چه باشد — چو خصم خانه شد مهمان چه باشد
مرا تا جان بود ترکش نگیرم — دگر میرم رها کن تا بمیرم

۱نخ از خاطر کند عمداً فراموش ۲نخ چون ۳نخ آن ۴نخ او ۵نخ بیرون ۶نخ مشکین ۷نخ که ۸نخ که

چو شد بی پرده زیبائی خود کام | فرو شد خون صد عاشق بیک جام
چو صهبائی که گنجشکان فرو شد | بیک مشت غلط صد جان فرو شد
نباشم در طریق عشق معذور | که هر جانی از جانان شود دور
منه بر جان من بندی که داری | بجز در گوی هر بندی که داری
هر آنکس کو دهد دیوانه را پند | نخوانندش خردمندان خردمند
گر از لعلش مرا روزیست جامی | رسم زان عاقبت روزی بکامی
وگر نبود ز بختم فتح بابی | گدائی مرده گیر اندر خرابی
چو لوح زندگانی شد ز من پاک | چه خواهد ماند از من پاره خاک
تو خسرو را نصیحت کن درین درد | که خواهد ماندن از تاج و نگین فرد
چو او در عاشقی بد شهره جانی | مرا خود وصل باشد ترک جانی
اگر خسرو ز شیرین برکشد پای | مرا گر تلخ گوئی باشدت جای
دل شه زین جوابش آتش انگیز | بجوش آمد چو دیگ از آتش تیز
ولیکن آن تیزی از لبانش دریز | غضب او در غلاف افگند شمشیر
سخن را قفل زد چون پی راست | پس از شیرین خجالت خورد برخاست
بمنزل شد ز کوهستان اندوه | غبار کوه کن در سینه چون کوه

نق ردی یار   نق جان   نح تو خود را   نح ذره   نح بارد   نق بر دری گر تو شیرین

کرده جانی   نح مشهید وار کردم مشام شمشیر   نق قلب

ز فرهاد آنچه در دل داشت حالی ... دل اندیشش یاران کرد خالی
ندیمان کان سخن در گوش کردند ... بنه جای سخن خاموش کردند
فرو بستند لب از کار شیرین ... عجب ماندند از آن گفتار شیرین
ملک گفت این وجود خاک بنیاد ... خرابی شد ز سنگ انداز فرهاد
اگر خونش ریزم بر رسم شاهان ... مبارک نیست خون بیگناهان
وزین اندیشه را در پیش گیرم ... عجب نبود که از غیرت بمیرم
بباید رفت راهی سهم ناهنجار ... که پایم وارهد از زخم این خار
بزرگ امید گفتا این سهل کاریست ... بزرگان کاد مرا در باب خاریست
روان کن هرزه گوئی را که در حال ... بدو از مردن شیرین زند فال
اگر میرد فتوح خویش گیریم ... وگرنه راه دیگر پیش گیریم
خوش آمد شاه را آن چاره سازی ... نمودش مرگ آن بیچاره بازی

مردن فرهاد در عشق شیرین و حالت او

ملک را بود زنگی پاسبانی ... ترش رخساره و کج کج زبانی
چو دیو دوزخ از عفریت روئی ... چو زاغ کهنه از بسیار گوئی
تهی گاهش فراخ و حوصله تنگ ... که زاغ از زاغ ترش سلبت شد از رنگ

شکم چون دیگدان آتش اندود　　دہن چون دام دار دیر خشنود
دہانش را کسے نادیدہ باہم　　لبش با آشنایان نا فراہم
خصومت پیشۂ ابلیس خوئے　　عوانے مشت خوارے جنگجوئے
کسے کش پیش او گفتے نکونام　　ز دیش اندر قفا صد گونہ دشنام
چو دیدے دوری کس درمیانہ　　ز مرگ او خبر گفتے بخانہ
مسافر چون نہ در بیرون نہے پائے　　ز فال بد زدے در پیش او رائے
با تم ہا بجنبیدے طربناک　　فگندے در عروسی ہا بسر خاک
اگر گردندے از چوبش فرو کوب　　زبان چون ارہ کردے بر سر چوب
وگر سنگے زدندے خلق در جنگ　　چو آہن تیز گشتے در تہ سنگ
ز سر تا پا کبود از مشت و سیلی　　چو چوب نیل گویان بود نیلی
کنہ در سبلتش بیضہ نہادہ　　بموے بینیش رشک او فتادہ
سگے سگ چہرہ با خوے پلنگان　　خرے خرزہرہ نام او خرنگان
بہ پیشانیش داغے بر کشیدہ　　چو خطے در خطائے در کشیدہ
شہنش خواند عطاے بیکران کرد　　بوعدہ تیز دامانش گران کرد
پس آنگہ در غرض بکشاد لب را　　کہ خسفت ماہ روشن کن ذنب را

ن ق را از آشنایان　ن ح چو دوری شد کسے را درمیانہ　ن ح۔ نہاد از در برون پائے ن ق بفال بد زدی پیش رہش رائے

ن ح درتہ　ن ح اگر سنگش　ن ق تیرہ　ن ح چو بیش برد گویان بود نیلی　ن ق کہ خفت

شد[1] آں دیوانۂ بد خو شتابان — چو دیوے سوے آں غولِ بیاباں

پسنگے بر شد و نظاره میکرد — نمودارِ سخن را چاره میکرد

ز تیرِ[2] نکتش به چنداں شعلۂ گرم — نشد یکجو دلے چوں آهنش نرم

بکار آورد نقشِ بےخرد را — زباں بکشاد و ناداں کرد خود را

نشسته با نهانے راز[3] میگفت — کز ینساں کوه ضائع[4] چوں تواں سفت

گذشت از مرگِ شیریں نقشِ خویشش — رفیقش هم بداں جاں کندنِ خویش

نه ایں کوه گر ستیزد با کهِ قاف — چناں لعلے نیابید روشن و صاف

ور از دنداں کند با فندِ زمیں چاک — نه بیند نقش آں گم گشته[5] در خاک

دریغ او برد هر چش نصیب ست — دریغ اینجاست در خور کیں غریب ست

چو بشنید ایں سخن فرهادِ دلتنگ — فتاد از بیخودی چوں شیشه بر سنگ

بزاری گفت بازم گو چه گفتی — که هوش از جان و جاں از تن برفتی

جوابش داد مردِ آهنیں دل — ق — که اے در سنگ مانده پائے در گل

چه کاوی کاں که آں گوهر ز کاں رفت — ز هر کالبد غم خور که جاں رفت

تو در کارے چنیں زحمت مکش بیش — که برد آں کار فرما زحمتِ خویش

بخاک اندر خفته اندامِ پاکش — بآبِ دیده تر کردند خاکش

---

[1] ق- رواں شد سوے فرهاد آں بد اختر ٭ زبانی پر دروغ و چشمها تر - [2] ح- به تیر و نکتش ز چنداں

[3] ح- قصه- [4] ح- خو و ضائع- [5] ق- کرده

هزار افسوس ازان شاخ جوانی — که بشکست از دمِ بادِ خزانی
دگر ره کس سخن بشنید فرهاد — نشانِ زندگانی زنقش از یاد
بزد زان گونه سر بر سنگِ خارا — که جوی خون شد از سنگ آشکارا
بجوی شیر در شد جوی خونش — دلِ کُه خون گرفت از جوی خونش
زچهره خون زمغزش خاک می‌رفت — ق — میان خاک و خون اُفتاده میگفت
که آه ای بخت نافرماں چه کردی — بدردم میکشتی درماں چه کردی
اگر میریزیم خوں بہر یارے — ہم اندر زیر پایش ریز بارے
دریغا آرزویش زار مردم — بمردم و آرزو در خاک بردم
بمردن بود در پایش گمانم — نه آں کو میرود من زنده مانم
کنوں کاں دوست اندر خاک خوارست — من ار مانم نه شرطِ دوستدار است
چو از عالم برون رفت آنچه یارست — مرا بے یار در عالم چه کارست
چو یارم نیست کش جاں بنده سازم — روم بر یاد او جاں را ببازم
من و راهِ عدم کش جائے کس نیست — رهِ من تا عدم جز یک نفس نیست
چو جاں با جاں درآمیزد بهم شاد — درآمیزی بجا کم خاکش اے باد
همی گفت اینکه روزش به اشب آمد — بتلخی جانِ شیریں بر لب آمد

ن ق نگفت — ن ح هوشمندی — ن ح که دلها — ن ح روم بر یار و جانرا پاے سازم
ن ح کانجام کس — ن بجا کش خاکم

دهانش تلخ و شیرین بر زبان بود — بمرگش واپسین شربت همان بود

بشیرین گفتنش از چشم خون رفت — که تا شیرین کنان جانش برون رفت

همین خود آرد این چرخ جفا کوش — که ننهد کام دل کس را در آغوش

نماید تشنگان را شربت از جام — ولی در خاک ریزد گاه آشام

کسی کو زاد در صحرای عالم — نخورد آب خوش از دریای عالم

بس آهو کو بکشت آفتاد شبگیر — چوسی ناخورده خورد اندر جگر تیر

چو بی روزی بود مرد رطب خوار — زشاخ آن خورد بیش از رطب خار

خیال و خواب شد گیتی بفرسنگ — که بنماید ولی ناید فرا چنگ

اگر دریا کشد لب تشنه در خواب — به بیداری نیابد بر جگر آب

چه باید بیهده مهتاب گز گرد — چو نتوان شقه از بهر خود کرد

شعاع خور نشاید زر گرفتن — چو نتوان از زمینش بر گرفتن

سواد سایه را عنبر مکن نام — که خاکش نقد بینی عنبرش وام

چو در وی نیست گیتی سر بسر هیچ ست — چه پیچی پیچ چندین هیچ هیچ ست

پذیرنده چه مکرم داری ای خاک — بده این هیچ و بستان عالم پاک

گران افزون توان این کم خریدن — بهیچ ارزان بود عالم خریدن

عدم را توشه کن کین جای کم نیست — کم آمد ور خورد کافزون ز کم نیست

ح ندهد — شرح نداں — شرح کابیں روز

مسافر کاب ازینجا برنگیرد — چو دریا آخر آید تشنه میرد
چو میدانی که گردون پرستیز است — ازین[1] خانه یقین جای گریز است
نخواهی تا بزیر گل شوی پست — ازین خانه بباید پیش ازان جست
رها کن خاک را در ظلمت خاک — روان کن پاک را در عالم پاک
همای داری از فیروزه کهسار — مدارش چون غلیواژان بمردار
سبیلی کان دیده باشد جوی گلشن — کی آب خوش خورد از حوض گلخن
گرت صد زیب و زیور در وجود[2] است — تن آساید ازان جان را چه[3] سود است
چو بستان[4] را بود پرنده محتاج — قفس خواه از زر و کن خواه از عاج
دران عالم که جان را کارساز است — نیاز مرد تاج بی نیاز است
مترس از مرگ چون جان بی نیاز است — که بعد از مردنت عمرت دراز است
خردمند آن بود کز کاردانی — غم مردن خورد در زندگانی

خبر مرگ فرهاد رسیدن به شیرین وزاری و بکای او

بگوش خسرو[5] استاد معانی — چنین گوید نوای خسروانی

---

[1] ش ح نبات از خاک و این سیلاب تیز است [2] ش ح حضور [3] ش ح سود

[4] ق چو اندر بستان پریدن مرغ محتاج [5] مراد از ذات شاعر

که چون فرهاد روزِ خود بسر بُرد   چو شمعِ صبحدم در سوختن مُرد

خلل در عشق شیرین در نیامد   برآمد جان و شیرین بر نیامد

خبر بردند بر شیرینِ خونریز   که خونِ کوهکن را ریخت پرویز

همه گفتند کین رسمِ نو اُفتاد   که شیرین کُشت و خون بر خسرو اُفتاد

روان شد نازنین کز راه یاری   شهیدِ خویش را گرید بزاری

ببالین گاه او شد با دلِ تنگ   بآبِ دیده شست از خون او سنگ

اشارت کرد تا فرمان برانش   بشستند از گلاب و زعفرانش

کفن کردند و بسپردند غمناک   غریبے را بغربت خانهٔ خاک

بسے بگریست شیرین بر غریبش   فزون تر زان زهر بے نصیبش

بخانه باز شد زان اندہ نو   درونش دردمند از کار خسرو

شکایت کرد پیشِ همنشینان   که بد باشد جفاے گرم کینان

کسے کش رنج مردم کم نباشد   به نزد مردمان مردم نباشد

چو مردم درد خود دشوار داند   گزندِ دیگرے کے خوار داند

حکایت خربنده لاف زن مناسب وقت و حال

همیز دار خرے خربندهٔ لاف   که پالانگر به است از پرنیان باف

ہلاک گردید۔   ن ح بوریا

خرش گفتا که گر زیباست این کار ز پشتِ من به پشتِ خود نه این بار
جو اشتش داد پالانگر چو بشنید که پشتم ریش گردد خر بخندید
که خود چون منکری پالانگری را به پشتِ من نویس این داوری را
چو می نتوان کشید از پشتِ خود بار به پشتِ دیگران خروار خروار
نیارد مرگ خود کس بر زبان برد بجانِ دیگران صد ره توان برد
چه در دست آمد آن نامهربان را که بی جرمی بکشت آن ناتوان را
چو نتوانست خونم را بپای افتاد[1] گناهم را سیاست بهر وی افتاد[1]
چو فردا وست خون در دامن آید[2] دیت بر خسرو و خون بر من آید[2]
ندانم کز چه سان پرسیم این داد که از خسرو بخواهم خون فرهاد
چو نتوانم بکینش چاره کردن که نتوان جان خود را پاره کردن
بدان شیرین کنم یاری دل ریش که ریزم بر شکر شور دل خویش
مرا جوشش شکر خود بوده در ره کنون خود زادنی الطنبور نغمه
کسی باید که همچون کینه خواهان شتابد بر شکر سوی سپاهان
بشیرینی کند بیداد بر وی بیازد بازیِ فرهاد بر وی
چو در سودای شیرین مرد فرهاد بحلوای شکر جشن کنم شاد

---

۱ ن ح افگند ۲ ن ق افتد

صفت پیرزن ندیمهٔ شیرین و کشتن او شکر ملکهٔ اصفهان را

چو شیرین بر زد[۱] از قفل شکر بند — سر افگندند خوبان شکر خند
بخدمت بود فرتوتی کهن سال — چو گردون در جهان سوزی تند زال
نگون پشتی ولیکن کژ خرامان — همی در سلخ[۲] و نامش ماه سامان
بهر جا در مصیبت رو فته جائے — بهر کو در عروسی کو فته پائے
بداده در جوانی نیزه را داد — به پیری نیز چوگان بازِ استاد
بلورین سبحه را بر کار کرده — بجائے ریسمان زنار کرده
لبش در ورد سحر و درس نیرنگ — برون ساده لباس و اندرون رنگ
کشاده گریهٔ تزویر چون مے — هزاران اهرمن حل کرده در وے
فریبا نگر نیرے از گیرائی گفت — که کرد ے پشه و سیمرغ را جفت
همه بیداری زر قش به پرده — همه خواب در وغش راست کرده
حدیث نرم خونریز از رگ چنگ — زبان چرب چون خنجر که جنگ

[۱] اے بند دور کرد [۲] روز آخر ماه که در و رویت هلال شود

زماه از زیر نور آفتاب بر آید

ز داروها که کار آید زنان را | زره برد و بسی سیمین تنان را
مفرح هاے مروارید وار دُر | که خوبان را بود هوش از بلا دُر
بهر جمره ز معجونِ مُنقّا | سرشته شیر مرغ و خون عنقا
گیاهاے به تسخیر آزموده | بهر ذرّه دو صد ابلیس سوده[1]
چو در گوش آمدش گفتار شیرین | بدندان خست لب زان کار شیرین
بجاے آورد شرط خاک بوسی | سخن پرداز با صد چاپلوسی
که با تو را پرستارے چو من بیش | پس آنگه بهر ناچیزے دلت ریش
بفرما تا بیک پوشیده نیرنگ | کنم صحراے عالم بر شکر تنگ
شکیبا کرد شیرین را فسونش | نوازشها نمود از حد فزونش
بگرمی داد فرمان تا براند | شکر را شربتِ شیرین چشاند
عجوزِ کاردان زانجا بتعجیل | روان شد در سیاهان میل در میل
بچاره ره در ایوان شکر کرد | چو مے سوے خوزستان[2] گذر کرد
بیامد تا برِ شکر بصد نوش | نهاد از مهربانی حلقه در گوش
بشیرینی چنان در مغز در شد | که دلال ترازوے شکر شد

---

[1] ق۔ بوده

[2] خوزستان بجاے زاي معجمه نام ولایت شکر خیز در فارس که شهر ششتر ازواست و هر ملک شکر خیز را گویند چه خوز بمعنی شکر آمده و نیشکر زار و کارخانهٔ شکر را نیز گویند۔

چو محرم شد همه شادی و غم را
بجادو خواندگی برزد علم را

نوشته بر کنیزان سرائی
گهی کدبانوی گه کدخدائی

ز شیرین کارئی جادو زن پیر
مزاجش با شکر در خورد چون شیر

ز افسونها که از بهر شکر بود
صد افسون شکر بیش از بنش بود

دمیدی هر زمان دیگر فسونش
چو افسون خواندگان کم دی ز نوش

پری رو از چنان جادو زبانی
جدا بودن نیارستی زمانی

گهش از عشق خسرو راز گفتی
گهش زاندوه شیرین باز گفتی

عجوز فتنه با او در دوی در روی
در دل رفته لب شکر بوی در موی

چو روزی بودش آن شربت چشیدن
نیارست از شکر مو بر کشیدن

بدو داده کلید خورد و آشام
ز کاسش باده خوردی وز کفش جام

ز نوشیدی بصد شور جگر تاب
برون از گفت او یک شربت آب

بدانسان چون برآمد سال آزاد
بنای فتنه محکم کرد بنیاد

مخالف در کمین کارسی بود
لب مست و بدل هشیاری بود

چنان افتاد وقت فرصت کار
که گرد آهنگ سرو سمن بار

بقصد نیمه سر در کامرانی
بپاپی داشت دور دوستگانی

---

۱ ق بهر شکرش ۲ ق بیشش زره ۳ ق از ۴ رح زوستش نقل ۵ ح حول

۵ جاییکه دوستان بیاد دوستان خورند

بخارِ بادہ در سر گرد کارش — صداع انگیز شد مغز از خمارش
فتادش در مزاج از رنج سستی — بہ بیماری کشیدش تن درستی
ز بس گرمی تنش آمد بہ نرمی — شکر را چارہ خود نبود ز گرمی
شکر در مردماں[1] باشد تب انگیز — شکر را دید گو باشد تب تیز
ز بالین حسنِ سروِ خراماں — بساماں کاری آمد ماہ ساماں[2]
بتدبیر اشتیں[3] مالید و بنشست — ہمی انگیخت نیرنگے بہر دست
گلاب آمیز شربت ہائے مخمور — نبات و شکر و معجون و کافور
گوارشہا[4] کہ باشد راحتِ درد — مزورہائے[5] پرہیز از پئے خورد
بروں کردہ زبانے ہمچو آذر — تو نیداری کہ ارسطو[6] راست مادر
گہ از بقراط خود را کردے افزوں — گہے خندیدے از قولِ[7] فلاطوں
نہادہ شیشہا پنجاہ[8] در پیش — ز خمرہ[9] خود چگویم از عدد بیش
دواہائے کہ نامد ہیچ در کام — گیاہائے کہ نشنیدش کسے نام
گہ ایں را کوفت گہ آنرا ہمی سود — وزیں کوب و شکن یکدم نیاسود

لغت طبع شرح طلای صندل — شرح کسے نفس ناخوش

۱ زیرا کہ مزاج شکر گرم ست بقاعدہ طب ۲ نام پیرزن ۳ آمادہ و مہیا برائے تدبیر شد ۴ اے جوارشہا ۵ طعامیکہ بغرض تسلی مریض پزند ۶ مادر ارسطو مراد از مربی ارسطو یہ دانش ۷ اے بر قولِ فلاطوں اعتراض کردی ۸ مراد از کثرت شیشہا ۹ خم کوچک یا ہماں مخفف خمیرہ کہ گذشت

گمان برد اعتمادش بسته بیمار   کبوتر نازک و شاہین ستمکار
چو ناگہ یافت آن فرصت کہ می جست   بنوشین شربتے زہرش فرو شست
قدح پر کرد و در دستِ شکر داد   لبش را از آخرین شربت خبر داد
چو ماہِ نازنین کرد آن قدح نوش   درونِ نازکش افتاد در جوش
خرابی یافت اندر قالبش راہ   ز پروازِ عدم جانش شد آگاہ
نخست از بیخودی خود را بہش کرد   وداعِ مادرِ فرزند کش کرد
کہ رحمت بر تو بادا اے مادرِ پیر   کہ در رحمت نکردی ہیچ تقصیر
ز تو آن سایہ دیدم بر سرِ خویش   کہ امیدم نبود از مادرِ خویش
دریغا رفتم از دورانِ پر پیچ   کہ حقِ نعمت نشناختم ہیچ
چو بے مزدے غمِ من خوردہ ایت   بمزدِ من بیامرزد خدایت
چو مرگ آمد بسوے من شتابان   تو کردی زانِ خود بر تو چہ تاوان
چو شخصِ ناتوان را در فنا روست   چہ سود از دارو از خود نوش دارو ست
دران علت چہ دارو جای گیرد[۵۳]   کہ اول سرز دارو ساے گیرد
گر از دارو حیات آباد بودے   طبیب از دردِ مرگ آزاد بودے
نہ در دستِ طبیب از ژاژخا بیست   کہ گاہے سرخ رو گہ سبز پا ایست
کند تقدیر جانان کم نصیبان   گنہ بر مرگ تہمت بر طبیبان

ش ح برد ۲ ق آرد مرا گر   ۵۳ اثر کند

طبیبان را اگر این نکته حل نیست　　که در نه شیشه داروی اجل نیست

وصیت بیش ازینم نیست با تو　　که چون دور افتد از من راه تا تو

ز من با شرط تعظیمی که دانی　　زمین بوسی به بزم خسروانی

بمالی زیر پایش دیده غمناک　　بگوئی آسمان را قصهٔ خاک

که ما رفتیم با حسان پر امید　　ترا جان تازه باد و عمر جاوید

مرا دور از تو گر زد چشم بد راه　　ز رویت دور بادا چشم بدخواه

مرا گر خود سر آمد زندگانی　　ترا عمر دراز و بادا جوانی

وگر من شربتی خوردم جگر جوش　　ترا بادا شراب خوشدلی نوش

چو نوشی باده با شیرین بمیز　　بریزی جرعه بر خاک شکر ریز

چو بنشینی بر دوستان شاد　　فرامش گشتگان را هم بکن[۱] یاد

چو آئی بر سر خاکم خرامان　　غبار من[۲] نیفشانی ز دامان

که گر خونم بگیرد گردنت را　　بگیرد خاک پایت دامنت را

گر از یاد شکر گیرد ملامت　　مبادا شربت شیرین حلالت

مبین خوار ار شدم خاک زمین سود　　که روزی آخر این خاک آدمی بود

بیاور خون من تر بین کفن را　　زیارت کن هلاک خویشتن را

مرا از یاری شیرین مکن خوار　　که من هم روزی آخر بودمت یار

ن۱ ح کنی　　ن۲ ح. غبارم را نیفشانی

گلے بودم اگر[۱] شکیں نبودم — شکر بودم اگر شیریں نبودم
بماندم منتظر بہرِ تو تا دیر — چو وقت آمد ندیدم در رخت سیر
ازاں میوہ کہ وصلم داد حالی — دہاں آلودہ گشت و معدہ خالی
چو نیم انجیر باشد قوت زاغے — ہماں قوتش شود سوزندہ[۲] داغے
چو بارے راکند از چاشنی داشت — بجوید چاشنی ہم در سرِ چاشت
چو افتد قطرہ بر تابہ گرم — بود چوں روغنے بر آتشِ نرم
ز شاخ بخت خرمائے گسستم — بخوردن باغباں بستد ز دستم
ہمی[۳] با دوستے ہمدست گشتم — با دل دوستگانی مست گشتم
نخفتم روزِ ہجر از سوزش و تاب — چو روزِ وصل آمد می برد خواب
تو خوش با یار خسپ اے یار چالاک — کہ من با خاک خواہم خفت در خاک
ازیں پس کز جدائی تاب بینم — جمالِ یکدگر در خواب بینم
چو فردا صبحِ محشر گرد آغاز — کنم دیدہ ز خواب اندر رخت باز
دریں گفتن فترہ در ہم غنودش — در آمد خواب مرگ و در ربودش
غبارِ نیستی در شکر افتاد — بخوزستان و بے شورے در افتاد
ز ہر چشم انجمن راخوں بر آمد — نفیر از انجم گردوں بر آمد
جواں مرداں لبِ ہا خاک کردند — عروساں پیرہن[۴] ہا چاک کردند

---

۱ ح- نسریں ۲ ق- در دیدہ ۳ ق بے ۴ ق آستیں ہا

ز مژگان خلق خون با دیده آلود | بر آمد نالهای آتش اندود
نه تنها مخلصان و نیکخواهان | که غمگین شد همه شهر سپاهان
بشستندش بترتیبی که شاید | کشیدندش بتعظیمی که باید
چو در دخمه بخاک انباشتندش | سه روز آیین ماتم داشتندش
پس از چندی بشادی رو نهادند | هوایش را از دل یکسو نهادند
کسی کو بیشتر کرد از غمش جوش | ز خاطر بیشتر کردش فراموش
همیشه عادت مردم چنین ست | دلش سنگین و قالب پوستین ست
همه کس با هزاران بیقراری | بگرید مردهٔ خود را بزاری
چو در خاکش نهد بیکار گردد | همان ساعت فرامشکار گردد
اگر دل نقشبند و گر رحیم ست | فرامشکاری مردم قدیم ست
دران دم کادمی از گل سرشتند | ز غفلت نکته بر دل نوشتند
گر از غفلت نبودی سینه را برگ | ز بیم مرگ بودی هر زمان مرگ
وگر جنبید کاش مردن ندانند | اگر دانند خود زنده نمانند
تو ما را بین کزینسان عقده در پیش | همیدانیم و می پوشیم بر خویش
همی بینیم و آگاهیم ازین راز | که تن با جان نخواهد ماند دمساز
ولی چون چشم مردم دوربین نیست | نظر می بیند و دل را یقین نیست

ن ح گوشتیں   ن ق گاں   ن ح عقبه   ن ح بیش

بسے را مہلت از حد بیش دیدیم | رحیلش ہم بچشمِ خویش دیدیم
اگرچہ دیدنِ ما زود[1] و زود ست | چو عبرت نیست زاں دیدن چہ سود ست
نہ بیند ہر کرا چشمیست پنہاں | خیالِ مرگ در آئینۂ جاں
و گرکش چشمِ عبرت ہست کوتاہ | بہ بیند لیک ندہد سوے خود راہ
چو دورِ زندگانی بر سر آید | نداند کز کدامیں رہ در آید
کسے زیں زخمگاہ امین فتادہ ست | کہ یا مردہ است و یا خود نزادہ ست
چو زادی باش زخمش را مہیا | کہ لولو سفتہ بر نابد ز دریا
بہ شہرے کاندریں نیلی حصار ست | دو ششش بر کعبتینِ قلب کار ست
کہ بارد باخت با ایں شوخ قلاب | کہ دارد کعبتینِ پر ز سیماب
عجب کعبے کہ بردادو دست مطلق | اگر چش ہست نہ مہرہ معلق
بہ آں باشد کہ ما نقدے کہ داریم | بجوسیم و بدستِ او سپاریم
عنانم بیں کہ ہست[3] اندیشہ گستاخ | سخن را تا کجا زد شاخ در شاخ
چو کردم گنج باد آور درا صرف | خراماں باز گردم بر سرِ حرف

رسیدن پیرزن در محل شیریں ملکہ اصفہاں

چو کرد آں فتنہ ساماں[4] بد مہر | بناخن خست بہرِ مصلحت چہر

۱ق دیروزود ۲ق. ایں بحر ۳ق برد ۴ح. بے مہر

بشوخی با عروسان شکرخند | درانده شکر ز دنبالهٔ چند
پس آنگه جست دستوری ز خوبان | روان شد سوی شیرین پای کوبان
رسید و ماجرا را پرده برداشت | صنم خود زان همه یک یک خبر داشت
اگرچه از گرانی پیر فرتوت | بخنده داد بیرون در[۱] و یاقوت
ولی در پرده گشت از غم دلش ریش | که او را بود نیز آن روز در پیش
کسی کز مرگ نبود جانش آزاد | چرا گردد بمرگ دیگری[۲] شاد
بخسرو گشت نیز آن تخته[۳] روشن | که پنهان شد شکر در سبز گلشن
برآورد از جگر سوزنده آهی | که بودش حق صحبت چند گاهی
نشست از سوگواری با تن چند | بماتم چاک زد پیراهن چند
ز نرگس بر آن سرو خرامان | بخاک افگند[۴] در داماں بداماں
بصد تلخی ز شیرین کرد فریاد | که به زین خون است تاوان خون فرهاد
عملها را جزاها در کمین است | سزای آنکه[۵] من کردم همین است
نکو را نیک و بد را بد شمارست | بپاداش عمل گیتی بکارست
اگر بنیاد تو بر نیک خوئی است | مکافات نکوئی هم نکوئی است
ور از خود خوی بد را ساز یابی | جواب خود هم از خود باز یابی
درختی[۶] زهر هر جا کاشت نتوان | چو کاری زان شکر برداشت نتوان

---

۱ ح. در زیاقوت ۲ ح. دیگران ۳ ح. قصه ۴ ح. افشاند ۵ ح. آنچه ۶ ح. نبات

درین گنبد به نیکی بر کَشَش آواز　　که گنبد هرچه گوئی گویدت باز
یکی را ده صدا یابی درین راه　　که بالا گنبد ست و زیر آن چاه
چو چشم دیگرے بخراشی از خار　　خراشِ خویش را هم چشم میدار
برآید جان ستان را جان بتاوان　　عقاب اندک زید کرگس فراوان
چو آهن گر بسازد تیغ کین جوے　　بدستِ خود کند خود را سیه روے
چو سازد تیرگر تیرِ بلا شور　　هم اندر دیدهٔ خود را کند کور
بود سوزن به از تیغ برنده　　که این دوزنده باشد آن درنده
چو خسرو جرمِ خود را یافت پاداش　　پشیمان وار گشت از دیده خونباش
طمع یکبارگی برداشت از دوست　　رضا بے مغز گشت و کینه بے پوست
ز ارمن در مداین رفت غمناک　　ز حسرت کام خشک و دیده نمناک
بگنجے در شد و اندوه می خورد　　ز بے رنگی غمے چون کوه مے خورد
بروزش خوردن غم کار بودے　　بشب آسایش دشوار بودے
چراغ جانش را هم باد برده　　چراغ دل ز باد سرد مرده
چنین افتد رسم عشق بازی　　چو با جان ساختی با او بسازی

ن[1] ح　در　ن[2] ق　با　ن[3] تهش

- چراغِ دل ز باد سرد می مرد + چراغ خویش را هم باد می برد

در شب فراق مناجات شیرین باحق سبحانه تعالیٰ و یادِ خسرو

ز کوهستانِ ارمن چون سرافراز | سوی شهرِ مداین کرد پرواز
صنم بشنید بعد از چند گاهی | که خسرو در فلان ده بوده ماهی
ز دوری با هزار[1] افسوس نالید | برید او را ز غفلت گوش مالید
خمارِ عشق[2] در سر تازه شد باز | شغب در دل بلند آوازه شد باز
دلش را خارِ غم در دامن آویخت | خرد دامن بدندان کرد و بگریخت
بجوش افتاد جانِ مستمندش | بدرد آمد درونِ دردمندش
ز اشکش خانه در سیلابِ خون شد | صبوری از رهِ روزن برون شد
درآمد شحنهٔ هجران بتاراج | روان را طوق برد و عقل را تاج
سپاهِ فتنه شد بر قلبِ تن چیر | ولایت بستد[3] از سلطان شمشیر
چو عشق آرد لگدکوبِ خطرناک | نه خسرو بلکه کیخسرو شود خاک
یکی[4] دان عشق در موران و پیلان | بآتش در چه عود و چه مغیلان
شبی تنگ آمد از بس رنج بردن | چنان کز ناشکیبی خواست مردن
سخن را مهر زد چون نقش چینی | برید از همنشینان همنشینی

---

[1] ن ق - نیز از افسوس   [2] ن ق - عشقش از   [3] ن ح - در   [4] ن ق - را

بکنجِ تنگ شد دلتنگ می بود   دلش با بختِ بد در جنگ می بود
شبے تاریک چوں دریاے از قیر   بدریا در فگنده چشمهٔ شیر
زجنبیدن فلک بیکار گشته   ستاره در درخشش[1] مسمار گشته
ذنب پاے کواکب را شده خار   کجک[2] دستِ دہل زن را شده مار
زظلمت گشته پنہاں خانه خاک   چو چاهِ بیژن و زندانِ ضحّاک
سوادِ تیره چوں سوداے خامان   بدامانِ قیامت بسته داماں
ربوده بادِ تند از شمعها تاب   زده مهرا بدیر دیدها خواب
شد اثنی[3] خورده چرخ آبستن گاه   ستروں گشته از خورشید و از ماه
غنوده در عدم صبح شب افروز   بقیر اندا سشته دروازهٔ روز
بگنجِ صبح قفل افگنده افلاک   کلیدِ گنج را گم کرده در خاک
بریده تیغ[4] شب از کینه خواہی   گلوے بلبلانِ صبحگاہی
خروساں را نگاه بانگ و تکبیر   ضمیر بیژن گشته گلوگیر
موذّن قرصِ صوفی را زده گاز   زحلوا خوردنش بگرفته[5] آواز
جہاں چوں اژدہاے پیچ در پیچ   بجز دودِ سیه گردش دگر هیچ
شبے زینگونه تاریک و جگرسوز   زغم بیخواب شیریں سیه روز
مبادا[6] غم که اندر دل شود سخت   که او دل خواب را بیروں نهد رخت

---

[1] ح. زخشش [2] ح. کزک [3] ق. شده کبے [4] ح. بید [5] افتاده [6] ق. مبادا هیچ غم در

چو در بیداری شادی بود رنج　　چه باشد حالِ بیدارانِ غم سنج
اگرچه پاسبان بیدار باشد　　نه همچون عاشق و بیمار باشد
دران شب حالتِ شیرین چنان بود　　که از غم جانِ شیرینش بجان بود
بآب دیده با شب راز می گفت　　ز روز بد حکایت باز می گفت
همی نالید کاے شب چند[۱] ازین داغ　　همائے را مکش در چنگل زاغ
بپایان شو که من زین بیقراری　　بخواهم مُردن از شب زنده داری
چو گبران می کُنی بر من جفائے　　ترا یارب که مهرے نیست جائے
بدین بے مهری و تاریک روئی　　شبے یا روزِ بخت من نکوئی
تو هندو کافری نام تو شب نیست　　ز هندو کافری کردن عجب نیست
مگر سوگند خوردی اے[۲] جهان سوز　　که بعد از مردنِ شیرین شوی روز
چه خسپی چندین[۳] اے صبح سیه روے　　بآب چشم من رُخ را فرو شوے
چراز پیرزیں چون صبح فردی　　دمے بالا کش آخر گر نه مُردی
مگر داری[۴] تو هم زآشوبِ غم جوش　　که کردی خنده را چون من فراموش
مریز اشک اے دو چشم تیره روزم　　وگر سوزم رها کن تا بسوزم
چه باید ریخت این سیلِ ستم را　　چو نتوان شست این سودائے غم را
چه تاریکی شد اے خورشید یارت　　که پیدا نیست روزِ روزگارت

۱ق - چندین از　۲ق - دل افروز　۳ق - خیز ای　۴ح - تو هم داری مگر

گرفتم گر خمارِ بادهٔ دوش — صبوحی گشت مستان را فراموش

چه شد یارب بگه‌خیزانِ شب را — که در تسبیح بکشادند لب را

مگر بشکست تارِ مطربِ پیر — که بر ناورد امشب ناله زیر

مگر بر نوبتی خواب استیلا کرد — که امشب خاستن را وقت گم کرد

مگر شد بسته مرغِ صبح را کام — که بانگی بر نمی‌آرد بهنگام

مگر دودِ دلم عالم سیه کرد — دمِ من صبحِ عالم را سیه کرد

وگرنه کی شبی را این درنگست — که گردون بی‌مه و سیاره تنگست

مرا زین شب سیه شد روی هستی — سیه روییست این نه شب پرستی

کجا باشد که این شب روز گردد — دلِ پرسوزِ من بی‌سوز گردد

ازین ظلماتِ غم یابم رهائی — بچشمِ خویش بینم روشنائی

بسی میگرد زینسان ناامیدی — که ناگه از افق بر زد سفیدی

چو لاله گرچه بودش در جگر داغ — ز بادِ صبحدم بشگفت چون باغ

چه خوش بادیست بادِ صبحگاهی — که در جنبش آید مرغ و ماهی

در اندم هر دلی کافسرده باشد — اگر زنده نگردد مرده باشد

بزرگان کان نفس را زنده دارند — بجان بخشی دمِ بخشنده دارند

نه ح - بگشایند   نه ق - مگر بگسست   نه ح - که بر می ناورد   نه ق - وردام

نه ق - دم من صبح گردون را سیه کرد   نه ح - مقعد   نه ق - بت پرستی   نه بہ

دلے کو نورِ صبحِ راستین یافت — کلیدِ کارِ خود را آستین یافت
هماں در زن که ملکِ عالم آنجاست — دگر زاں بیشتر خواهی هم آنجاست
که شد صبحے ز خوابِ غفلت آزاد — که بخشش[1] صد درِ مقصود بکشاد
چو شیریں یافت نورِ صبحدم را — بروشن خاطرے بر زد علم را
بمسکینی جبیں بر خاک مالید — بدرگاهِ خدائے پاک نالید
که اے در هر دلے دانندهٔ راز — به بخشائش درت بر همگناں[2] باز
ز بے کامی دلم تنگ آمد از زیست — تو میدانی که کامِ چوں منی چیست
چو تو امیدِ هر امیدواری — امیدم هست کامیدم بر آری
جز ایں در دل ندارم آرزوئے — که یابم از وصالِ یار بوئے
ز حرمت داشتن چوں ذرّه[3] بالم — بشارت ده بکابینِ حلالم
درونم سوخت زیں حاجت نهانی — گرم حاجت بر آری می توانی
وجودم گشت زیں درماندگی پست — تو گیری از کرم درمانده را دست
نشاطے ده که زیں غم شاد گردم — ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسرِّ کبریا در پردهٔ غیب — ق ۱ — بوحیِ انبیا[4] در حرفِ لاریب
بنورِ مخلصاں در دردمندی — ۲ — بصبرِ مفلساں در ناامیدی
بایمانِ تو اندر جان بدکیش — ۳ — بپیوندِ کهن در دلقِ[5] درویش

---

[1] ق. که بخشش [2] ق. بیدلاں [3] ح. بے بالم [4] ق. صرف [5] ح. درپشت

بدان اشکے کہ شوید جامہ ایاک ۴ بدان حسرت[1] کہ گرد دہرہ خاک
بدان تاریک زندانِ مغاکے ۵ ببالینِ فراموشان خاکے
بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند ۶ بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند
بآہے کز سرِ شورے برآید ۷ بخارے کز سرِ گورے برآید
بمہرِ اندودہ دلہاے کریماں ۸ بگرد آلودہ سرہاے یتیماں
بدان غرقہ کہ بر ناید ز آبے ۹ بدان تشنہ کہ باشد[2] در سرابے
بشبہاے سیاہِ تنگدستاں ۱۰ بدلہاے سفیدِ حق پرستاں
ببادے کاو دل اندر تن در آید ۱۱ بدان جاں[3] کاخر از مردن برآید
بعشقِ نو در آغاز جوانی ۱۲ بغمہاے کہن در دل نہانی
بدان بیدل کہ ہستی نابدش یاد ۱۳ بدان دل کو بود در نیستی شاد
بدان سینہ کہ دارد عشقِ جاوید ۱۴ بہجرانے کہ ہست از وصل نومید
کہ برداری غم از پیرامنِ من ۱۵ نہی مقصودِ من در دامنِ من
گرفتارم بدستِ نفسِ خودراے برحمت بر گرفتارے ببخشاے
برآور آرزوئے راکہ دارم کلیدِ آرزو نہ در کنارم
اگرچہ ما جرا ہست از ادب دور تو دانی گر تو نتوان داشت مستور
نخستم در لباسِ آرزو پوش پس این جرم بستاری فرو پوش

۱- حسرتے ۲- ح. گم شد ۳- ح. دم

چو شیرین یار از سر صدق این دعا کرد　　خدا از صدقش آن حاجت روا کرد

بصدق آنکو درین حضرت پناهد[۱]　　نهد اندر کنارش هر چه خواهد

چو جوینده مرادِ خویش یابد　　بمزدِ[۲] اعتقادِ خویش یابد

در آن شب کان صنم زینسان غمین بود　　ملک را هم ز غم حالت[۳] همین بود

همه شب نازنین را یاد میکرد　　بدل پرویز دو فریاد میکرد

فراوان غم کشید اندر شبِ تار　　که تا شب را بروز آورد یکبار

چو رفت از دیدهٔ مردم[۴] سیاهی　　جهان روشن شد از مه تا بماهی

نماند از آرزومندی قرارش　　برفت از خویشتن داری شمارش

سبک بنشست بر شبدیز چون بدر　　روان شد سوی خورشیدِ فلک قدر

همان سو داعنان آویز جانش　　همان خاصانِ دولت هم عنانش

رها کرده عنان دنبالهٔ دل　　بارمن بار شد منزل بمنزل

هوای سرد وقتِ برگ[۵] ریزان　　گریزان گل ز باد افتان و خیزان

بخجلت همچو دم سردان همی گشت　　بکوه و دشت سرگردان همی گشت

ز هر سنگش خاک را پیرایه میداد　　دم سردش خزان را مایه میداد

روان می بود در ویران و آباد　　بدینسان تا خزان بگذشت چون باد

ن۱ ق - بیاید　　ن۲ ق - بخورد　　ن۳ ق - خاطر حزین　　ن۴ ح - انجم　　ن۵ ق - ترک

رفتنِ خسرو بدرِ قصرِ شیرین و دربند کردن شیرین به خسرو

چو بستان تازه گشت از بادِ نوروز | جهان بستد بهارِ عالم افروز
ز آسیبِ صبا در جلوه شد باغ | بغارت داد بلبل خانهٔ زاغ
هوا کرد از گل آسیبِ[1] خزان دور | بمشکِ تر بدل شد گردِ کافور
عروسِ غنچه را نو شد عماری | کمر بربست گل در پرده داری
بنفشه سر برآورد از لبِ جوی | زمین گشت از ریاحین عنبرین بوی
نسیمِ صبحگاه از مشک بوئی | هزاران نافه در بر داشت گوئی
حریرِ گل ورق در خون سرشته | براتِ عیش[2] بر ساقی نوشته
غنوده نرگس و قمری به بستان | ببانگِ[3] چنگ در بالینِ مستان
خماری نرگسِ شب ناغنوده | شکیب از جانِ مشتاقان ربوده
شگوفه شاخ را پیرایه کرده[4] | سمن گل را بداماں سایه کرده
خبر می برد بادِ صبحگاهی | ز بوی گل بشادروان شاهی
کز نیسانِ نو بهارِ عشرت انگیز | چرا از باده باید کرد پرهیز
ملک بر عزمِ صحرا بارگی جست[5] | به پشتِ بادِ سروِ نازنین رست

---

[1] ح۔ آشوب [2] ح عشق [3] ح چو بانگ چنگ [4] ح میکرد [5] ح بست

بخدمت باوشاق چند دلخواه　　جنیبت راند چون خورشید چون ماه
نخست از گشت کرد آهنگ نخچیر　　فرود آورد صد مرغی[۱] بیک تیر
برون جستند بازانِ سبک خیز　　بخونِ صید کرده چنگ را تیز
درآمد چنگل شاهین بتاراج　　نه تیهو ماند در صحرا[۲] نه درّاج
ره بط باز[۳] تیز آهنگ میزد　　برقصِ کبک شاهین چنگ میزد
فلک سر سوکه مرکب راند حالی　　زمین از گور و آهو کرد خالی
چو لختی گشت و صید افگنده تا چاشت　　از آنجا سوی بستان راه برداشت
بگلزار آمد از نخچیرگه شاد　　بساط افگند زیرِ سرو و شمشاد
بجای نشست با خاصانِ درگاه　　برآمد بانگِ نوشانوش تا ماه
برون دادند مرغانِ خوش آهنگ　　نوای ارغنون زابریشم چنگ
شمال از شاخ سنبل خاک میروفت　　صبا بر فرشِ نسرین پای میکوفت
فلک زانو زده بر مسندِ ناز　　بعشرت رنج سوز و گنج پرداز
چو گل پیشانیِ دولت گشاده　　ببالین پشت دولت باز داده
پیاپی گرچه می میکرد پرکار　　نمی رفت از دلش سودای دلدار
بیادش در چمن نظاره میکرد　　بجای جامه جان را پاره میکرد
سخن میگفت و آب از دیده میریخت　　بدامان گوهر ناچیده میریخت

۱؎ ق- مهر　　۲؎ ق- بربالا　　۳؎ ق- تیز ازان

نه تسکینی که خود را باز جوید — نه همدردی که با او راز گوید
نبود آن روز پیش شاه شاپور — که از خسرو غم شیرین کند دور
گره چون غنچه میزد بر دل تنگ — همی شست آستین از اشک گلرنگ
بهر نرگس که در گلزار دیدی — خیال چشم مست یار دیدی
بهر شاخی که از گل برگرفتی — بیاد دوست آه از سر گرفتی
ز هر سنبل که تابی باز[۱] میکرد — ز زلف او عتاب آغاز میکرد
شکیبا بود تا هشیاری داشت — چو سرخوش[۲] شد عنان از دست بگذاشت
چو سرها گرم گشت از باده چند — زبان بگشاد با آزاده چند
که نوروز آمد و گلزار بشگفت — صبا با گل پیام عاشقان گفت
روان شد باد جام لاله بر دست — خمار نرگس بیمار بشکست[۳]
همه کس با حریفی باغ در باغ — مرا از[۴] درد دل ز دوری داغ بر داغ
نشاید خورد می بی دوستداران — که شادی غم بود بی روی یاران
بود بی دوستان در مجلس ناز — پیاله سرنگون شیشه دهن باز
همه شادند و جانم در عذابست — که می بی روی جانان زهر نابست
اگرچه روی گل مهمان نوازست — ولی افسانهٔ بلبل درازست
مرا از سوز دل هر لحظه مرگی — که آرد تاب آتش کاه برگی

---

۱ ح - گردست ۲ ح - کفایت را عنان از دست نگذاشت . ۳ ح - بنشست ۴ ق - خود

هلاکم زین هوس[1] ناموس خامست — چو عشق آمد چه جائے ننگ و نامست
بدان می آردم این گم شده بخت[2] — که عصمت را ببازار افگنم رخت
زنم[3] از غصهٔ دل سینه را چاک — ز خون خویشتن رنگین کنم خاک
مگر باد آید و زین جوے خونم — بدان بدخو رساند بوے خونم
چو[4] چندین زین سخنها گفت حالی — دل از اندیشه لختے کرد خالی
جنیبت جست و از دل بار برداشت — ره مشکوے آن دلدار برداشت
روان گشت از شراب لعل سرخوش — ولیک از سوز سینه دل در[5] آتش
برقاصی صبا در زیر رانش — خیال یار زیبا همعنانش
بناگوشش ز آب[6] گرم در خوے — دم سردش پیام آورده از روے
چو آمد سوے قصر نازنین تنگ — ز مغزش عقل[7] شد و ز سینه فرهنگ
خبر بردند بر سرو گل اندام — که طوبی بر در فردوس زد گام
بلرزید از هراس آن دستهٔ گل — کزان سیلاب تندش بشکند پل
نکو نامم بننگ آواره گردد — لباس عصمتش صد پاره گردد
صواب آن دید رائے هوشیارش — که بندد راه[8] در ایوان یارش
عملداران درگه را بفرمود — که تا بندند پیش آهنگ شه زود

---

[1] ق- هوس [2] ح- بدان می داردم این جان کم بخت [3] ح- تهم [4] ح- چندی
[5] ح پر ز آتش [6] ح زراه [7] ح- هوشش [8] ق جایے

چو پیدا گردد آن خورشید پر نور	زمین بوسند همچون سایه از دور
درافشانند مروارید شب تاب	زمین را گرد بنشانند از آب
رسانندش چنان با عز و تمکین	ازانجا تا در ایوان شیرین
چو فرمان داد ماه مشتری قدر	ز صحن خانه بالا رفت چون بدر
دویدند آن همه فرمان پذیران	باستقبال شاه تخت گیران
چو پیدا شد شکوه ارجمندی	کلاهی تا بخورشید از بلندی
فروزان از جبینش فر شاهی	زمین تا آسمان نور الهی
به پیرامن نه از گردن کشان کس	غلامی چند از خاصان شه[۱] بس
خطش پر لاله عنبر بیز گشته	گلش از خوی[۲] گلاب انگیز گشته
ز بوی خوش که بیزد آن تن پاک	گلاب[۳] آمیز گشته کره[۴] خاک
ز رویش آفتاب از دست می رفت	کسی کامد بدیدن مست می رفت
چو دیدند آن رقیبان عارض[۵] شاه	جبین سودند بر خاک گذرگاه
نثاری ریختند از گوهر و لعل	سم شبدیز[۶] گردید آتشین نعل
ز لؤلؤ حلیه[۷] می بستند مه را	نثار افشان همی بردند شه را
ازانجا تا به شادروان ماهش	همه بر فرش دیبا بود راهش

---

۱ ق - او ۲ ق - خویش از گل ۳ ح - عبیر ۴ ح نافه ۵ ح - جبه

۶ ح - که گوهر دار کردند آهنین نعل ۷ نسخه‌ای می بستند ره

چو آمد بر درِ قصرِ دلارام　　کزان شیریں سخن شیریں کند کام
درے دربستہ دید و میزباں دور　　مہ اندر برجِ عصمت ماندہ مستور
تعجب کرد حیراں ماند زاں کار　　کہ نخلِ بارور چوں گشت بے بار
ز خجلت روے را چوں زعفراں کرد　　کہ بے روی چنیں خود چوں تواں کرد
زمانے ماند بر در دیدہ پُر آب　　درونش تافتہ بیرونش بے تاب
بہر نوعے کہ میزد با خرد رائے　　نمی ماندش[1] دلِ شوریدہ بر جائے
جہاں شب شد بچشمِ نیم خوابش　　کہ ماند اندر پسِ[2] ابر آفتابش
بخواری بازگشتن خواست در حال　　کہ خواندش نازنیں ز آوازِ خلخال
ملک را کامد آں آواز در گوش　　بجانِ بے خبر باز آمدش ہوش
نظر[3] انداخت چوں بر قصرِ والا　　زمیں بوسیدہ ماہِ سرو بالا
دمید از ہر دو جانب صبحِ امید　　مقابل شد بگرمی[4] ماہ و خورشید
پریرو از فرہ مہر بخت آبے　　بروئے میہماں میزد گلابے
بہ نظارہ فرو ماندند تا دیر　　نمی گشت از تماشا چشمشاں سیر

ن ۱ ح نمی آمد　　ن ۲ ح کوہ　　ن ۳ ح چو سر بر کرد سوی　　ن ۴ ح - بدل گرمی دو خورشید

سرکه ریزی خسرو از عتابِ ترش روئی شیرین و خود ترش گشتن

ملک هر چند خواهان با دلِ ریش / که در صحرا نهد سوزِ دلِ خویش
هلاکش گرچه ترکِ جان همی کرد / زبانش در سخن فرمان نمی کرد
ازان دل ماندگی کامد بجانش / زبس گریه گره مے شد زبانش
چو لب بستن نه زیبا بود با دوست / که در حلوا نیفتد پسته را پوست
نقاب از لولوے رخشنده بر کرد / جهانے پر ز مروارید تر کرد ۱
بزاری گفت کاے جانم تو شاد / غمت شادی فزاے جانِ من باد
بزرگی هائے بے اندازه کردی / که با خوردان بزرگی تازه کردی
ضیافت ها نمودی ناتوان گفت ن۱ / که نتوان تا قیامت شکر آن گفت
زر افشاندی و مروارید شب تاب / نشاندی تا سرم در آتش و آب
ز قطع انداز دیباهاے زربفت / فرس نے بر زمین بر آسمان رفت
ز صحرا تا جنابت ن۲ احترام / بیاوردے بتعظیم تمام
پس از چندین نوازشهاے چون نوش / که کردی بنده وارم حلقه در گوش
چه بود این بے سبب در پرده ماندن / غریبان را بر درِ در نشاندن

ن۱ ح - قیامت هائے   ن۲ ح - پاے بے نوع

مرا بگذاشتی بر خاکِ[1] خواری | چو مه بر آسمان گشتی حصاری
ترا گرچه عروسک در حصار است | مکن کز سنگِ من بر مه[2] غبار است
همان با این سرافرازی بجا هم | که افتد از زبر دیدن کلاهم
نه شیرین آید از شیرین زبانان | ترش رویی بروی میهمانان
چو جانم جز وفاداری نیاموخت | چرا باید دلی بی موجبی سوخت
تبر بر[3] میوه باشد بوستان را | برونِ در نشاندن دوستان را

جواب شیرین به خسرو پرویز

جوابش داد شمشادِ قصب پوش | که دولت باد شه را حلقه در گوش
فلک را سر بلندی در پناه است | ستاره خاک روبِ بارگاه است
هزاران کامِ دل در دامنت باد | هزار اقبال در پیرامنت باد
دلت خالی مباد از شادمانی | فزون باد از شمارت زندگانی
اگر بالا شدم چون دیدمت مست | مکن از سرزنش سروِ مرا پست
مرا بخت تو بالا برد پایه | که بر فرقت کنم چون ابر سایه
شود ابر ار چه بر دریا سرافراز | هم آخر پیش دریا سر نهد باز
گر این خاک از بلندی بهره مند است | درت را پایه صد چندین بلند است

---

[1] ح - در خاک و خواری   [2] ق - درمه   [3] ق بهی بر میوه

اگرچه ذرّه از روزن[1] در آید — نه از خورشید روشن برتر آید
وگر بر مه رسد گرد وجودم — همان خاکِ رهِ شاهم که بودم
گر افتم خود سرم بر آسمان سود — مرنج از من که تو شمعی و من دود
هم از اقبال تست این ارجمندی — که سر بردم بخورشید از بلندی
ازان سر بر فلک برد این پرستار — که تا گردِ سرت گردد فلک وار
نه تاجِ زر ز سر نیکوتر آمد — که یک سر بر سرِ سلطان بر آمد
دگر گفتی که نبود شرطِ یاری — غریبان[2] را بدل راندن بخواری
بدان عزّت[3] که بر شیرینِ مسکین — پسے شیرین تری از جانِ شیرین
ازان رغبت که خسرو را بجانست — هوس در جانِ شیرین بیش ازانست
توانم کز وفاداری درین راه — دهم[4] تن در رضائے خدمتِ شاه
فرود آیم ازین منظر خرامان — کمر بندم بر آئینِ غلامان
ولے ترسم که وا ماند ز پرواز — تذروِ نازنین در چنگلِ باز
تو[5] شاه عاشق و دیوانه و مست — چو در دامت در آیم چون توان رست
مرا مادر به ننگ و نام پرورد — بشهد[6] و شیر و شکر چهره چون ورد
روا باشد که با این خوے خامت — بپاے خویشتن آیم بدامت

---

[1] ح - بر آید   [2] ح - عزیزان را   [3] ق - بکن غیرت   [4] ق - نهم سر   [5] ق - دانم
ق - تو باشی بادشاه و عاشق و مست   [6] - تو شیرین پخته دا و خام پرورد.

چه خوش گفتند موشان با پلنگان — که پیش گربه نتوان رفت لنگان
بیا سیلی که بینی در نظر خورد — که جان از وی بدشواری توان برد
چو آهو دل بنه بر خندهٔ شیر — بپای خویش آید پیش شمشیر
نه در شرط وفا ناحق شناسم — ولی ز آسیب تهمت می هراسم
چو گل در دست مستان آید از خاک — نماند دامنش ز آلودگی پاک
بکوشش تا به اکنون داشتم پاس — دُرِ ناسفته را از نوک الماس
کنون بازی کنی با زلف و خالم — میفگن برقع از شرم جمالم
تو بر بسیار حلوا دست داری — زبان اندر شکر پیوسته داری
مدان حلوای شیرین را چنان خام — که پیش از پختگی شیرین کنی کام
نه لوزینهٔ صبوری چون کند کس — نمک باشد که انگشتی زنی بس
تو چندین شکرانه را چاشنی گیر — قناعت چون کنی با قطرهٔ شیر
ترا باید شکر خوردن مگس وار — که هیچ مرغی نیاید بر درم بار
برو خود را ببازار شکر بند — که شیرین انگبین ست و شکر قند
لب شیرین که جز با جان نسازد — شکر وا اندکزو چون میگدازد
مبر نام شکر گر خود نبات ست — که شیرین شربت آب حیات ست
شکر گرچه دهد ذوق زبانی — ولی شیرین ست ذوق زندگانی

---

۱ ح - خود خرامد ۲ ح - زبان اندر نمک ۳ ق - زیر پارا ۴ ح - ترا باشد مگس خوردن شکر وار ۵ ح - خند

ق - دو ۱۵ ار

چه شیرین ست یارب شربتِ تو | ولی دور از لب و دندانِ خسرو
بکش گر بی دلم گر بی کبابی | شرابِ تلخ زود آرد خرابی
چو شکّر خورده‌ای بس کن ز جلّاب | که با سرکه نیامیزد مئے ناب
تو خوش زی با پری رویانِ مه‌سا | به گلزار چون بلبل به پرواز
من و کنجِ غم و شبهای دیجور | درونم چون چراغِ صبح بی نور
نه من خسپم نه از فریادِ من کس | همه شب مونسم هجرانِ تو بس
تن از غلطیدن خاکم چنانست | که خارم زیر پهلو پرنیانست
ز آهم گرد گردون آید این کاخ | هوا پر دود بینی بام سوراخ
چه میخواهی ز چون من در عذابی | رها کن بیدلی را در خرابی

پاسخ خسرو به تقریر شیرین

دگرباره زبان بگشاد پرویز | بپاسخ کرد لب را شکّرآمیز
که ای شمعِ من و خورشیدِ آفاق | بزیبائی چو خورشیدِ جهان طاق
جمالت رونق افزای جوانی | وصالت خواجه تاشِ زندگانی
بهار زلفِ مشکینِ تو گردی | ز لعلت چشمهٔ خضر آب خوردی

ل ح - زمین آزرده

مبادت چشم را جز بر دلم ناز / مبادا جز بروی چشم من باز

عنایت گرچه با ما تلخنا کست / چو شیرین می کند تلخی چه باکست

✓ چه عیب ار شکرت شد سرکه پرورد / که سرکه با شکر خوشتر توان خورد

بود اینهم وفا کز مهربانی / دهی زهرم در آب زندگانی

فرنج ار گوییت بالا چه رائی / فرود آ گرچه بر جانم بلائی

چو خورشید ست خاک آستانت / چه حاجت بر شدن بر آسمانت

مده دمهای سردم را بخود راه / که از آه آهین ست آئینهٔ ماه

حذر کن زین فغان آتش اندود[۱] / که دیوارت سیه گردد بدین دود

نه بینی کاه[۲] جان مستمندے / بلند از دو برین قصرت کمندے

در افگن زلف تا زان[۳] رشتهٔ ناز / شوم با چنبر گردون رسن باز

اگر بالا نخوانی زین معنا کم / مران از در نه آخر کم ز خاکم

وگر راضی بدان شد لعبت نور / که بوسم آستان دولت از[۴] دور

چو دارد ذره از خورشید امید[۵] / زند زان تکیه بر بازوے خورشید

اگر زلفت فشانم بر دل خویش / بزنجیر درت بندم دل ریش

گرفتم خود که یاری را نشایم / مکن خواری که خواری را نشایم

---

۱ ح - آلود   ۲ ح - کاب چشم   ۳ ق - تا از آن سر

۴ ح - سه - که باشد ذره از خویشش نومید * که خواهد تکیه بر بازوے خورشید

گناهی[۱] زین قوی‌تر نیست بر من | که دارم دوستی با چون تو دشمن
روا باشد که بندی[۲] ای جفاجوی | بجرم دوستی از دوستان روی
اگر محراب دیگر پیش گیرم | هوای نفس کافرکیش گیرم
جوانی تهمت مردست دانی | بترس از تهمت روز جوانی
من از نرخ شکر پرسیدم ای یار | فگندی از بهشتم دوزخی وار
چه خود راندی بجوی شیر کشتی | شدی هم شیرخوار و هم بهشتی
چو بی سنگی از من[۳] آیدت یاد | چو بستی نقش خود بر سنگ فرهاد
بسا توشه که مهمان سوخت[۴] زان دود | سگ همسایه با انبانش بربود
گرم جلاب شیرین پیش بودی | ز شکر کی دهانم ریش بودی
ز شور[۵] شکرم تسکین نباشد | شکر چون شور شد شیرین نباشد
گذشت[۶] اندر غمت عمری دل دیر | که در رویت ندیدم یکزمان سیر
بهر وعده که در کارم نهادی | بسا عشوه که در بارم نهادی
فریبت کمتر از جور و ستم نیست | که چاه کور از گرداب کم نیست
مکن چندین خرابی بر خرابی | که شوری[۷] تشنه را در سرابی
نکردم من گناهی در چه کردم | شفاعت خواه[۸] اینک روی زردم

---

۱ ق- بغیر از این گناهی نیست بر من   ۲ ح- که ای رند   ۳ ح- از من نایدت   ۴ ق- ساخت
۵ ح- سوز   ۶ ق- گذشت از عمر من بس مدتی دیر   ۷ ح- چه   ۸ ح- خواهم

گناهم گر ببخشی شرمسارم   وگر خونم[1] بریزی با تو یارم
گناه و عذر باشد شرمساری[2]   خداوندی بود آمرزگاری

بدین خواری مرنجان بیچوی را   مکافاتیست آخر هر بدی را
بخوش خوئی توان با دوستان زیست   چو بدخو دوست باشد دشمنی چیست

سگی کز بوی خوش نبود نشانش   رها کن تا برد باد خزانش

بآزار غریبان دست مگشای   که غافل نیست دوران سبکپای
جفای گر ز تو[3] بر همسرانست   بتو نزدیکتر از دیگرانست

چو خواهی پشه را بشکنی بیش   طپانچه خود زنی بر گردن خویش ۱۲

پاسخ شیرین بمقابل تقریر دوم خسرو

دگر باره پری روی رسن ساز   فسون تازه کرد از چشم غماز
رطب را خنده داد و چشم را خواب   روان کرد انگبین در جوی[4] جلاب

دعا را زیر لب پرواز میداد   سخن را چاشنی از ناز میداد

که شاها تا ابد شاه جهان باش   ز مشرق تا بمغرب کامران باش

جهان اجری خور بخت بلندت   سر گردن فرازان در کمندت

شکوهت را فلک زیر نگین باد   کلید عالمت در آستین باد

---

[1] ح - خون ریزیم هم   [2] ق شرمساری   [3] ح - کمان   [4] ق - جام

من آں طاؤس رنگینم دریں باغ　　کہ دودِ دل سیاہم کرد چون زاغ
نہ تسکینے کہ خود را باز جویم　　نہ دلسوزے کہ با او راز گویم
ندانم کیں[1] گرہ را چوں کنم باز　　کہ با بیگانہ نتواں گفت ایں راز
نہ بینم رہ چو رویت بینم از دور　　چو مرغ شب کہ کورش بینی از نور
شبم در غم رود روزم بہ تیمار　　مبادا کس بروزِ من گرفتار
برانم زیں دلِ دیوانۂ خویش　　کہ آتش در زنم در خانۂ خویش
دہم بر بادِ حسرت جان و تن را　　برسوائی بسوزم خویشتن را
مرا گر سینہ بشگافی بشمشیر　　ولے بینی ز جانِ خویشتن سیر
تو اے بدخو کہ در جانم درونی　　حذر کن زیں چراغہائے خونی
دلم سوزد ترا دامن نسوزد　　کہ میدانم دلت بر من نہ سوزد
من از عشقت چنیں تنہا و مدہوش　　تو خوش اندر نشاط و عشرت[2] نوش
خوری با نازنیناں دوستگانی　　بیں آنکہ جرعہ بر شیریں فشانی
بہر گلزار مے در جام کردن　　بیں ایوانِ مرا بدنام کردن
اگر یک[3] رنگ باشی یار لغزی　　دو دل لیکن چو بادامِ دو مغزی
دلِ مردم چو گشت از راست خوئی　　مجو ز آئینۂ کج راست گوئی
عتابت[4] گر ندارد سود بر من　　مزن پیکانِ زہر آلود بر من

ح۔ نیارم کیں گرہ با جان　[2] ح۔ نغمہ　[3] ح۔ ندارد با دلِ یکرنگ لغزے　[4] ق۔ عنایت گر نداری

ترا من یار دانستم بہر کار ازاں در ساختم چوں یار با یار
نه دانستم که چوں شیرانِ سرمست بخونریزِ من آئی تیغ در دست
مزن در خونِ من چوں چرخ ناورد که من[1] چوں آفتابے ماندہ ام زرد
ندارد بخت من آں زور بازو که باشم چوں توے را ہم ترازو
مرا بگذار تا میرم بزاری که از خواری بتر زنہار خواری
ترا پنہاں بہر برج آفتابے بہر گوشه بہشتے در نقابے
منم تنہا چنیں مہجور ماندہ ز نزدیکانِ خدمت دور ماندہ
روا باشد که با ایں سحر و نیرنگ ز بیرنگی زنم قارورہ بر سنگ
کنم آں گاہ با صد زیردستی کنیزانِ ترا پائیں پرستی
ہمائے کش بہ پستی رغبت آید قفائے ماکیانش خورد باید
مبادا ناکساں را کامرانی که دشوارست با سگ زندگانی
چو خالی گردد از گوہر خزینه بیاقوتی نشیند آبگینه
بجو دادن نشاید نرخ کافور نه بر ظلمت نہادن تہمتِ نور
مخواں سوے بہشتم زیں خرابی که با ماہی نسازد مرغ آبی
که دارد[2] ایں روا با حسن رومیم که یک گل با ہزاراں خار بومیم
من آں بازی گرم کز چشم طناز خطا[3] و روم بستانم بیک ناز

---

[1] ق - که من خود آفتابم   [2] ح - چو نومیداست با ایں حسن   [3] ح - که چین و روم

کسے کز بوسہ کردم دلنوازش بنوکِ غمزہ دانم کشت بازش
چو نرگس را طریقِ نازہ بخشم برم صد جان و از لب بازبخشم
بنا گوشم نگر چون دامن گل زن[1]ویم خونِ گل بر گردنِ گل
مرا زیبد بدین صنعِ الٰہی کہ بر خوبان کنم صاحب کلاہی
رسد طاؤس را[2] در شہر دُرّاج کہ از دُم چتر سازد بر سرِ تاج
مکن خورشید را مہمانِ مہتاب کہ باہم در نسازد آتش و آب
چو من با سوز خود سازم[3] درین نام بفقید مرغ آتش خوارہ در دام
نہ سرو بوستانست این تن پاک کہ آلودہ شود پایش[4] بہ خاک
من آن سروم کہ در دل ساختم جائے کہ سرو باغ را در گل بود پائے
نظر ہر لحظہ در من کرد نتوان مفرّح را بسیری خورد نتوان

پاسخ خسرو بہ دلبرِ پُرکار شیرین گلعذار

چو خسرو دید کان آہوئے سرمست نخواہد داد شیر[5] شرزہ را دست
چو لبے با ہزاران عذر چون قند کشاد و کرد شیرین را زبان بند
کہ اے دارندے چشم خاکِ کویت دلم دیوانۂ زنجیرِ مویت
ولایت دار حسنت بیم و امید برائے پوشش رویت ماہ و خورشید

---

[1] ح - بریزم خون گل در دامنِ گل [2] ح - در پیشش [3] ح - بدین [4] ح - آتش [5] ق - بر شیرین

خیالت کرده با جان آشنائی — جمالت چشم جان را روشنائی
ز رخسار تو چشم باد پر نور — وزان رخسار زیبا چشم بد دور
بگویم چون پری از من نهانی — که جان باشد پری تو جان جانی
ترا گر آشنائی صد زبان بود — اگر بیگانه گشتی جای آن بود
منم کز آستانت سر نتابم — وگر تیغم زنی رخ بر نتابم
سرم گر بپرد[1] در بی گناهی — پذیرفتم بهر نوعی که خواهی
همی کن هر چه خواهی[2] در حضورم — مکن بهر خدا از خویشتن دورم
گر افتد رغبت کهتر نوازی — کنم بر آسمان[3] گردن فرازی
دگر سوزی[4] همی سوزیم چون عود — که نا پخته بود حلوای بی دود
مگو چندین ز سوز عشق با من — که از دل فرق باشد تا بدامن
غم هجران ز جان ممتحن پرس — تو معشوقی ندانی آتش از من پرس
گر از من میروی چون گل ز بستان — تو از دل باز می مانی من از جان
شبی دارم درین درد جگر سوز — که تا روز قیامت نیستش روز
مگر زلف سیاهت گاه بازی — شبم را داد تعلیم درازی
من و شبها و جان محنت اندود — ز تو رانی[6] تنی چون سایه دور

---

۱ ح۔ گرم سر چی بری بر ۲ ح۔ دانی ۳ ق۔ کنم بر آستانت سر فرازی ۴ ق۔ بسوزم گر
۵ ح۔ این ۶ ق۔ ز لرزانی

نخسپم ز اوّلِ شب تا سحرگاه — گہے در زہرہ بینم گاه در ماه
توئی[1] خفته چو شمعِ صبحِ بے سوز — چه دانی حال این شبہائے بے روز
در صبح امیدم بے کلید ست — که پایانِ شبِ غم ناپدید ست
ز آهِ صبحدم در ہر خراشے — خورم پوشیده در جان دورباشی
نہ ہرکے کو دلم[2] را گرم دارد — نہ بخشے کز غریبان شرم دارد
نخواہم ریخت خونِ خود بشمشیر — که شیرِ گرسنه از جان بود سیر
ہمه روزم[3] بہر سوئے دل ز ہوش — مگر جائے ز وصفت خوش کنم گوش
ہمه شب چشمِ حیرت بر رہ[4] باد — مگر وقتے ز بویت دل کنم شاد
من از دل دارم این غم ترک آرام — که می[5] افتد ز دانه مرغ در دام
ز تو چندین غم بر دل نہانی — ہنوزت دوست میدارم که جانی
من از فرقِ تو موئے کم نخواہم — تو از پشمِ کسان دوزی کلاہم
نداری[6] شرم کاے محرابِ نوشاد — کنی پائین پرستِ چند را یاد
گرفتم خود که بادِ آسمانم[7] — نه آخر خاک روبِ آستانم
چو تو غمزه زنی زان[8] نرگسِ مست — ز تو یک تیر و ز ایشان شصت در دست
کبوتر خوش پرد[9] بر چرخِ نیلی — ولے شاہینش زیر آرد بسیلی

---

[1] ح - تو ای خفته چو شمعِ مرده [2] ح - سرم را [3] ق - نہاده دائما دل بر در ہوش [4] ح - در

[5] - که مرغ از دانه بیرون شد نه از دام [6] ق - نداری شرم اے محرابِ مستاں - که آری یاد بعض بت پرستان [7] ح - آسمانم

[8] ح - آن ناوک [9] ق - رود بر پر...

بباز ی گاهِ کبکان گاه بازی — کلنگان رانزیبد با درازی
چو گیرد چشمهٔ خورشام تاروم — در آن چشمه چو اصل کے شود بوم
چو شعله[1] تیز فروزد آتشِ تیز — ز خارِ خشک نتوان کرد پرهیز
مبین آتش که در خس زود گیرد — که گر چه زود گیرد زود میرد
اگر چه تابِ شهوت گرم خیزست — بیک قطره بمیرد گرچه تیزست
مرا جانیست عشقت نے هوائی — بآسان چون توان از جان جدائی
چراغِ عشق را مدت درازست — که تا صبحِ[2] قیامت سرفرازست
بزاری گو بمیت در ساز بامن — مباش از پرده سنگ انداز بامن
فسون سازی بسے کردم بگفتار — بران غمزه نکرد افسون من کار
کنون تدبیرِ کارم بر دبارست — که با خامان ستیزه خام کارست
سفالِ خام چون بینی بفرهنگ — ز آلیش رخنه بیش افتد که از سنگ
شدت خوش باد مگسل آشنائی[3] — که دارد طاقتِ دردِ جدائی
بمجلس گر نخوانی میهمانم — کم از خون ریختن بر آستانم

پاسخ شیرین عیاره بفرهاد جان نثار

دگر باره نگار سرو بالا — گشاد از لعل تر لولوے لالا

---

[1] ح - جوانی چون برآرد [2] ق - که صبحش تا قیامت دیده بازاست [3] ق - مگسل ز آشنائی

که شاها جاودان فرمان روا باش بملکِ هفت کشور پادشا باش
بخسرو گفت کای چشم مرا نور مبادا از روی خوبت چشم من دور
مبادا لب تو جوی ملک را آب بدورانِ تو چشمِ فتنه در خواب
غمت پیوسته شیرین را بجان باد دلت بر جانِ[1] شیرین مهربان باد
مکن بازی[2] که مهمانم بجویت که گم شد میزبان در جست و جویت
فراگشتی دمن از مهربانی گهت جان خوانم و گه زندگانی
دلم[3] آتش زدی جانت چه خوانم کبابم ساختی مهمانت چه خوانم
بدینسان منظرے کس سر براهست بهشتست و مرا زندانِ چاهست
بدیوارش منِ مهجور بندی ز خونِ دیده[4] کردم نقشبندی
ترا کی خواهم[5] اینجا میهمان کرد بزندان میهمان را چون توان کرد
مگر یک عذر لنگم در ضمیرست که یوسف را ز زندان ناگزیرست
من و کنج و شبِ تاریک و داغی که آهِ من نیفروزد چراغی
چنان ماندم بکنجِ خانه نومید[6] که از سایه نبینم روی خورشید
درین تلخی چنان شد جوی[7] شیرین که می ناید مگس هم سوی شیرین
کجا جوید مگس را اندرین غار تنیده عنکبوتانش بدیوار
درین گوشه من از بس تنگ قوتی چو دیده[8] در نقاب عنکبوتی

---

[1] ق۔ حال [2] ق۔ مگو با من [3] ق۔ تنم [4] ق خویش [5] ح۔ چون دانم [6] ق جاوید [7] ق۔ روی [8] ق خرم اندر

دلم خون شد ازین تیمار خوردن | درونم خسته شد زین خار خوردن
تنِ من استخوان شد ز آرزویت | که سوی من سگی نامد ز کویت
کسی را دوست باید خواند[1] همدم | که باشد همدم اندر شادی و غم
نه یار اغیار گو آنرا که در کار | بشادی یار باشد در غم اغیار
نه توسن کاشتر خوار و حرونست | که در جو حاضر[2] و در تنگ زبونست
غمت در من چنان گشت آتش انگیز | که خاکستر شدم زین آتش تیز
هنوز اندر طریق عشق خامم | که یاد[3] آید هنوز از ننگ و نامم
چو باشد تشنه را اندر جگر تاب | خنک باشد ز بیرون ریختن آب
برون[4] عصمت که سینه پر ز سوزست | چو غسل روزه دار اندر تموزست
مرا گر پختگی در دل بود دود | برون مرهم نهی کی داردم سود
دلم صد پاره شد کز آه خونی | فرو خوردم بسی تیغ درونی
کنون بین تا چه سان در هر دریغی | ز دل بر میکشم چون برق تیغی
تو در پیش چنین شمشیر بازی | مکن با چون منی گردن فرازی
خدنگ مستمندان را مبین نرم | که از خورشید رخشان بگذرد گرم
بسی کوشیدم اندر پرده پوشی | که پوشم نالها را در خموشی
دهان بر دوختم از ناوک آه | فرو خوردم سنان ناله گهگاه

---

۱ ح. گفت ۲ ق. جله اندر ۳ ق. می باید ۴ ق. درون عصمت که بیرون

کنون کز بیخودی شد طاقتم طاق ندارد برگ[1] بودن جانِ مشتاق
ز دل تا چند جوشم چون خمِ مل برون خواہم فتاد از پردہ چون گل
گرفتارم بدستِ این دلِ زار مبادا کس بدستِ دل گرفتار
ترا کاگاہی از خود نیست دمے ز حالِ من خبر کے باشدت کے
دل آسودہ نشناسد کہ غم چیست ستم نادیدہ کے داند[2] ستم چیست
تو خوش خوش[3] میخوری عیشِ ابد را خورم من ہم ولیکن خونِ خود را
مرا در مے کباب از پہلوی[4] خویش کہ ہر چون تو سے سوزم دلِ ریش
ترا باشد سماع از پردۂ ناز مرا ہم ہست لیک از پردۂ[5] راز
چو افتادستے تو بیدم از خویش کہ ببریدہ است دل امیدم از خویش
ہنوزم رخ چو برگِ یاسمین ست ہنوزم سروِ بالا نازنین ست
ہنوزم گیسوان شوریدہ کارند ہنوزم آہوان مردم شکارند
ہنوزم سیبِ سیمین نارسیدست ہنوزم درجِ لولوے کلیدست
ہنوز از لب سرِ خونریز دارم ہنوز از غمزہ پیکان تیز دارم
ہنوز اندر سرم صد گونہ نازست ہنوز افسانۂ زلفم درازست
نہ زلفست اینکہ از آفت نشانست کمندِ گردنِ گردن کشانست
چو زنبیان گردنے گردی کمندم بآزادی رو از من تا نہ بندم

---

۱ ق: تن این ۲ ح: کہ غم ۳ ق: تو خوش مے ۴ ح: تار ۵ ح: نالۂ زار

پاسخ خسرو پرویز به شیرین شکر ریز

جوابش داد شمع تاجداران — که اے چشم و چراغ گلعذاران
ز تو هر تار مو جان را کمندے — ز مویت هر خمے در سینه بندے
همه ساله چو بخت خود جوان باش — همیشه همچو دولت کامران باش
مبادا چشم بد را بار رخت کار — ز گلزار رخت در چشم بدکار
بے خوردن مزن طعن خرابے — که خونها می خورم از بهر خوابے[۱]
ز بیخوابی چو گردم مست و بیتاب — کنم زین نوش دارو دارو‌ے خواب
نه خواب از بهر راحت خوش[۲] است آن کس — که بهر دیدنے دیدار تو بس
چنان از دیدنت در خواب مستم — که از نادیدن رویت برستم
درین غم زان دمادم باده رانم — که چون بیخود شوم غم را ندانم
بلے آنکس که نیشے بادیش خورد — دهند افیون که نبود آگه از درد
همه عیبم بمستی می نمائی — نمی گوئی[۳] که دیوانه چرائی
ز جام باده می بینی خمارم — خرابی می نه بینی کز تو دارم
ز می گر جرعهٔ در کام کردم — ز تو طوفان[۴] جنون آشام کردم
ازان جرعه چه می پرسی که چون است — درین طوفان تماشا کن که خون است

نـ۱ ق - آسے   نـ۲ ح - خود را   نـ۳ ب - نگوئی   نـ۴ ح - ز طوفان خون بخود

نه من می نوشم از عشرت شرابی   که بر سوزِ جگر می ریزم آبی
ولیکن دوزخی زینگونه پرتاب   کجا کشته شود از قطرهٔ آب
چه یاد آرم ز تو کز خود خرابم   روان از سر فرود آید شرابم
منم هر روز و این اشکِ جگرسوز   تو پنداری که من مستم شب و روز
بلی آنکس که او سرمست ماند   همه کس را چو خود سرمست داند
من از یادِ تو هر ساعت بحالی   ترا در کارِ من هر دم خیالی
بلی اندر حقِ یارانِ جانی   عجب نبود ز خوبان بدگمانی
بتان را با کسی کافزونست یاری   بر و افزون بود نااستواری
توی آن شیرگیر اندر تگِ خویش   بس آهوگیر گشتی[۱] از سگِ خویش
مریز اندر سرم جوشِ جوانی   ببخشایم بهر نوعی که دانی
ستانی جان و هم نبود مرادت   دهنده زین زیان صبری[۲] دهادت
دلم پر آتش و دیده پر از آب   میانِ آب و آتش چون کنم خواب
ترا گر داد ایزد خوب روئی   مرا خود گشته دیگر چه گوئی
تو خود آگه نه ز اندازهٔ خویش   بپرس از جانِ بی آوازهٔ خویش
چه آگه ذوق خود را شکر و شیر   شناسد آنکه باشد چاشنی گیر
تو دانی وصف خود کردن بیانی   ولی چون من که می سوزم ندانی

۱ح - گردی   ۲ح - سیری

نمک را در زبان لذت ببین بیش — بپرس آنرا که بینی زو ریش بر ریش
ز من پرس آفت بینائی خویش — که کردم در حسرت بینائی خویش
گره زد طالع اندر کار بختم — ندانم بر چه طالع زاد بختم
مرا این روز غم تاریک فامست — ز زلف و خال شب فام تو دامست
نه خال عارضی دارد جمالت — که هم با تو ز مادر زاد خالت
تو خود فتنه از بیداد داری — کز ینسان خال مادرزاد داری
از آن شد روسیاه این خال خونخوار — که خال تست و دارد با لبت کار
ندانم تا چه خوانم مذهبت را — که خالت[1] هم همی گیرد لبت را
من آیم بر درت نا خوانده هر بار — بسان گوسفندان علف خوار
تو بی رحمت ز چشم فتنه انگیز — کشی خنجر چو قصابان خونریز
بلی بز را چو آید آخرین خواب — بپای خود رود در کوی قصاب
کنون گشتم ز جان تسلیم رایت — بکن هر چه اندران باشد رضایت
ببین شاهم که خاک آستانم — مکن با خود برابر داستانم
اگر گل چرب تر باشد مبر ظن — که گیرد خاک تیره جای روغن
ولی گل خواره کش غیرت بدل نه — ز روغن توبه نتواند ز گل نه
مرا این مردمی از چشم تو رست — برادر خوانده خاک در تست

---

[1] ن ح - که خالے هم تنے گیرد

چنانم رو مکن زین خاک پرنور | که خوبت نزاید دیگر گیتی دور
مشو بیگانه چون دو چشم بدکیش | بیاموز آشتی از دو لب خویش
چو گرد د هر دو لب با هم یگانه | نفس هم در نگنجد در میانه
دو دیده در جوار هم نشیند | که هرگز روی یکدیگر نه بیند

جواب شیرین به خسرو پرویز

دگر باره گشاد آن سرو گلرنگ | چو از تنگ[2] نبات آن غنچهٔ تنگ
اجازت داد لب را شهد بیزی | صدف را شغل مروارید ریزی
دعا را با عبارت داد پیوند | که بادا تا ابد گیتی خداوند
زده رایات تو بر آسمان کوس | درت را دولت و بخت آستان بوس
سرے کو تافت گردن از دوالت | دوالک با دو فتراک جلالت
کنی چون انگبین تلخ را نوش | چو شیرین ساقی با دت درآغوش
تمنای شه از کهتر نوازیست | کنیزان را چه جای سرفرازیست
اگر مهمان فرود آیی ره اینک | وگر خونریزیم بسم الله اینک
نه یک جان گر صد و گر صد هزار است | چو تو خواهی مرا با آن چه کار است
بهر جان وامانم ده زداغے | درین ویرانه گو کم گیر زاغے

ن ق - کند   ن ۲ ح - سر تنگ نبات از غنچهٔ تنگ

ترا صد نافه در مشکوے بر مشک　　چه میخواهی ازیں یک هیزم خشک

گر آں دولت نداد ایں بخت چنداں　　که در گنجم بسلک سفته گوشاں

توانم ایں که بر بام سرائے　　مهِ نو بینم و گویم[۱] دعائے

ازاں بالا ترا آمد ماه منظور　　که هر کس را[۲] رسد نزدیکی و دور

مرا ایں دولتے بود آسمانی　　که کردی بر سرم دولت فشانی

ترا چوں تو سرے باید فلک سائے　　که تعظیم ترا خاکی کشد پائے

چه برخیزد ز من[۳] جز باد سردے　　که افشاند ز دامانِ تو گردے

چه در خورد تو ایں زندانِ پر شور　　کجا گنجد سلیماں در بن[۴] مور

گر افشانم هزاراں کان گنجت　　نباشد دست فرد پائے رنجت

مگر از دیده همچوں شرمسارے　　کنم[۵] هر لحظه در پایت نثارے

اگر میدارد از تو بخت دورم　　چه پنداری که از رویت صبورم

بجانِ[۶] تو که جانم بے قرارست　　شبم سالے و سالم روزگارست

ز عشقِ پائے بوست آں چنانم　　که در لب منتظر گشتست جانم

ولے ز اختر هنوزم جنگ باقیست　　که ایں ناموس و نام و ننگ باقیست

دهد هر دم بگوشم عقل هموار[۷]　　کزیں آلودگی دامن نگهدار

---

[۱] ح - خوانم　　[۲] ق - دهر نزدیکی از دور　　[۳] ق - زر چوں من

[۴] ح - از در مور　　[۵] کشم　　[۶] ق بجاں سوگند هر جانم قرار نیست　　[۷] ح - ره دار

دگر رہ گویدم جانِ ہوائی — کہ عشقت آخر این نہ پارسائی
مبادا عشق و تقویٰ باہم افتد — کہ باہم پارسائیہا کم افتد
دلم خون شد ز جوشش چند جوشم — بخاشاک آتشی را چند پوشم
بعصمت با تو نتوان زد پر و بال — کہ تیہو نازکست و جرّہ قتّال
چو مرغابی کند رغبت بہ پرواز — بدشواری جہد از چنگلِ باز
ور آلودہ شود این دامنِ پاک — بریزد آبِ رویم جملہ بر خاک
مبادا گر دل از من ننگ ابرد — بزرگانِ مرا گوہر کند خرد
بنامِ نیک باید کام جستن — کز آبِ روے نتوان دست شستن
چہ خوش گفت آن گلابی با گلستان — کہ گل بستان و آبِ روے مستان
مبین مقنع کہ آخر پادشاہم — بہر موئیست پنہان صد کلاہم
زہمت با کواکب ہمعنانم — بہ رتبت با فلک ہمداستانم
ستارہ گرچہ در گوہر بلندست — ولے بر آتشِ رویم سپندست
بگردون آنچہ از سبزی نشانست — ہر سبزم بگردون سوز ازانست
اگر در لعبِ میدان آیدم رائے — بیک ناوک ربایم صد دل از جائے
پلنگ آسا کشم چون گور در زیر — کلہ ہمچون زن از ناخن کند شیر
کلاہم از خوے شاہانست در موے — زخونِ غازیانم غازہ بر روے

ح - کلاہم از خوے

چو شیر باده کرد از زلف زنجیر   کند گلگونه لیک از خونِ نخچیر
بمجلس هر گل از من بوستانیست   درآیم در وغا هر مو سنانیست
نه خسرو گرچه نخچیر و بود یار   نتابم گر بشمشیر اوفتد کار
فشانم خونِ تر چون قطرهٔ میغ   ولیکن کی کشم بر دوستان تیغ
بجز تو هر که باشد گو بیا پیش   که تا در پای خود بیند سرِ خویش
بملک ار هست خصمِ کوه بنیاد   بگو تا زان دهم هر ذره برباد
هر آن کاری که باشد بر تو دشوار   حوالت کن بمن ایمن شو از کار
ز تو در آینه نظاره کردن   ز من سدِّ سکندر پاره کردن
چو باشد کار فرما را دلِ شیر   تواند کرد سوزن کار شمشیر
مرا شفقت چنین کردست بی زور   که شیرم نیم بر دیت با همه شور
وگرنه من بحسن آن آفتابم   که نتواند فلک دیدن بخوابم
بدان رنگی که هم خورشید را پست   کزان چشمه بشوید هر کسی دست
سرِ خود گیر کین در پای گیر است   که افسونت نه با ما جای گیر است
بگفت این و کشید از دل یکی آه   که آتش در گرفت اندر دلِ شاه

ن ح ۔ فشانم بر تو نیز این قطره چون میغ

فرود آمدن شیرین از بام قصر و خسرو را بقصر در بر آوردن

چو خسرو پاسخ دلدار[1] بشنید / بگوش خود حدیث[2] یار بشنید

فرود آمد ز چشمش سیل اندوه / چو باران بهاری بر سر کوه

کنیزی شد صنم را تنگدل کرد / که ابر از گریه دریا را خجل کرد

شکر لب چون شنید این داستان را / شکیبائی نماند آن دلستان را

خرد را خواست تا خود[3] پای دارد / بمستوری قدم بر جای دارد

بسی کوشید جان مستمندش / نیامد پند با دل سودمندش

چو بی طاقت شد از تیمار خوردن / وز آن صبری نه بر هنگام[4] کردن

دل از عقل خیال اندیش برداشت / حجاب نام و ننگ از پیش برداشت

ز بی صبری دوید از پرده بیرون / حیا را مقنع از سر کرده[5] بیرون

چو آمد پیش آن آزردهٔ خویش / پشیمان از خود و از کردهٔ خویش

بزاری پای شه بوسید غمناک / چو آب از چشم می[6] غلطید در خاک

چو شه[7] آن دید دودش در سر افتاد / ز پشت زین چو مدهوشان در افتاد

---

۱ ح- دلخواه ۲ ح- زشیرین آه ۳ ح- باخود ۴ ق- هنجار

۵ ح- برده ۶ ح خود ۷ ح زبس دوران که او را بر سر

فتاده هر دو تن تا دیر ماندند | بدل تشنه بدیده سیر ماندند
چو باز آمد ز صفرا هر دو را هوش | صنم برخاست با صد عذر چون نوش
بخواهش دست زد در دامن شاه | بقصرش برد خالی کرد خرگاه[1]
نشاندش بر سریر گوهر آمود | زمین را کرد از لب شکر[2] آلود
نماز شام بود و شمع در تاب | که آن خورشید شد مهمان مهتاب
شب از گیسو جهان را سایه کرده | ستاره ماه را پیرایه کرده
چه خوش باشد به نوروز جوانی | شب وصل و شراب ارغوانی
بآئین بزمگاهی ساز کردند | کز آن فردوس در باز کردند
ز بوی خوش که سر بر ماه میزد | صبا را وقت رفتن[3] راه میزد
نسیم از سوز[4] شیرین گرد میرفت | سپند آسا بر آتش پای میکوفت
ز سوی[5] شاه چندی محرم راز | درون خواندند با صد پوزش و ناز
در آمد باربد طنبور در دست | پیاله نوش کرد و شاد بنشست
وز آن جانب نکیسای خوش آهنگ | بخارید از سر ناخن رگ چنگ
نوای برزدند آن دو نوا سنج[6] | که جان[7] از تن فرو میرفت بی رنج
ز زخمه باربد گشت ارغنون ساز | غم دیرینه را بر داشت آواز
چنان کز صبر کرد اندیشه را طاق | فرو خواند این غزل بر رسم عشاق

---

[1] ح - درگاه [2] ح گاه [3] روے [4] ق - زبیرون نیز [5] ق - بهر دو استاد [6] ق - که جان بر داشتی هر لحظه از جا

غزل سرائے باربد از زبانِ خسرو

چہ فرخ ساعتے باشد ز تقدیر — دو عاشق را کشند[1] باہم بتدبیر
گہے خوش خوش بشادی جام گیرند — گہے در بزم[2] وصل آرام گیرند
گہے بر سرو و سنبل دست مالند — گہے افسانۂ ہجراں سگالند
گہ از لبہا نصیبِ جاں ربایند — گہ از دلہا غبارِ غم زدایند
کسے کیں عیش[3] استش[4] بخشش راستینست — کلیدِ دولتش در آستین است
اگر جمعیتے داری زیاراں — فرو مگذار شکرِ حق گذاراں
کہ گردوں گرچہ چندیں دیدہ دارد — دو مردم[5] را قریں دیدن نیارد
دو تن کز چرخ دایم در امانند — مگر چوں زاد یا خود فرقدانند
شرف زاں می کند مہ از ثریا — کہ او جمعیتے دارد مہیا
بنات النعش کافتد از روش دور — پراگندست ازاں مانند[6] بے نور
ببیں چند انجم آرد چرخ باہم — کہ تا یکجا دو[7] تن آرد فراہم
دو روتے کز غلط کامی برآید — فریب آسماں خوردن نشاید
اگر خواہی کہ چندے زندہ مانی — مخور با ہیچ دشمن دوستگانی

---

۱ ح- کنند ۲ ح- یکجا وصل ۳ ق- کو خواب ۴ ق- دو تن باہم

۵ ح- کافتاد ۶ ح- دو دل گردد

بسا شربت که خوش دارد دهانت — چو خوردی باشد[1] آن آسیب جانت
تو کوشش کن که صحبت جمع ماند — زمانه خود پراگندن تواند
پس از عمری بود پیوند خویشان — شود صد جمع در یکدم پریشان
شود کرسی[2] بچندین روز موجود — بیک زخم تبر هیزم شود زود
درختی کش زمین صد سال پرورد — برآرد باد ازان در یکدمان گرد
جهان یادست مردم خاک بیباک — به باد اندر فراهم کی شود خاک
رخ پیمانه کز رندی فسانه است — کلوخ انداز گنجشکان خانه است
چو مرغان را بهار آرد بهم تنگ — ببارد ابر نوروز از هوا سنگ
چرا گل نیست با پیرگ برد وش — قفای[3] برگ ریزش در بنا گوش
غنیمت داشت باید روزگاری — که پیوند وفا یابی بیاری
قران سعد چرخ آنرا قرین نیست — که یار دلپذیرش همنشین ست
حریفی کش نه با رغبت نشستست — بود عفریت اگر حور بهشتست
کسی کز دل نباشد سوی تو[4] روش — ز دل پیش از نظر گردد فراموش
پیالی دیریاب و زود پرهیز — چو شربت دادیم تلخی میامیز
تو آن گنجی که در جان[5] خرابی — چو گنج مفلسان زان دیریابی[6]

۱ح- دست شویاند ز   ۲ح- کند کرسی بهای تیشه   ۳ق- جفای برگ ریزش در بن گوش
۴ح- از هوش   ۵ق- جان و جهانی   ۶ق- یابی

دلم گر از تو نسیمِ یاسمیں یافت — مگس گوئی که بوئے انگبیں یافت

چه رانی چوں مگس از انگبینم — که گر تیغم زنی دامن نچینم

مکن پرتابم اے ترکِ کماں گیر — که بستاں خرّم است و خانه دلگیر

کسے کو را بود زیں گونه روئے — چرا گوید حدیثِ رنگ و بوئے

مرا کنجے که در پیشت نشینم — به از باغے که بے روئے تو بینم

چو مرغِ آمیخته[1] با مردم زدانه — قفس جوید بجائے آشیانه

بهشت و بوستاں بے دوست زشت است — ببوئے دوستاں زنداں بهشت است

من و جامِ مے و زلفِ دوتا هست — بهشت و باغِ من روئے چو ماهست

چو من زاں روئے گلرنگت شدم شاد — رها کن سرخ گل را تا برد باد

چو آمد در کنارم سرو گلروئے — ممال گو هیچ سروے بر لبِ جوئے

چو دستِ باربد زیں نغمه تر گشت — زمیں پر قند و مجلس پر شکر گشت

ترانهٔ نکیسا از زبانِ شیریں

نکیسا خود فسونِ جاں ز بر داشت — بآهنگِ حجاز ایں نکته بر داشت

چه روز است اینکه بختم سازگار است — بدستم باده[2] و مه در کنار است

شگوفه می کند شاخِ جوانی — خضر می پرورد آبِ زندگانی

---

[1] ق - آموخت　　[2] ق سیم بر دست و یارم در کنار است

بہر سو ارغنونِ عیش درساز — بہر جانب درے از خرمی باز

خمار[۱] شوق بامے میشود یار — سرودِ عشق درجاں میکند کار

شبم را دیو فتنہ مست خوابست — چراغم را زباں برآفتابست

زمانہ جبہۂ شادی کشادہ — غم از دل رخت در صحرا نہادہ

صراحی باز کردہ چشمۂ نور — براتِ سلسبیل آوردہ از حور[۲]

نہ بزمست اینکہ بویش جان سرشتست — کہ نزہت خانۂ ہشتم بہشتست

مگر رضواں کہ شد مہمانِ ما دوش — کلیدِ خانہ کرد اینجا فراموش

مگر حوراں صدائے ما شنیدند — کہ پرساں کوبکو اینجا رسیدند

مگر فرزدہ بجیب ست آسماں را — کہ می بوسد بتعظیم آستاں را

مگر بارانِ رحمت دُرفشاں گشت — کہ موجِ عشرت از آفاق بگذشت

مگر سیل آمد از دریائے مقصود — کہ شد پائے حریفاں گوہر آمود

مگر ابرِ وفا پر شد بخورشید — کہ از سر تازہ شد گلزار امید

مگر دولت صبا را یافت رہبر — کہ ناخواندہ درون می آید از در

مگر باغِ سعادت غنچہ بکشاد — کہ بوے آشنائی می دہد باد

درا اے ساقیِ خورشید پایہ — بفرقِ دوستاں انداز سایہ

بنوشانوش فرخ کن زماں را — صلائے خوشدلی دردہ جہاں را

---

۱ ق ۔ شراب و شوق باہم   ۲ ق ۔ از دور

روا کن شربتی کز بزم شادی | فرو شوید غبار نامرادی
چنان زن موج عیش از جوی جلاب | که کشتی بشکند غم را بگرداب
رسید آن میهمان کز من جدا بود | دلم دزدیده و در بزم آشنا بود
سحرگه خفته بودم نیم هشیار | که باد از آب چشمم کرد بیدار
نسیم گل که در بالین من خفت | غبار صندل از گیسوی من رفت
رسید از مهر یارانی بسویم | ز خون آشنائی شست رویم
ز بس خواب گرانم صبح تا شام | که از خوابم گران گشته است اندام
مجنبان هر دم ای باد آستینم | که ژولیده است برگ یاسمینم
چه باشد هست دور دولت از پیش | که تا بینم بمقصود دل خویش
و هم دل طعمهٔ زاغ کمانش | بخون دل کنم رنگین عنانش
بدیدن نیست سیر این جان پر جوش | بهر دم تشنه و دریا در آغوش
تو در خواب آمدی یا خود خیالست | که در بیداری این دولت محالست
تو ای باد شبی نمی گردد یقینم | بعالم دیده و آنگه در تو بینم
اگر جانست گو بپیوند جانست | گواهی میدهد دل کین همانست
مرا یا یار خود خوش می برد خواب | به بند ای ابر تیره چشم مهتاب

---

۱ ح - حسرت ۲ ق - باز دوی ۳ ح - ز خوی ۴ ق - دورای دولت

۵ ق - یارب که بگردد ۶ ق - اگر

بگو اے پاسباں با صبح گہ خیز کہ چشمہ بازدر دریا فرو ریز
بگو اے زہرہ گردوں را بتعجیل کہ پیش چشم بدشو پردۂ نیل
کسے را کز وصال دوست روزیست ہمہ عمرش نشاط و دلفروزیست
کسے کز خوبرویاں بہرہ مندست اگر درپاے شاں میلد بلندست
نہ دولتمندی از تاج و نگین ست ز خوباں روزی اینک دولت اینست
رخ خوب و مے لعل و جوانی چو ایں بود چہ باشد زندگانی
نکیسا چوں زد ایں راہ رواں را بتاراج از حریفاں برد جاں را
نواے باربد جانِ دگر داد خرابِ عشق را مستی زسر داد
بداں ساں ایں غزل زد راہ شیریں کہ آتش زد بخسرو زاہ شیریں

نغمہ باربد بزبان خسرو پرویز

زہے روشن چو نورِ صبحگاہی فروغ رویت از مہ تا بماہی
غمت چشمہ کشاے اشک گلرنگ وصالت چارہ سازِ سینۂ تنگ
بیک کنج لبت پنہاں دل زار بکنج دیگرش صد جانِ افگار
کند چوں باد زاں لب سمن سا صبا بر روے گل ترساں نہد پا
مکن زنجیر مشکیں را گرہ گیر کہ نتواں داشت دل در تن بزنجیر

---

۱ کسے کورا وصال یار ۲ بدانساں ایں غزل زد درہ تیز ۳ کہ آتش زد بشیریں و بپرویز ۴ گرفتار

کسے کش دل بزنجیر چپا نیست — اگر دیوانہ گردد جائے آنست
تو در خوابی و خون خلق بیدار — مکن گردن بہ چندین[1] خون گرانبار
حریفت بس کہ بیداری نداند — ورت در خواب بیند خفتہ[2] ماند
مرا از نالہ شد کام و زبان ریش — فراقت ہم بر آن خونریزی خویش
نگاہ حملہ گرگ تیز دندان — نترسد از نفیر گوسفندان
اگر دستم دہد دوران افلاک — نخواہم شد مگر پیشِ ورت خاک
بآہِ عاشقانِ ناشکیبت — بناز و غمزۂ جادو فریبت
بدان برقع کہ پوشد ماہ در میغ — بدان نرگس کہ بر جانم زند تیغ
بدان شکر فشانِ قند نمک سود — کزان[3] گردد عبارت شکر آلود
بدان بالائے ہمچون سروِ آزاد — کہ پیشش بندہ شد نسرین و شمشاد
بدان موئے پریشان گاہِ مستی — کہ فتوی مید ہد بر بت پرستی
کہ یک دم زیر پایت جانفشانی[4] — بہ از صد سال بے تو[5] زندگانی
رخت چون شمع میسوزد نہانم — کزان خورشید روشن باد جانم
چو نوشی بادہ و لب را کنی پاک — بیفشان جرعۂ آخر برین خاک
وگر ندہی[6] مئے زان جامِ لب گیر — کم از بوے بدستِ باد شبگیر
اگر دولت نداد این احترامم — کہ رنجانی زبانِ خود بنامم

۱۔ بچون کس گرفتار ۲۔ تشنہ ۳۔ کزو ۴۔ فشانم ۵۔ زندہ مانم ۶۔ ورم

دعایت راکه گویم صبح تا شام　　مرا آخر زبانے ہست در کام

مشو بیگانه کاخر آشنایم　　بدشنامے ہمیں ارزد دعایم

ازاں گاہے که بازارِ تو شد تیز　　نبود از مشتری جز مه درم ریز

فروشد چشمه خور در غورِ شرم　　که داری روز بازارے چنیں گرم

دریغا زاں چناں دکانِ پر قند　　خریداراں بچشم از دور خورسند

مروت چوں بگیرد آستینت　　که ننشیند مگس بر انگبینت

دراں رشته که نرخِ جاں پشیز است　　چو من خالی نگه کن تا چه چیز است

نه پندارم که ہم باشد بجانت　　چو من کاسد متاعے در دکانت

ندارد قیمتے سوزاں دلم ولے　　که آتش رایگاں باشد ہمه جائے

ندارد بیش ازیں حاجت وجودم　　که در خدمت قبول افتد سجودم

کنم گر خدمتت صد سال ویل دیر　　بوم صد پایه از پایت گہت زیر

کنند چوں پیشه استقبالِ صرصر　　بود اول قدم صد گام پس تر

چه باید خس فشاندن در دلِ آب　　که بیروں افگند آتش به پرتاب

چه باید بر ہوا افگندن آں سنگ　　که بازش سوئے پستی باشد آہنگ

بخاکِ ره فروشد بے گناہے　　که از دنبالِ چشم آخر نگاہے

گرم ندہی بجز نزدیکی اے دور　　تماشائے تو ام آخر از دور

ل ق - آتش بہر بات

اگر وصلت چراغ افروزِ مغربست | بحمدالله که هجران نیز نغزست
اگر شادی ز جانم رخت بربست | غمت را زندگانی باد کوهست
باقبالِ غمت زان گونه شادم | که هیچ ایام شادی نیست یادم
غمت را تا چو جان در تن گرفتم | طرب هاے جهان دشمن گرفتم
همیشه شاد بودن تیره رائیست | شکستِ دل نشانِ روشنائیست
درختِ سایه ور گر بشکند شاخ | درآید آفتاب از راهِ سوراخ
چو رودِ بار بدزین خوش ترانه ق | پر آب زندگانی کرد خانه
نکیسا زان رحیقِ کوثر آگیں | شرابی ریخت در جامِ نگارین

غزل نکیسا از زبانِ شیرین

سحرگاهان که نرگس مست برخاست ق | پیاله برگرفت و مجلس آراست
نسیمِ صبح مستان را بگلزار ۲ | بجنبانید و دامن کرد بیدار
هنوزم بود خوابِ ناز در سر ۳ | ز بوے دوستگانی مغز من تر
ز بادِ صبح میزد بوے عودم ۴ | میانِ خواب و مستی می غنودم
که در آغوشم آمد زاد سروے ۵ | چو طاؤسے بمهمانِ تذروے
ازان سایه که دولت بر من افگند | گلم در جیب و مه در دامن افگند

۱؎ عالم   ۲؎ از شادی کس   ۳؎ راکش   ۴؎ گوهر آئین

دران خوابِ خوش از بیداری بخت   نهادم بر ثریا پایهٔ تخت
بهارے دیدم از لطف آفریده   خضر ز آبِ حیاتش پروریده
نشاطم تازه کرد از بادهٔ ناب   خمارم را شکست از بوی جلاب
ببوسه دل ستد جان رایگانے   بنامیزد زهے بازارگانے
چنان کرد از شرابِ بوسه مستم   کزان آواز خوش از جای جستم
چو کردم چشمهاے نازنین باز   حریفِ خواب را دردادم آواز
بهارم خود چو گل در آستین بود   خیالِ خوابِ سرورِ راستین بود
مرا این خوابِ خوش از بخت بیدار   عجب خوش است دور از چشمِ اغیار
به بین تا چند بیداری کشیدم   کزینسان خوابے اندر خواب دیدم
دریغست باید اے دورانِ قلاب   که نرگس[1] را بجنبانے ازین خواب
هنوزم چشمِ بد خو میکند باز   بیا کاین[2] چشم پر رو بیت کنم باز
چه خوش کاریست روے یار دیدن   گهے سنگ و گل بیجا ردیدن
بیاران صاف باید سینهٔ مرد   که مے چون درد باشد کم توان خورد
مبین از کبرِ خوبان شکل و بوئے   که هست آئینهٔ هندو سیه روے
نه هر کو یار شد باشد وفادار   فراوان نسبت است از یار تا یار
نه هر آبے که بو دارد گلابست   نه هر دُردے که رنگین شد شرابست

---

[1] ح - که هرکس را بجنبانی   [2] ق - ایدوست

هزاران جان فدای آشنائے — که باشد در دلش بوی وفائے

کسانے کز خرد کار آزمایند — بکار افتادگی یار آزمایند

سفال از طاسِ زر کم نیست در کار — ولے گاهِ گرو گردد پدیدار

کسے کز آفرینش ناتمام ست — چو دلسوزی کند منشو که خام ست

وفا کز یار نامعلوم باشد — تکلف شد تکلف شوم باشد

بمو هم هندوان شنگرف مالند — هم آخر از سیه روی بنالند

وجودِ مردمِ فرخنده دیدار — ز بهرِ مردمی باشد پدیدار

رواجِ مے مجلس بهر مستی ست — کمان گر تیر نبود چوبدستی ست

چو بدخواه افتد یارے بے پرهیز — کسے باشد سزای صحبتش نیز

زمانه دیر شد کین نسبت آراست — که کج با کج گراید راست با راست

مقامر کز عمل باشد دغاباز — برو با چون خودے گو مهره کن باز

بدان اینک خواهی نیست از رای — که سگ را کفش بر سر به ور پاے

ز نیکی دوستان را دوست نام ست — چه باشد دوست بد دشمن کدام ست

چو افتد با عوانِ بادِشب زور — ز مارِ گزنده ترسد گزدم کور

ز پا باید که سوزن برکشد خار — چو سوزن خار باشد گردد آزار

هزاران آفرین بر آشنائے — که نتوان یافت زو بوی وفائے

کسے را کین سعادت یار باشد — ز عمر و بخت برخوردار باشد

نکیسا چوں بدیں افسونِ دل وزد	شکیبِ عاشقاں را برد بے مزد
ربابِ باربد شد سحر پرداز	بزخمه خوں چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینه غم را بیخ برکند	فرو گفت ایں غزل را در نهاوند
زہے حسن و جوانی از تو در ناز	غمت با جانِ من چوں عیش دمساز

غزلِ باربد از زبانِ خسرو

درت جاے نگهِ بختِ جوانم	سرِ زلفِ تو خلوتگاهِ جانم
خیالت مردمِ چشمِ نیازم	لبت سرمایهٔ عمرِ درازم
بگوئی تا کجا ے خوردی امروز	که اے خانه روشن کردی امروز
که اے خانه گلشن شد بدیں حور	که اے چشم روشن شد بدیں نور
که اقبال داد ایں دلفروزی	که بخت ایں سعادت کرد روزی
اگر دانم کجا بودت گذرگاه	بجاروبِ مژه روبم همه راه
وگر دریابم آں نزهت گهِ پاک	بدیده توتیا سازم همه خاک
چه دولتمند بود ایں چشمِ روشن	که جانرا از خیالت کرد گلشن
چناں روئے کزاں مهر زیرِ میغ است	در آئینه خیالش هم دریغ است
مبیں در آئینه روشن صبحِ امید	که در آئینه نتواں دید خورشید

ف۱ باغ ف۲ ح - بخت و سعادت ف۳ ق - جهاں را ف۴ ق جمالش ف۵ ح روئے

بدان[1] سختی مدار آئینه در پیش — در آب چشم من بین صورت خویش
بآئینه نگوئیم این هوس را — ازان کائینه تیره سازد نفس را
تو آخر رحمتے کن بر دل خویش — حجاب آئینه یکسو کن[3] از پیش
چه خواهم دید آن روے طربناک — بصفا و آب شویم دیده را پاک
نه بینم چون تو باشی در گذرگاه — گرم خورشید پیش آید و گر ماه
چو با لعلت مے همدست باشم — ببوے تا قیامت مست باشم
مرا این آرزو در طالع شوم — خمار بے مے است و مهر بے موم
نیاید نقش آب ارچه پذیرد — رقم بر باد خود هرگز نگیرد
جدا کن زاین فراق دیر پیوند — بشمشیر جدائی بندم از بند
نیاید هرگزت اے سرو آزاد — که روزے از فراموشان کنی یاد
غمے دارم که پایانے ندارد — تنے کز بے دلی جانے ندارد
تو کز غم فارغی در بیدلی فرد — چه دانی تا چه باشد لذت[4] درد
نه من از مے ز خون دل خرابم — تو پنداری که من خود مست خوابم
چه گفت آن ضربدان خربنده حاشا — که مرگ من ترا باشد تماشا
نداری از هلاکم بیش ازین غم — که از صد بیدلت گردد یکے کم
بزے کز گرگ بستاند شبانش — غم قیمت بود نے مهر جانش

---

۱ دران   ۲ ق- نشناسد   ۳ ح- نه   ۴ محنت و درد

بود بر ساربان چون شد شتر ریش — غم بار از غم جانِ شتر بیش
اگر تنگ آمدی از من بفرمای — که تا چون عود بر آتش نهم پای
ز هر در جانب بیداد گردی — بسوزم تا ز بویم شاد گردی
مرا بسوز تا باشم بدان خوش — که پروانه شناسد قدر آتش
جفا کن تا ز غم چون موی گردم — که گر بنوازیم بدخوی گردم
نوازش مستمندان را نسازد — ز تو نی گوسفندان را نوازد
وگر من رحمتی خواهم بزاری — تو خوی نازنینان کی گذاری
درخت ار چند آرد میوهٔ خویش — تبرزن کی گذارد شیوهٔ خویش
گل ار چه تازه روی آمد با صحاب — گلابی عاقبت خونش کند آب
چه ریزی قطره‌های چشم بدروز — که از طوفان فرو ننشیند این سوز
من آن شیرم که چون آیم بشمشیر — بدندان پشت دست خود کند شیر
نگرگان آهوی مشکین کمندم — بدان مشکین رسن چون کرد بندم
بپایی چون مشک مویان عشق بازند — ز موی پیل را زنجیر سازند
اگرچه سوخت جانم آن ستمگار — هنوز ای آه من در وی مکن کار
ز مویش گرچه چون مویش دوتاهم — هنوزش تار موی کژ نخواهم

ن ق- بسوزم . ن ح- ذوق   ن ق- عودی   ن- نسازد

ن ق- بدندان بی رسن چون کرد بندم   ن ق- بلی بر عشق خوبان عشق بازند

چو رود باربد این نغمه[1] پرداخت — نکیسا ارغنونِ خویش بنواخت
ز موزونی بدان گونه که دل خواست — روان کرد این غزل در پرده[2] راست

سرودِ نکیسا از زبانِ شیرین

کجائی ای دلم پژمرده بستان — نظر زین برفگن بر زیر دستان
بنور وصل روشن کن چراغم — ببوی خود معطر کن دماغم
چو می باید به تنهائی غنودن — چرا باید بعیدا دور بودن
به بیداری نشاطِ عمر دریاب — که دارد هر که بینی تکیه بر خواب
منازار گل هنوزت نازنین ست — که هر گل را خزانی در کمین ست
نباشد هیچ روزی بی زوالی — نه باقی ماند اندر تن جمالی
مبین کاسباب عیش از حد فزونست — شتابِ زندگانی بین که چونست
نه خسرو گرچه کیخسرو بود مرد — هم آخر خاک باید منزلش کرد
بزرگان را خطر بیش ست ازین نیز — که از پیلان خطا کمتر شود تیز
عقابی کان هوای کار گیرد — بسا آسان و بس دشوار گیرد
مبین مهره به پیشانی نمرود — که نیش پشه سوراخش کند زود
مبین طاوس را زیبا و رنگین — ببین مقراض در منقار شاهین

---

[1] ق۔ پرده [2] ن ج۔ را در ره راست

جوانی چیست اندر نقش خوابی | بنای آدمی خاکی و آبی
حصار گل کشد گر سر بر افلاک | بیک باران نهد رخساره بر خاک
ببندیش آن زمان کین خاک کمبخت | بزندان فراموشان کشد رخت
کسی کز تو فراوان آورد یاد | همین گوید که مسکین آدمی زاد
بسا خانه کزین دور کهن سوخت | نشاید روبهی[1] را حیله آموخت
چه حاجت گرگ را تعلیم خونریز | بس ست استاد کارش ناخن تیز
بران کامی و عیش ار می توانی | که بسیاری درین حسرت بمانی
چو میدانی که دنیا را وفا نیست | دل اندر بیوفا بستن روا نیست
وفاداران بود کز نیک[2] رائی | کند با بیوفایان بیوفائی
گرانان را گرانی به بگردن | که نتوان کوفت آهن جز باهن
مکن تا میتوانی ای جهان گرد | جوانمردی بجای ناجوانمرد
نه مردم چارپای دال جفاسود | که باشد[3] و برخشم و زود خشنود
خری کافتد ز ریش پشت مدهوش | بمستی چون کند سختی فراموش
مرادی کاندرین دیر هلاکست | چو آخر خاک خواهد گشت خاکست
دهد عمرار چه هر[4] شب شادی نو | چو آخر غم بود نرزد بیک جو
اگرچه گربه لیسد پشت فرزند | بدندان نیز داند پهلویش کند

---

۱ ح - دوستی را حیلت ۲ ق - بی جفائی ۳ ح - که باشد سخت رنج و سخت خشنود ۴ یکدم

جهان از برگ دلتنگی فراخ ست — طرب نایاب و محنت شاخ شاخ ست
مرا دے گر ز گیتی هست خوش باش — و گر نبود قضا را بار کش باش
حیاتِ بے مراد از مرگ کم نیست — چو حاصل شد مراد از مرگ غم نیست
مشو زیں گونه مغرورِ جوانی — که بنیادے ندارد زندگانی
گل آمد تازه شد فصلِ بهاران — شرابے نوش کن بر روے یاران
بدیں شربت[1] غبار از دل رها کن — نشاطِ رفته را از سر ادا کن
به آں باشد که با یارانِ دمساز — کنیم اسبابِ شادی را دگر باز
دو روزے کز حیات آوازه داریم — بیا تا روزگارے تازه داریم
کنیم امروز هر چه آں دلنواز ست — که از ما تا بفردا ره دراز ست
کسے گردد دریں فیروزه فیروز — که بر[2] فردا ندارد کار امروز
نکیسا[3] کیں غزل بنواخت در ساز — شکیب از جانِ شیریں کرد پرواز
چنانش در گرفت آں نغمهٔ زار — که گشت از خویش بیطاقت بیکبار
پیاله خواست از ساقی دراں جوش — بشرطِ چاشنی کرد اندکے نوش
چو مے را مایه داد از لعل چوں قند — فشاند از دیده در وے قطرهٔ چند
به بوسه داد خسرو را نشانی — بجا آورد شرطِ دوستگانی

---

۱ عشرت   ۲ ح که از فردا بداند کار امروز

۳ ق . ملک را کیں غزل بنواخت در ساز

بدو گفت از لب من این نشانیست | بنوشانوش وصلت زندگانیست[ن]

که چون فردا برآید جام جمشید | دهم جام مرادت با صد امید

شرابی ریزم اندر لب حلالست | دهم جاوید پیوند وصالت

ملک را بر لب آن ساغر جم | نمی آمد لب از شادی فراهم

کشید آن شربت جلاب پرورد | دل صد پاره را پیوند نو کرد

بدین شادی همه شب باده خوردند | مے رنگین به بوس ساده خوردند

دو دل کز کوب هجر افگندگی داشت | باومید نوازش زندگی داشت

اگر نتوان ز عمر دیگران زیست | ببوے وعدهٔ جانان توان زیست

شکر ریزی عروسی شیرین با خسرو و فرستادن خسرو انگشتری ملک برسم عهد و پیمان

چو مه در چارده شب رفت در خواب | فرو پیچید گردون نطع مهتاب

عروس صبح را بیدار شد بخت | عروسانه برآمد بر سر تخت

صنم فرمود کز گنجی چو دریا | کنند اسباب مهمانی مهیا

ن ق مژدگانیست

کمربنداں کمر بستند در کار　　گشادند از متاعِ قیمتی بار

بزیور هر دو خورشیدِ پُرنور　　دو منزل راست شد چوں بیتِ معمور

رواں شد خسرو از فرمانِ شیریں　　بایوانِ دگر - ایوانِ شیریں

دو جانب کله بر ایوان کشیدند　　رسن در گردنِ کیواں کشیدند

مسافت گر کسے رفتے بتعجیل　　میانِ هر دو ایواں بود یک میل

ز دیباها که رنگِ یاسمیں داشت　　بپوشیدند جیبے کاں زمیں داشت

ز ایواں تا بایواں کادمی رفت　　همی بر آسماں نے بر زمی رفت

همه شهر از ترنم پر نوا گشت　　بریشم دامِ مرغانِ هوا گشت

چناں شد غلغلِ کوسِ آسماں گیر　　که شد پوشیده چنگِ زهرهٔ پیر

چو خسرو خواست کز رومی و روسی　　فرستد دست پیمانِ عروسی

جریده بودش آهنگ از مداین　　نبودش با خود اسباب و خزائن

ز شاهاں بد یکے انگشترینش　　خراجِ هفت کشور در نگینش

فرستاد آں مهِ نو را بر جبیں　　سلیماں وار خاتم را به بلقیس

چو بر شیریں رسید آں خاتمِ چست　　شدش هم در نظاره دست و پا سست

بحسرت گفت کاینست در راه　　عروساں را جوابِ هدیهٔ شاه

مروت چوں بکم خورسند نبود　　دو چنداں بارے ار ده چند نبود

چو نتواں یک بها دادن نگیں را　　چساں گویم دو چنداں پاسخ ایں را

ولی در لب مرا هم خاتمی هست   بدستِ شه دهم چون بوسمش دست
دهم با دو نگینش انگشترینی   که از زر و هر دو عالم را نگینی
چو بخشم یک نگین را دو نگین باز   دو خاتم نیز باید کردنم ساز
دو خاتم را که در جنس بی کلیدست   که داند قیمتش چون ناپدیدست
چو شاه انگشت ساید بر نگینم   شناسد قیمتِ انگشترینم
بگفت این و ز لب زیبِ نگین داد   بعزت بوسه بر انگشترین داد
برابر گوییا میکرد با هم   نگین را با نگینِ خاتمِ جم
دهان را کرد با انگشترین جفت   بشیرینی همی خندید و می گفت
که هان ای خاتم این اندازه نیست   که داری با دهانِ من هان نسبت
که آن خاتم که نامِ او هلال است   رسد در خسرو و شیرین محال است
ولی من[1] بوسمت زین لذتِ تو   که بوسیدی فراوان دستِ خسرو
درو[2] انگشترین مانده دهن باز   ز حیرت نه سخن در وی نه آواز
چرا حیران نماند چون چنین دید   که در خود موم و در وی انگبین دید
چو از لب دستگاه مست دادش   ازان هم در دهان انگشت دادش
دران انگشترین بازی زمانی   بماند[3] انگشت اندر هر دهانی
پس آنگه گفت تا گردد مهیا   جهازی پر در و گوهر چو دریا

---

۱ ق کی   ۲ ق وزان   ۳ ق بماند انگشتها هم در دهانی

بیک فرماں رواں شد بخت بر تخت | جہاں اندر جہاں گنجینہ[۱] و رخت
دو استر (خچر) بردعی (منسوب بہ بردع) از لعل و دُر بار | ز زر جلکہائے زیور ده شتر بار
متاعِ سیم و زر ده کارواں بیش | ملوّن تحفہائے[۲] جامہ زاں بیش
غلامِ ارمنی صد سرو آزاد | ہنوز از لالہ شاں نارستہ شمشاد
کنیزاں نیز صد سیّارۂ نور | بنورِ خود ز چشمِ خلق مستور
بجز من صندل و عود قماری | بنہا نافۂ مشکِ تتاری
ز جنسِ بادپایاں صد طویلہ | کہ صرصر گردشاں دیدی بحیلہ
ز گوہر ہر طویلہ چوں ثریّا | کہ کردے ہر گہر آشام دریا
بدیں ترتیب بہر جلوۂ نو | عروسی را جہاز آمد بخسرو

عقد خسرو بہ شیریں

چو شب زریں جہاز افگندہ بیروں | عروسِ ماہ شد بر تختِ گردوں
بآئینِ شہی شاہِ فلک قدر | سوئے شیریں شد تابندہ چوں بدر
نہ بر شبرنگ چوگانی برآمد | کہ خورشیدِ سلیمانی برآمد
رواں گشت آں بہارِ عالم افروز | شبِ تاریک شد روشن تر از روز
عجب کاں آفتابِ تیغ زن بود | کز انجم گرد گردش انجمن بود

۱ن ق۔ خسروی رخت   ۲ن ق۔ تحفہ ہائے پختہ

بهر سو صد هزاران مشعل نور　　　زده در خرمن مه آتش از دور
طبق بر دست مروارید ریزان　　　گهر افشان براه افتان و خیزان
دران تاراجِ دُرهای زمین پوش　　　زلت معزول گشته بود چاوش[۱]
بدینسان چون سید آن شمع آفاق　　　که قصرِ ماه روشن را کند طاق
شد اندر طاق و زانو زد برآورنگ　　　زجوشِ مهتران شد بارگه تنگ
ملک فرمود کاید موبدے زود　　　کند پیوسته مقصودے بمقصود
خردمندے طلب کردند هشیار　　　ز دل دریا وش و از لب گهربار
درآمد کارساز و راز پرسید　　　دو یکدل را رضا ها باز پرسید
چو باد از سینه های خویش برخاست　　　حجاب نام و ننگ از پیش برخاست
پس آنگه بر طریقِ آن و دین کیش　　　معین کرد کابینے ز حد بیش
چو فارغ شد دل از تعیینِ آن نقد　　　فرو خواند از لطافت خطبهٔ عقد
بباریدن درآمد گوهر دُر　　　چو دریا شد تهی گاهِ زمین پُر
روان شد با عروسِ خویشتن شاه　　　که بیند جلوهٔ خورشید با ماه
چو بگذشت[۲] آن و از ایوانِ پنجم　　　چه دید او آسمانے پُر ز انجم
ز هر سو دید ماهے در نظاره　　　ز هر برج آفتابے در حراره
بهشتے پر ز حوران بهشتی　　　همه بر خونِ دلها رانده کشتی

۱ق - چوب چاوش　　　۲ق - چو بگذشت از چهار انجم به پنجم

چو ناگه در جمالِ شاه دیدند | ز هر سوئے نثار افشاں دویدند
چو آں شیر زیاں را ہر غزالے | ہمیداد از کرشمہ گوشمالے
مقابل پیشِ تختِ عرش پیکر | نشاندندش فرازِ کرسیِ زر
چو بر کرسی نشست آں رشکِ جمشید | بروں آمد ز ابرِ تیره خورشید
شده مشاطگاں را دستہا باز | متاعِ نیک را دردادہ آواز
گرفت از نورِ آں صنعِ خدائی | ز مشرق تا بمغرب روشنائی
شده با ناز و خوبی رونق انگیز | کہ کالا قیمتی بد مشتری تیز
ہر دستے کہ گشت از جلوه پیدا | فلک دیوانہ گشت و زہرا شیدا
نثار افگن شده گوہر نثاراں | ستاره بر مہ و خورشید باراں
صنم در موجِ آں لولوے منثور | چو خورشیدے کہ در باراں نہد نور
فلک در حیرتِ آں حال مانده | ہلاکِ غمزۂ قتال مانده
عروس از جلوه چوں بنشست بر تخت | تنکوہِ فرق بوسی خواست از بخت
بر آمد شہ بہ تخت و شاد بنشست | ہمش سر بوسہ زد ہم پا و ہم دست
چو بر رسمِ عروسی خواست کاں ماه | عروسانہ چشاند شربتِ شاه
شہ آں شربت بخورد از انگبیں بود | لبش بوسید کایں شربت ایں بود

۱؎ ق- نشانده شاه را بر   ۲؎ ق- صبح   ۳؎ ق بازار   ۴؎ ق- افشاں

۵؎ ح- ملک   ۶؎ ق- رساند

پس از جایش ربود و شد سبک خیز — چو شاهینی که کبکی را برد تیز
بخرمنها گهر بپا[1] مه فشاندش — بمهد گوهرین چون مه نشاندش
روان کردش بقصر دولت خویش — تجمل کرد بر گردنش[2] ز حد بیش
بمنزل گاه خویش آورد مه را — ز انجم کرد خالی بارگه را
چو بنشستند باهم روی در روی — ز رنج آسود جانهای عرض جوی
شه از بس خوشدلی رو در زمین[3] برد — سر اندر پای یار نازنین برد
فرو غلطید پیش آن پری زاد — چو سایه زیر پای سرو و شمشاد[4]
چو این پستی بدید آن سرو بالا — بپوزش کرد رو در شاه والا
حمائل دادش از بازوی سیمین — نوازش کردش از لبهای شیرین
دو دل باهم بذوق[5] سینه مائل — بدوش یکدگر بازو حمائل
دو می ممزوج گشته در یکی جام — دو مه جلوه نموده بر یکی بام
گهی این کامرانی گفت و او کرد — گهی این دوستگانی داد و او خورد
گه آن مه[6] شد بسوی چنگ تازان — فرو گفتی سرود عشق بازان
گهی این پهلوی بربط دویدی — نفیر دردمندی بر کشیدی
کمیت ارچه چو آتش گرم میجست — نشد یکجو عنان خسرو از دست

---

[1] ق چون [2] ق همراهش [3] ق سر بر زمین [4] ح سرو آزاد
[5] ح بشوق [6] ق رفتی

ولیک از بوسۂ شیریں اثر داشت | کہ چوں از بادہ مستی بیشتر داشت
نشاط از بذلہ مستانہ میکرد | پریرا ہر زماں دیوانہ میکرد

تزویج خسرو و شیریں و وصف سراپای

برادر خواندۂ شیریں

پری پیکر دراں عاشق نوازی | شدہ مست از شراب عشق بازی
پریشاں گشت زلف نیم تابش | بگرد غمزہا می گشت خوابش
چو برگشت اندراں حالت دمے چند | خرابی عقل را بنیاد برکند[۲]
ز مستی سر بزانوے ملک برد | سر خود را بدست خویش بسپرد
شکر لب مست و خواب آلودہ در جوے | بجوئے انگبیں رہ یافتہ مے
زمانے بود چوں بلبل بدستاں | دمے بگریست از مستی چو مستاں
سر شکش گرد زانو راہ میکرد | دراں آئینہ ہر دم آہ میکرد
ملک سرمست و دولت سازگارش[۳] | مراد آں چناں اندر کنارش
چو لختے لحن مشتاقاں سگالید | بنالید از فراق و زار نالید
ربودہ بود چوں سیل شرابش | کہ ناگہ آمد و بربود خوابش
ہر آئیں دولت کسے کو کامیاب است | اگر یارش نبودش افراسیاب است

---

۱ ق - یقل ۲ ق، ح - می ۳ ق - بہر یارشش ۴ ق - ازپی

به بالین رفت چون سرو از بلندی | فسون خواب کرد آن چشم بندی
بخلوتگاه خود رفتند هر کس | شهنشه ماند و یار نازنین بس
ملک میداشت نور صبح را پاس | بآب اندر زده خورشید را طاس
ز سوز عشق کآتش در دل افروخت | غزل میگفت شاه و شمع می‌سوخت
ز شیرین کاری شیرین دلبند | فراوان خورده بود انگوزه و قند
چو آن شب نازنین را هجر یافت | مکافات عمل را وقت دریافت
صنم را بود بر در خادم پیر | چو مستان دیو و چون دیوان بوی گیر
ز پیری سست هر دو سال فرسود | چو طفلان زود خشم و دیر خشنود
از آن دلتنگ روی خنده انگیز | مزاج سفره چون نانش پرهیز
بر او از پوست رگ چون چنگ بسته | دهن بی آب و دندان زنگ بسته
ز پرگفتن لعاب از لب روانش | مگس ریده فراوان در دهانش
سری چون پوستین کهنه پشمی | رخی چون قوطهٔ مالیده چرمی
پلک سرخ و نظر بیکار مانده | پر از پیخال چشم زار مانده
نه وا از بس که زر در هیچ مویش | کدوی تلخ را مانست رویش
کسی یکدم ندیدی فرق تا پای | که از خنده نماند افتاده بر جای
دو دستش در آستین خواجگانه | چو کفشش کهنه زیر جامه خانه

ن ح۔ فراوان خورده بود انگوزه در قند   ن ح۔ آتش   ن ق۔ پیچاده

دو ساقِ پست پا ہاے فسردہ | چو غوکِ خشک پیشش مار مُردہ
کلاہِ کافری بر سر چو دیگے | ز دو قیفا نوس مانده مُرده [1]ریگے
شکم چوں بر بطِ نا ساز کردہ | دو پا ہمچوں عصاے کرم خوردہ
ببالیں گاہِ شیریں چوں افرونہ | ز بیکاری مگس [2]کشتے ہمه روز
صنم را از فراقِ روے خسرو | [3]شدے چوں حزینِ امید جو جو
درآمد کز طرب معزول بودے | ز دلتنگی بدو مشغول بودے
برہنہ خفتے اندر شب الف وار | دو پا را لام الف کردے بدیوار
ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست | میانِ ہر دو پایش چوں کف دست
چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید | فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید
برآں شد تا شود سازِ دیارِ شیریں | کند زاں کارِ شیریں کار شیریں
ببازو یا دعا بازی وفائے | کلاغے را کند جفتِ ہمائے
گرفتش چوں عقابے کرگسے را | ز جا برداشت چوں دریا خسے را
ببرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس | چو بوتیمار در پہلوے طاؤس
چو سنبل را قریں یاسمیں کرد | خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد
فتادہ بیخبر آں ہیزمِ خشک | معطر گشتہ از بوے گل و مشک
درختے کو بود ہمسایۂ عود | ز بویش عود گردد عاقبت زود

---

[1] ح. مرده ریگی [2] ح. راندے [3] ق. بشد

پر و پوشش بنخچیر زاں دیو بازی | پری را کے دہد ابلیس بازی
چو چشمِ ناز بکشاد آں مہِ نو | کہ گیرد فالِ نیک از روے خسرو
چو دیدہ تا طلب کردہ بلائے | فراز گنج خفتہ اژدہائے
چناں جست از پرندِ خواب گاہی | کہ از منقارِ بوتیمار ماہی
ازاں شب بازیٔ عفریت کاراں | فغاں برداشت ہمچوں سایہ داراں
چو آوازِ پری بشنید جمشید | کہ سایہ راہ زد بر نورِ خورشید
دوید و در کنار آورد مہ را | ز دیو خانہ خالی کرد درہ را
صنم بر خویشتن می لرزید تا دیر | گہے ہیبت خنجر گاہ شمشیر
ہمی گفت ایں چہ رفت از خاطرِ دور | کہ چوں ظلمت نقاب افگند بر نور
ز خاشاکے کہ ماند ایں دود بر من | چنیں خود را کہ یارد سود بر من
کہ بود ایں دیو چہرِ لاابالی | کہ لاحول از چنیں شیطاں مثالی
ز جا برخاست آں ہمخوابہ حور | بنازو اشکنہ چوں گاوِ رنجور
سخن بہ ازاں نشاطے داد سر جوش | کہ شیریں راشد آں تلخی فراموش
دلش گرچہ از غضب در سینہ میجست | کہ چوں گیرد ذنب خورشید را دست
ولیکن چوں نہ رضواں بود آں خار | چہ بندد تہمت طاؤس بر مار
بشیرینی ز لب شکر فشاں گشت | بتلخی زہر خندے کرد و بگذشت
بمے بنشست و ساغر نوش میکرد | بدل چوں ساغرِ مے جوش میکرد

چو رست از شاہدِ شب شاہدِ روز — دمید از چرخ صبحِ عالم افروز
نسیمِ غنچہاے صبحگاہی — عبیر افشاں شد از مہ تا بماہی
بآہنگِ صبوح آں نازنیناں — رواں کردند مے باہمنشیناں
حریفاں یار در مجلس رسیدند — نوا سازاں نواہا بر کشیدند
برآورد از سرِ آتش بم و زیر — کفلگاہِ گوزن و رانِ نخچیر
ز مجمر بر ہوا شد عنبر ایں دود — ہوا را کرد یکسر عنبر آلود
ازیں جانب کلہ کج کردہ پرویز — بہ پیرامن قبا پوشانِ توخیز
وز آں سو قبلۂ خورشید رویاں — بپیش حلقہ زدہ زنجیر مویاں
شہنشہ نافۂ طیبت گشادہ — بمشکیں محرمے آں آہوی مادہ
گرفتہ حلقۂ گیسوے چوں شست — بہر مو بذلۂ موزوں ہمی بست
کہ شب چوں رفت یار دینہ چوں ست — خمار آں مئے دوشینہ چوں ست
پری وش چوں بموزونی چناں بود — کزاں ہر نکتہ پیوندِ جاں بود
بپاسخ کرد لب را شکر آلود — کہ حلوا ساختن نتواں بدیں زود
مرا خود ہر چہ بود از بخت روزی — بسر سبزی گذشت و دلفروزی
تو شاہد کیں نظر با خویش داری — کہ روزے ایں شب اندر پیش داری
عروسی بخشمت با دلنوازی — کہ ہرمز در کنارش کرد بازی

---

۱ ح . شربت

درایں گشته زمین نتوان درودن   زمانه خود سزا داند نمودن
خردمندان که در پی چشم دارند   جزای فعل خود در چشم دارند
بسی دیدیم گنجشک ملخ گیر   که ناگاهش عقابی کرد نخچیر
تذروی کو زند منقار در مور   ز باز تیره بیند عاقبت زور
بدین گونه دران بزم کیانی   ق   لب شیرین کاری و شکرفشانی
همه روز آن دو طاوس بهشتی   بجوی می روان کردند کشتی

هم آغوشی خسرو و شیرین خلوت مثنوی

چو آمد آسمان در مشک باری   نهان شد آفتاب اندر عماری
زمانه روشنی کرد از جهان دور   ز ظلمت داد مه را سرمهٔ نور
چو خسرو مست شد با نازنینان   بخلوت رفت ازان خلوت نشینان
نهان گشت از پی عشرت نوازی   کز آب و گل کند گل را نمازی
همی زد بر خوی مشکین گلابی   عجب می شست آبی هم بآبی
چو کرد از گرد صندل سرو را پاک   ز بویش باد صندل سود بر خاک
صنم چون خرمن گل خاست از جای   عروسانه بیاراست آن سر و پای
حریر آبگون بر ماه بربست   بگیسو چشم بد را راه بربست

ن ق. درایں گشته زمین   ن ح. صنم در پرده   ن ح. چنان   ن ح. عاشق

نوردی پرنیاں بر گل برافگند — گشاد از درجِ حجابِ زر آہنیں بند
مکلّل زیورے درخوردِ شاہاں — بہاے ہر دُرے دخلِ سپاہاں
بر آں بالاے شہر آراے پوشید — عروسانہ ز سر تا پاے پوشید
زبر پوشے ز مروارید شب تاب — بدوش افگند چوں پروین بمہتاب
رخ از گلگونہ چوں گلنار تر کرد — بیک خندہ جہانے پر شکر کرد
بروں آمد چو از ابر آفتابے — موکّل کردہ بر ہر غمزہ خوابے
دو لب با ہم انگبیں ہم بادہ در دست — دو چشم شوخ نے ہشیار نے مست
خمار نرگسش در فتنہ خوئی — میانِ خواب و بیداریست گوئی
بمژگاں دادہ بر جاں خراشی — گہے جاں داری و گہ دور باشی
فریب غمزہ جادو زباں بند — شکاف پستہ شیریں شکرخند
لبے از چشمۂ حیواں سرشتہ — ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشتہ
لبے پر خندۂ شیریں مہیّا — حیات افزاے مردم چوں مسیحا
زنخدانش کہ بردار مشتری تاب — بغبغب چوں گہے کافتد بگرداب
زخش را سکّہ زد خالی درم وار — درم بے مہر بود و نقرہ بسیار
خوے کز روے آں طنّاز میریخت — کرشمہ می چکید و ناز میریخت
بناگوشے چو برگ یاسمیں تر — بروانده‌ے از گل نازنیں تر

درج مست   لذاق ـ ز لب زاں   لذاق چو گوئی کو فتد غبغبہ بگرداب

دُر اندر گوش بیداری که بر دوش | فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش
دو گیسو کز رهش خاک میرفت | فرو میریخت مشک و پاک میرفت
ز مستی زلف او در هم شکسته | هزاران توبه در هر خم شکسته
جهانسوزی چو خورشید جهانتاب | میانش تشنه و لبهاش سیراب
بتی کز دیدن آن شکل و رفتار | ببستی[۲] زاهد صدساله زنار
بگویم زلف[۳] مشکینش که چون بود | نه بوی مشک بود آن بوی خون بود
بمجلس هر که حاضر می شد از پیش | دران نظاره غائب می شد از خویش
ملک را کان تماشا دستگه داد | برون شد عقل و جانش در ره افتاد
اگرچه دیده روشن گشتش از حور | ولے تاریکی آورد روش از آن نور
اشارت کرد سوے کارفرمائے | که از نامحرمان خالی کند جائے
پریدند آن همه مرغان دمساز | تذروے ماند بس در چنگل باز
دو عاشق را قرار دل برافتاد | نشاط کامرانی در سر افتاد
هوائے دل هوس را شد عنان گیر | شکیب از سینه بیرون جست چون تیر
گرفته دست یکدیگر چو مستان | شدند از بزمگه سوے شبستان
نخست آن تشنه لب خشک بے تاب | دهن از آب حیوان کرد سیراب
چو فارغ شد ز شربت هائے چون نوش | کشید آن سرو را چون گل در آغوش

---

۱ ق. میرفت ۲ ح. ببندد ۳ ح. بوسے

چنان در بر گرفت آن قامت راست — که نقش پرنیان از پوست برخاست
خدنگی زد بران آهوی بدرام — که خون بچه جست از نافهٔ خام
به تیزی در عقیق الماس میراند — نهالی در شگاف غنچه می‌نشاند
ز حلقه در دل شب تیر می‌جست — که گلگونش بجوی شیر می‌جست
نه جوی شیر بلکه آن جوی خون بود — روان از فرهاد پرسش کز که چون بود
رهش بر سرمه دان عاج می‌شد — ز میلش سرمه دان تاراج می‌شد
همیشه با حسن بن پشنگان زیست — سه یک اضرب از آن میکرد و زیست
خضر سیراب گشت اندر سیاهی — چکید آب حیات از کام ماهی
نگفته خضر بود و شب سیاهی — که در آب حیات افگند ماهی
دهانش بر دهان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش
چنان باد جوانی در سر آورد — که شور از چشمهٔ شیرین برآورد
گلی دید از بهشتش آب خوردی — ز تاراج خزان نادیده گردی
چو چشمه بر گشاد و غنچه بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت
دل از آسودگی بنشست برجای — صبوری راز رفتن کند شد پای
فرو خفتند هر دو سرو آزاد — چو شاخ یاسمین و برگ شمشاد
ستاره داد چون خورشید را پشت — بیکدم صبح شمع ماه را کشت

ح. نقره — ۲۵ ح- یکی را ضرب

بیک گلبانگ[1] مرغِ صبحگاهی | ز خوابِ خوش برآمد مرغ و ماهی
شد از سر خوابِ دو سروِ روان را | به آبِ گل بشستند ارغوان را
روان کردند شکرِ ایزدِ پاک | بزاری روے مالیدند بر خاک
وزان پس باز دیگر دست بردند | عنانِ[2] دل بدستِ جان سپردند
دگر رہ عشق را بازار شد تیز | روان شد نکتهاے رغبت انگیز
صبوحی عیش[3] را آوازه در داد | نویدِ نوشهاے تازه در داد
بهم بنشست خسرو با حریفان | زبان بکشاد شیرین با[4] ظریفان
گهے سوے بریشم گوش کردند | بهر لحنے شرابے نوش کردند
گهے از نکتهاے[5] شکر آلود | زمین چون آسمان شد گوهر آمود
بدین گونه ملک با آن دلارام | پیاپے دوستگانی کرد تا شام
چو از جلوه فرو آسود خورشید | برآمد ماهِ نو چون[6] جامِ جمشید
دگر باره بخلوت راه جستند | چو دو برگِ گل از یک غنچه رستند
برسمِ دوستی باهم تا سحرگاه | قران کردند چون خورشید با ماه
سحرگاهان چو گل در باغ بشکفت | سمن بیدار گشت و یاسمین خفت
نواسازان نواها ساز کردند | سرودِ عاشقی[7] آغاز کردند

۱ح برآمد بانگ ۲ح - عنان جان بدست دل ۳ح چنگ ۴ح چون

۵ح - گهے از رمزهاے ۶ح - با ۷ح عاشقان

طرب را بازنو شد روز بازار | قدح خندان و ابریشم در آزار
بدین گونه بعیش و کامرانی | بسر بردند خوش خوش زندگانی
همه روز از طرب سر بر نکردند | تمنای دگر در سر نکردند
بسی روز از خوشی بودند شادان | نمی خفتند شب تا بامدادان
چو آمد وقت از مردن نترستند | دو روزی زیستند و رخت بستند
زمانه اینچنین بسیار رانده است | چنین افسانها بسیار خوانده است
بیا تا نطع غفلت درنوردیم | که با هم چند گاه افسانه کردیم

بزم آرائی خسرو با حکما و حکیمانه سوالات با ایشان

ملک روزی بعیش و کامرانی | زمی میداد داد زندگانی
حریفان دل انگیز خردمند | ز هر نوعی سخن را پخته پیوند
یکی گفت آنچه دارد طبع را خوش[1] | شراب روشنست و عیش[2] دلکش
دگر گفتا[3] که دولت زان نکوتر | کز آن بالا شود هر کو فروتر
دگر گفت ار در آخر چشم داری | نکوتر زان همه پرهیزگاری
دگر گفتا که پرهیز ارچه نیکوست | ولیکن علم مغز است و عمل پوست

---

١ ن ح - عمر ٢ ن ح - یار ٣ ن ق - یکی

چو بی سرمایه زهد خشک باشد — لبان نافهٔ بی مشک باشد
اگر بوی خوش اندر عود نبود — بمجلس بهره زان جز دود نبود
سخن چون سعی دانش کرد پرواز — ملک برداشت از دل پردهٔ راز
که مدتهاست کز هر حسب حالی — فرامی پیچد اندر دل سوالی
بگویم گر خرد را ساز یابم — بجویم گر کلیدش باز یابم
بزرگ امید گفت آنجا که شاهست — ز وهم بندگان صدساله راهست
چو الهامیست از دولت خطابت — ز دانش چون توی گوید جوابت
ولی زانجا که نقد حاصل ماست — بگویم آنچه مقدور دل ماست
ملک چون خازن گنجینه دریافت — طلب کرد آنچه در خاطر گذر یافت

سوال اوّل خسرو در گردشِ افلاک و جوابِ بزرگ امید

نخستین جست راز آسمانی — کزین پرده بر انداز آنچه دانی
که اول نه فلک را شکل تدبیر — چگونه در وجود آمد ز تقدیر

جواب

جوابش داد مردِ حکمت اندیش — کزینسان خوانده ام در حکمتِ خویش

که پیدا شد ز اول عقلِ اول | پس[1] آنگه بر دو عنوان شد مسجّل
یکی در وقتے[2] وجوبِ هستی از غیب | دویم امکان که نقدِ اوست در جیب
چو اشرف بود در آئین[3] وجوبی | ز اشرف اشرفی آمد به خوبی[4]
اگر تو نام آن اشرف بدانی | ببین تا باز گویم عقلِ ثانی
وزان وصفے که امکان گشت نامش | سپهرِ اول آمد در خرامش
پس از عقلِ دویم باز آمد آثار | وجوبے گشت و امکانے[5] پدیدار
وجوبش باز عقلِ سوم انگیخت | محیطِ دوم از امکان فرو ریخت
محیطے کز زحل برتر عروجش | که خوانند از رصد ذات البروجش
ز عقلِ سویمین نیز این دوی خاست | که امکانِ وجوبی شد بهم راست
وجوبش باز عقلِ چارمین کرد | پس امکان سویمین پیکر مبین کرد
ز بالا سویمین نه هفتمین بام | که تو ایوان کیوانش نهی نام
دو وصف آورد عقلِ چارمین نیز | وجوبے باز امکانے به تمیز
وجوبش باز عقلِ پنجمین ساخت | ز امکان پنجم چارم یافت پرداخت
سوم از زیر و از بالا چهارم | که شد برجیس را رخشنده طارم
بصورت[6] عقلِ پنجم هم دوی داشت | که امکان و وجوب معنوی داشت

---

[1] ح چو باشی نیستے وصفش   [2] ح بروے   [3] ق آئین خوبی

[4] ق وجوبی   [5] ق درامکان   [6] ق ضرورت

ششم عقل از وجوبش زاده شد هم — زامکاں گشت پنجم باغ خرّم
زبالا پنجم از تہ نیز پنجم — کہ جولانگاہ مریخ ست زانجم
وجوبے داشت و امکان ششم باز — وجوبش کرد ہفتم عقل را ساز
زامکاں شد ششم دولاب را دور — کہ دارد چشمۂ خورشید از وغور
بعقلِ ہفتمیں نیز ایں دوئی بود — کہ امکانش و وجوبی داشت موجود
وجوبش عقلِ ہشتم کرد پیدا — زامکاں چرخِ ہفتم شد ہویدا
زبالا ہفتمین و سیوم از تہ — کہ در وے زہرہ زد عشاق را رہ
بہ عقلِ ہشتمیں ہم بود باہم — وجوبے باز امکانے فراہم
نہم عقل از وجوبش باز شد فرض — زامکاں یافت چرخِ ہشتمیں عرض
زبالا ہشتم از تہ دومیں دیر — کہ کلکِ تیز شد در وے سبک سیر
شد از عقلِ نہم ہم عالم راز — بامکان و وجوبے کار پرداز
دہم عقل از وجوبش خاست در حال — کہ خوانندش حکیماں عقلِ فعّال
زامکاں شد نہم کاشانہ گرداں — کہ مہ در وے رود چوں گوئے نوردان
نمودار فلک را اہلِ بینش — بدیں ترتیب گوید آفرینش

ن ۲ ح ۔ امکانِ جبلی

سوال خسرو در اربعه عناصر

دگرره گفت شه کین خود یقین گشت | که نه گردون بترتیب این چنین گشت
بگو تا هر یکی چون ماده دارند | کزین سان صورتی آماده دارند
درین گنجینه مرواریدها چیست | کلید گنج مرواریدها کیست
کیانند این همه اجرام والا | که گاهی زیر هستی گاه بالا

جواب گفتن بزرگ امید خسرو را

جوابش داد دانای فلک بیز | که در گردون فراوان دیده شد تیز
بتحقیق آنچه راز آسمان ست | نه بر ما بر همه عالم نهان ست
ولی در دل تماشاهای فکری | ز بعضی عقدها برداشت بکری
بترتیب از فرود عقل اول | چنان شد از سطرلاب خرد حل
که هر نه چرخ نه چرخ بسیط ست | که بر هم تو بتو هر نه محیط ست
بهر یک جنبشی بی نقل و نقلی | شریک هر یکی نفسی و عقلی
سراسر هر یکی از نقل پاکست | که این سرمایه وصف آب و خاک ست
ز خفت نیز جنبش خود جدا نیست | که این اوصاف بادی و هوا نیست

ق عقل — ق. اوصاف آب و باد — ق. ز جفت تیز

وجودے از موادِ طبع معصوم — کہ کس را مادّہ او نیست معلوم
چو بود چار عنصر را دراں نام — تو خوانی عنصرِ خامس بنا کام
خرد را نیست روشن بیش ازیں حال — ز عقلِ اولیں تا عقلِ فعّال
وگر گوئی کہ انجم چیست در دور — بگویم چوں فرو رفتم دریں غور
بظاہر ہرچہ روشن گردد از دور — ستارہ نیست الّا پارۂ نور
وگر خواہد کسے عین الیقینش — بباید رفت بر چرخ از زمینش
ولے گفتند ہر کس از کم و بیش — نمودارے بقدرِ دانشِ خویش
یکے شاں گفت مانند نگینے — کہ بنشانند در انگشتریئے
یکے شاں حیّ ناطق گفت چوں ما — کہ بیروں اند ایشاں و دروں ما
ولے شاں را اگر حیواں نہادی — بہر سو سیرِ شاں باید ارادی
چو جنبش راست بیپی بے چپ و راست — ز حیوانند بیشک شبہہ برخاست
ازیں خاتم بہر نقشے کہ حسبست — ہماں کالنقش بالخاتم درست است
نگینند انجم از فیروزہ خاتم — نوشتہ بر نگیں شادی و ماتم

سوال

ز نقشے کاں نگیں دارد در آثار — اثر در دہر میگردد پدیدار

ل ح۔ گراز   ل ح۔ کالنقش فی الخاتم

فلک را چون بشرح آمد صنائع | ملک پرسیدش از حالِ طبائع
که چون ز افلاک روشن شد بسے چیز | بیانے باید اندر عنصرم نیز

جواب

حکیم فلسفی چون فیلسوفان | برون[1] آورد رختِ خود ز طوفان
که ایشان نیز اجرامِ بسیط اند | یکے نقطه است وآن دیگر محیط اند
تو حکمت بین که گوئی از گلِ خام | چه سان بر روی دریا آرد آرام
زمین[2] کان از هوا جنبش گرفتست | بصد لطف اندر آغوشش گرفتست
هوا گرد است گردِ آب جا خوش | مدور گشته گردا گرد آتش
به نیروے اثیر ار باشد[3] جهرست | که تشبیهے ز دورانِ سپهرست
هوا کو زیرِ آتش دارد آرام | نگیرندش حکیمان عنصرِ تام
که گرمی سوے بالا[4] از اثیرست | که آتش[5] از زبرِ او گرمی پذیرست
گر از حکمت پذیری[6] در همه باب | نباشد عنصرے کامل تر از آب
ازان معنی که آتش گرچه والاست | دران گرمی ز جنبشهای بالاست
هوا نیز ارچه از چار آخشیج ست | چنانکش گفته ام ناقص مزیج ست

---

[1] ح - برآب آورد غور چار طوفان [2] ح - زمین کاب از سه سو دستش [3] ق - از تاب

[4] ق - از گزیر [5] ح - ز آب اندر فروتری بدیرست [6] ق - به تیزی

دگر خاکست نیز از ارجمندی زفیض آب دارد سر بلندی

چو فرق آب روشن شد بہ تمییز ہوا را ہیچ نشو و از وے بہ یک چیز

کہ آب از نیست نتواں وز ہوا زیست کہ یکدم ہیچ نتواں بے ہوا زیست

ہر آنچہ اولاد را ترتیب ذاتست زہفت آبا و ایں چار امہاتست

گروہِ دیگر آں ہر چار زن را بامی و ابی بر دند ظن را

پدر کردند نامِ آتش و باد بآب و خاک نامِ مادر افتاد

سوال

کزیں مادر پدر چوں زاد مولود موالید ثلثہ گشت موجود

چو آمد نکتہ در شرح موالید ملک در جستنِ راز اش سگالید

جواب

جوابش داد دانائے معانی کہ ہست ایں جملہ را قسمت سگانی

کسانی کیں سہ را برہاں نوشتند نبات و معدن و حیواں نوشتند

چو در بینیم یک یک راز بنیاد ببیں فرزندشاں ہست آدمی زاد

تو قدرت بیں کہ در معجز خیالی نہاد از جملگی عالم مثالی

ن ق- اول درآں

سوال

چو در مردم فتاد اندیشه گفت　　ملک ز اندیشهٔ در مردمی سُفت
بپرسیدش که مردم در جهان کیست　　مرادے کاں ز مردم باشد آں چیست

جواب

جوابش داد کیں پرسش بلند ست　　کسے اینجا رسد کو ہوشمند ست
غرض گر شہوتست و خورد و آشام　　خرانرا ہم تواں کرد آدمی نام
اگر در سیم و زر کس تیز چنگست　　ستورے واں کہ زیر بار لنگست
گرش گنج و درم باشد جہانے　　چو دربینی بود محتاجِ نانے
چو ایں سرمایہ نبود با خرد جفت　　نشاید بے خرد را آدمی گفت
پس آنکس مردم آمد در آفرینش　　کہ ہستش بر خرد قانونِ بینش

سوال

ملک گفتا کہ چوں بکشادی ایں بند　　کہ مردم گفت نتواں جز خردمند
پس از مردم چنیں نیکو و بد کیست　　اگر گوئی خردمند آں خرد چیست

ن ق - اندیشہ مردم ہمی

جواب

خردمند از خرد پاسخ چنیں داد — کہ پرسیدم خرد را پاسخ ایں داد
کہ آں باشد خردمند خرد جوے — کہ باشد مرد را در عاقبت روے
شناسد مرد را کو نعمتش داد — بتعظیم از ولی نعمت کند یاد
خردمند آں کسے باشد کہ ایں کرد — ہم از راہِ خرد بتواں یقیں کرد

سوال

دگر بارہ بپرسیدش کہ جاں چیست — وجودش را دریں قالب نشاں چیست

جواب

جوابش داد مردِ زندہ دل باز — کہ دشوار است پے بردن دریں راز
گروہے جوہرِ والاش گفتند — گروہے از حدوث آلاش گفتند
گروہے داخلش خوانند با خاک — گروہے دیگرش کردند ازاں پاک
گروہے خود رہش گفتند مشکل — کہ نے خارج نہادندش نہ داخل
چو تحقیقش بروں بود از مقالت — بامرِ غیب کردندش حوالت

ن ح ۔ کردند

سوال

دگر رہ گفت کاے گنج معانی   بگو تا چیست مرگ و زندگانی

جواب

خبر دادش کہ تا ترکیب ذاتست   ہوس[1] دار نفس بودن حیاتست
چو از جذب ہوا عاجز شد اندام   حکیم ایں حال را مردن نہد نام

سوال

بگفتش گر دم از نیروے جانیست   چرا خوں در تن آب زندگانیست
چو ناید در خرد کز راہِ امکاں   زید تن بے دم و بے خون و بیجاں
پس ایں عمر از کہ باشد بیش یا کم   ز جان و یا ز خون و یا خود از دم

جواب

بگفتا جان[2] چراغے گیر روشن   کہ می ریزد غذاے خویش روغن
چراغے نیست ایں کز دم بہ میرد   کہ خود از دم فروغش مے پذیرد

---

[1] ن ق- ہوس را از نفس بردن   [2] ن ق- خون

سوال

دگر بارہ سوالش کرد کیں چیست — تنِ بے دم نیارد دیگر زماں زیست

جواب

بگفتا ہست خوں را در نہانی — مزاجے گرم و تر چوں زندگانی
ہوا چوں شد موافق با مزاجش — بخود خوں مے کشند بہرِ علاجش
قوامِ تن اگر از خوں نباشد — ہوا از وے بجز بیروں نباشد
بود بے دم کسے کز خویش ہم نیست — بہ بیں ماہی کہ خونش ہست دم نیست

سوال

دگر گفتش کہ چوں صنعِ خداوند — ز آبے می نگارد نقش فرزند
یکے مادہ و دیگر نر چہ سانست — کہ بعضے گوشت بعضے استخوان است

جواب

نیوشندہ ز طبعِ نکتہ انگیز — جوابے باز گفتش حکمت آمیز

زنح · پوست

که آن قطره که او تخم از خورش یافت درونِ استخوانها پرورش یافت
چو تخمِ استخوانست آن در اندام بناچار استخوان گردد سرانجام
دگر چیزی که خونش خوانی و پوست تنِ فرزند را از مادرِ اوست

سوال

بپرسیدش که هر گو خواب چه بود نمودار وی از هر باب چه بود

جواب

چو بیداران جوابش داد دانا که ای را بیت به بیداری توانا
خیالِ خواب کز وی دیده خالیست تصورهای نیز وی خیالیست
نمودار وی که بینیم در خواب خیالِ خاطرست اندر تگ و تاب
به بیداری که در ذهن آدمی زاد ز ری در چین رود وز چین به بغداد
تواند بر فلک پرواز کردن دگر زیرِ زمین در باز کردن
چو در خواب از عمل می ماند اندام غبارِ کالبد می گیرد آرام
ز قالب می رهد نیروی جانی تخیل می کند مطلق عنانی
چو جان را جنبشِ تن در میان نیست دمی از چین به ری رفتن عنان نیست
تن اندر خواب و وهم اندر تگ و پوست چنان داند همی بیننده کین اوست

نہ بینی آنکہ فکرت پیشہ دارد　　شب آں بیند کہ روز اندیشہ دارد

سوال

دگر گفتش کہ تصویرِ خیالات　　کہ از ما می شود پیدا بحالات
اگر از جنبشِ ہستی نام دارد　　چہ چیزست و کجا آرام دارد
چو در خاطر جہاں اندر جہانست　　چگونہ اندریں مردم نہانست
اگر بیرونست چوں روشن نہ بینیم　　وگر در تن چرا در تن نہ بینیم
چو نتواں صد جسد را پارہ کردن　　وزاں نتواں چوے نظّارہ کردن

جواب

جوابش داد کاندر سر نہانی　　دماغ آئینۂ معنیست دانی
درو نیروے ذہنی و خیالی　　صفا آئینہ ایست از زنگ خالی
درو از سرِّ جاں فیضے ہویدا　　چو عکسے می شود ز آئینہ پیدا
وگر در ذہنِ تو موجود و معدوم　　مصوّر می شود چوں نقش در موم
زمین و چرخ و خورشید و ثریّا　　ز گوہر کردہ پر سیماب دریا
بگوے از ہست از بینش فراغے　　کہ چندیں چوں نگنجد در دماغے

ن ق - از جنبشِ ایں آرام

درآئینه که بینی آسمان را　　دران گنجیده چون می بینی آنرا
توان گرچه سما را دید در وے　　نگوید کس که آن گنجید در وے
چو در آئینه صورت ہمه حال　　زمین و آسمان گنجید به تمثال
در آن آئینه کز معنی است تصویر　　چه میگوئی چسپا گنجید بتقدیر
دران نقش کزان بینده شیدا ست　　چو تن را بشکنم در وے نه پیدا ست
که گر آئینه صدره بشکنی خورد　　چه گوئی صورتے بیجان توان برد

سوال

بگفتش این ہمه نقش خیالات　　بجز مردم کسے راہست در ذات

جواب

بگفتا ہست دیگر زنده را ہم　　تصور در قیاس حس فراہم
فرس کو راست آخر در تصور　　شب تار آید از ہر جا در آخُر
دگر مرغیست چون بر خورد دانه　　رود نیز از تصور سوے خانه

سوال

دگر گفتش که مرغ و مردم و مار　　چرا ضد ہم ست این اہل ہر جا

ن ق - بگفتش

چرا آں بر ہوا ایں بر زمین ست   خزندہ خود بزیرِ گل ہمین[۱] ست

جواب

بگفتا مرغ کش بالا روانیست   ز ہر چار اندرو غالب ہوائیست
دگر کو بر زمیں رفتار دارد   بعنصر عدل ازاں ہر چار دارد
خزندہ در طلبگارِ مغاک ست   کہ غالب و ر تنش زیں جملہ خاکست

سوال

دگر گفت از خورشہا تن چو سیرست   درو بالش ز بالا یا ز زیرست

جواب

بگفتا در تن از[۲] یک مدتِ دیر   ہم از بالا بود بالش ہم از زیر
ببالا میکشد نار و ہوایش   کشانست آب و خاک از سوے پایش
کسے کش نصف زیر از تہ بلندست   درو ثقلے دو سفلی زور مندست
وگر کس را تن از بالا درازست   درو زورِ دو علوی سرفرازست
وگر بالا برابر زیر و بالاست   دراں یکسانست نشوے[۳] کاں والاست

---

۱ ن ح ۔ دفین   ۲ ن ق ۔ اندر   ۳ ن ح ۔ زور دوں والاست

بہر سو کا کشیجے شور دارد ۔ ہمانا چار ازاں سوز و ردارد

سوال

عبارت را چو آمد سر بیالش ۔ سخن را با نبات افتاد چالش
ملک پرسید کز یک تخم در گِل ۔ چرا بالش دو جانب گشت مائل
کہ شاخش میکشد سر سوے افلاک ۔ بہ پستی می گراید بیخ در خاک

جواب

جوابش داد کز ضدِ عناصر ۔ قوی شد رشتنی را نشو قاصر
خلاصہ کو لطافت بیش دارد ۔ ببالا میلِ اصلِ خویش دارد
دگر ہر چہ از کثافت یافت ہستی ۔ ہمی کردے گراید سوے پستی
ہمہ عنصر بکوششہا بے کم و بیش ۔ کشش دارند سوے مرکزِ خویش

سوال

دگر گفتا کہ مولودِ نباتی ۔ کہ ہست اندر نہنش نشوِ ذاتی
چہ نقش است اینکہ ہر تخمے ز ہر رنگ ۔ برستن سبز روید نے دگر رنگ

ن ق۔ راستی را سوے قاصر

جواب

جوابش داد کآب آنجا که گندد ‏ ‏ ‏ بحکم خاصیت زنگار بندد
گیاهے برگ زنگاری نبات ست ‏ ‏ ‏ همه سبزیش در زنگار ماست

سوال

چو بگذاشت از نبات اندیشه را گفت ‏ ‏ ‏ سخن گشت از معادن با گهر جفت
ملک پرسید کاول سنگباری ‏ ‏ ‏ چسان می خیزد اندر کوهساری

جواب

حکیم راستینش پاسخ که تا دیر ‏ ‏ ‏ بخارے در زمین در می خورد سیر
چو گل با نم مخمر ماند جاوید ‏ ‏ ‏ شود سخت از هوا و تاب خورشید
صلابت چون زگل گشت آشکارا ‏ ‏ ‏ تو خواهش سنگ خوان و خواه خارا

سوال

دگر گفتش که این خود هست روشن ‏ ‏ ‏ که از خورشید شد گوهر بمعدن

شرح - گیاهے ترک زنگاری نقاب است ٭ همه سبزی در در زنگار آب است ‏ ‏ ‏ ز تاق آراستش

بگو کاں سرخی و زردی چگونہ است | کہ رنگِ ہر یکے دیگر نمونہ است

جواب

جوابش داد کانچہ از تابِ مہر است | کہ آزاد از شریکانِ سپہر است
بزردی می زند زاں آتشِ قوت | میانِ زرِ ناب و در و یاقوت
دگر پہلوے خورشید اخترے ہست | ازو نیز آں گہر را زیورے ہست
ہر آں سنگے کزاں اختر دہد کار | دراں گوہر ہمی گردد پدیدار

سوال

دگر گفتا کہ چوں ہست ایں مقرر | کہ نوع[ت] آہن ست از زر فزوں تر
چرا آہن حدِ زر بیش باشد | بقیمت زر ز آہنے زر بیش باشد

جواب

بگفتا زر بذاتِ خویش بالعین | متاعِ زیورست و مایۂ زین
ولیکن نیست آہن بہرِ راحت | مگر از بہرِ آزار و جراحت
ضرورت گرچہ باشد مردم آرائے | بعزت گیرد اندر سینہا جائے

ت نفع

دگر ہر چہ آں بود آزار پیشہ | بود بیقدر و بے قیمت ہمیشہ
چو دانا گفت ہر چہ از حکمتش خواست | ہمہ راز جہاں را راست آراست

سوال

ملک گفتا نچہ در چرخ و زمین ست | تو خود گفتی کہ میگوید چنین ست
بعقل ارچند مردم ہوشمند ست | نداند موے ریش خود کہ چند ست
جہاں کو راست باریکی بہ موے | کسے چوں داند او را موی در موے

جواب

ز دانش داد پاسخ مرد دانا | کہ شرح فیلسوف از چرخ مینا
بسان تخم خشخاش ست گر آز | بخشخاش اندرون بر دارد آواز
با نجیر اندروں گرم و بروں شیر | چہ داند چیست در بیرون انجیر
ز ہر مہماناں ہر عزیزے | دریں نہ تا بخانہ بخت چیزے
ابا ہر کس خیال آمد گواراں | کہ آساید دروں چوں ہوشیاراں
حدیثے کاں گزاف ناپسند ست | زِ نحمائے سراے ریش خند ست

---

۱ ن ح ۔ گیرم درون سیر ۲ ن ح ۔ نہ خانہ بیرون

۳ ن ح ۔ آباے کس خیال ناند

رنج[1] زن گر ز رنج شد سست پیوند — نه بندد تا نه بندندش ز رنج بند
گر انصاف ست راز سبز گلشن — حقیقت هیچکس را نیست روشن
کسے کو ساز[2] گار این عمار نیست — سخن در کار او گستاخ کار نیست
درستی را هم او داند بچستی[3] — کز و دارد درستیها درستی
نظر بر کاندرین ره بیش سازیم — خموشی را شعار خویش سازیم
ندیم کاروان زنیسان بسے روز — بدانش بود شه را حکمت آموز
که تا زان کیمیائے روشن و پاک — بدست آورد شه گنجے خطرناک

سوال

بدانا گفت کز حکمت بسینه — نهان کردم خزینه بر خزینه
کنونم کن بکارے رهنمائی — که دستورم بود در پادشائی

جواب

بزرگ امید گفت ای دادگر شاه — ترا تلقین دولت هست همراه
ز دولت نیستت[4] خود نزدیک تر کس — همان دولت صلاح آموز تو بس
کسے کو بختیاران را دهد پند — بسود اسوے خوزستان برد قند

۱ن ق - رنج گر از رنج ۲ن ح کارساز ۳ن ق بخشتی ۴ن ح نیستت

چو تو خود هم بکارِ ملک فردی — چه حاجت شیر را تعلیمِ مردی
نشاید نقش بر طاوس کردن — نه دانش پیشِ بطلیموس کردن
چو بر دریا ببارد ابرِ چالاک — فرو افتد بخنده برق بر خاک
چو دستورِ تو فیضِ آسمانی ست — نصیحت کردنت ترکِ ادانی ست
ولے چوں بینوائی حیست وجویم — کم و بیش انچه میدانم بگویم
نمودارے کہ می گنجد بہوشم — ہوا خواہی نباشد گر بپوشم
نخست از مملکت بر پائے خواہی — بنا بر عدل دارد پادشاہی
چو شہ گسترده دارد سایۂ داد — جہاں در سایۂ او گردد آباد
وگر بگذارد آئینِ شریفاں — براندازندش از ہمت ضعیفاں

حکایتِ مردِ صاحبِ ہمّت

شنیدم من کہ وقتے جزیہ خواہے — پیامے برد از شاہے بہ شاہے
شہ جزیہ[2] رساں را بود بر در — درختے نوجوان و سایہ گستر
پیام آور چو از سختی سخن گفت — ملک نیز از سرِ تندی[3] برآشفت
بہیبت[4] گفتش آنگہ گر دی آزاد — کہ افتد ایں درختِ سخت بنیاد
اسیر آزادیِ خود را بنا چار — دراں نورستہ ہمّت کرد در[5] کار

۱ ح کرد پیشش ۲ ق جزیہ ستاں ۳ ق ہنرمندی ۴ ق بیہشی ۵ ح بر

چو پادرگل دو روزے ماند چوں میخ — در آید بادے و برکندش از بیخ
اگر ہمت ببد گیرد قبائے — گر ندارد بحکم تراسائے
پس آں بہتر کہ بود شہ کماں گیر — بر آں آہو کہ سلطاں راند تیر
چو شہ باشد نکوخواہ ہمہ چیز — ہمہ چیزش نکوخواہی کند نیز
جہاں با حیلہ بازاں[1] حیلہ بازد — مخالف با مخالف در نازد
چو سلطاں در ستم[2] دامن کند چست — شود آسودگیہا را بنا سست
شباں نے کو قصابی کند ریش — در آرد گوسفنداں را بہ تشویش
دگر حزم ست کار پادشاہاں — بہ پیش[3] پاس ملک از کینہ خواہاں
بزرگاں را بود ز افزونی کار — نکوخواہ اندک و بدخواہ بسیار
یکے تن را کہ صد زیر دوالست — بود ہر صد نکوخواہ ایں محالست
ملک را گرچہ دشمن رام باشد — گر از دشمن نترسد خام باشد
اگرچہ باشدش یکجانہ پر دوست — یکے دشمن بود زانجملہ در پوست
زمیں گرچہ سراسر لالہ زارست — برہنہ پا مکن[4] در وے کہ خارست
ز دزد آنکس ستاند مایۂ خویش — کہ ترسد از خود و از سایۂ خویش
دگر عفوست رسم ملک داری — بہنگام سیاست بردباری

۱: ق- آں   ۲: ڑح- با قلب بازاں قلب   ۳: ڑح ظلم را

۴: ق- بہ پیش پاسے   ۵: ڑح- مرو بروے

ملک باید که آرد غصه در زیر | بود در تند خشمی کند شمشیر
چو جان رفته ناید در درونے | چه باید بے محابا ریخت خونے
نه دانائی بود کز خشم بیباک | جهانے را به آسیبے کند خاک
سر مردم نه دیگر بار خیزد | گیا باشد که آن هر بار خیزد
به بین تا چند گردد چرخ دولاب | که دریائے کند از قطرهٔ آب
روا داری که شمشیر خطرناک | بدان یک قطره دریا را کند خاک
دگر با دشمن خونی ستیزی | حلالت باد هر خونے که ریزی
قصاصے کو صلاح پادشا نیست | بکش کش در همه مذهب روا نیست
اگر عدل آفت است آلودگان را | بود راحت جفا پالودگان را
هواے خوش که ماهی را هلاک است | حیات جملگی حیوان چو خاک است
سیاست گرچه درد مردمان است | ولے دارو نامردم همان است
چنان زهرے که جان را میکند خاک | بود مخدوم را معجون تریاک
عوان کش در تعصب وقت جانیست | هلاک مردمانش زندگانیست
چو نزد زنگیان زشتی نکو نیست | سیه روئی بر ایشان سرخروئیست
بود تاریکی شب هاے دیجور | بچشم کور موشان چشمهٔ نور
چو حربا چید از خورشید محروم | بسوے شپرک چشمک زند بوم

۱ن ح ۔ را　　۲ن ق ۔ آسودگان　　۳ن ق ۔ حیوان هلاکست

دگر سرمایهٔ شاهی وقارست — نه آن باشد که چون کوه استوارست

به هر کاری نیارد موزه در پای — به هر بادی نجنبد چون خس از جای

نه دستی راست را گردد چپ انداز — نه گاه راستی باشد دغاباز

دگر با خصم بد گو در مصاف است — خلافی را که حق بیند معاف است

عدو را در شراب قهر دادن — شکر باید شنود و زهر دادن

دگر کاری که دولت را طراز است — ملک را در صف جنگ ایستادست

نه گر بزد گزان در دم شکست است — نه چو لالهٔ زندگان هم شکست است

شه سرکش در وفا بنیاد سخت است — به سرسبزی سپاهش چون درخت است

درختی را که جنبید از زمین بیخ — در ایوان تخته شد در خیمه‌ها میخ

دگر اورنگ را پیرایه جود است — کز آن هر سر که بینی در سجود است

چو فرمان ده بود بخشنده در شهر — همه کس را رسد ز آسودگی بهر

چو دریابند خلقی نعمت عام — بجان خواهند منعم را بنا کام

نه تنها دوست باشد سازگارش — که دشمن نیز باشد دوستدارش

چو خصم از لطف طاعت پیشه گردد — سر پر از فتنه بی اندیشه گردد

مشو لیکن چنان هم لاابالی — که تو مفلس شوی و گنج خالی

ح - می سنجد ح - نمودن ق - بنا ق - پوشیده

ق - سر پر فتنه را

بسختی نیز ازان گونه مشو تنگ | که از تنگی جهان بر خود کنی تنگ
جوانمرد آن بود کز راه انصاف | نگهدارد میان بخل و اسراف
شهی کاماده گشت این چند کارش | دگر در ملک حاجت نیست یارش

جوانمردی نه باشد چیز بهنجار | که طوفان خیزد از باران بسیار
بزرگ امید چون زین نکته چند | امید خسروی شه را داد پیوند
شه از بخشش بزرگ امید کردش | به زر در غرقه چون خورشید کردش
ز دانش یافت اقبالش بلندی | فزون شد زانچه بودش هوشمندی
از انگه باز قانون جلالت | نهاد اندر ترازوی عدالت

مشورت شیرویه با محرمان خود در کشتن خسرو

درین فیروزه باغ نزهت آرائی | نوا زین گونه زد مرغ شکرخائی
که چون خسرو ز بخت آرزوکش | در آورد آرزوی دل در آغوش
شراب تلخ با شیرین همی خورد | ز شیرین عیش را شیرین همی کرد
چنان گشت از وصالش خرم و شاد | که هیچ از ملک و دولت نامدش یاد

ن۱ ح - که دارد جهان تنگ در چاشنی صاف | ن۲ ق - تحسین | ن۳ ح - فرخنده
ن۴ ح - نزهت و ناز | ن۵ ح - خوش آواز

یکی می با حریف نیک بخشش　　فزون تر ز هزاران تاج و تختش
ز بس عشرت غم شاهی نبودش　　چه شاهی کز خود آگاهی نبودش
از آن سیلاب می کامد سبک خیز　　خلل ره یافت در بنیاد پرویز
اگرچه باده نغز[1] و دلپذیر است　　ملک را آن قدر کو شیرگیر است
مبین از نشه[2] می شمشیرگیری　　که آن مستی بود نی شیرگیری
چو شه خود شد خراب از آب انگور　　ولایت کی تواند داشت معمور
چو دولتمند می نوشد پیاپی　　ز دولت دست شوید هم بدان می
مثل نیکو زد آن مرد خدائی　　که با عشرت بود یا پادشائی
نشه کافگنده باشد علف خوار　　که گرد و شاهد و می را طلبگار[3]
شهی کو را پرستد جمله هستی　　نه هی عیب ار کند شاهدپرستی
بباید کرد لیکن کی بود سخت　　ز ساق نازنینان پایه تخت
چو نبود باغبان دنبال کاری　　به بستان خیزد از هر سوی خاری
چو شه با شیشه می گشت بدخوی　　به بنگ انداز شد دشمن بهر سوی
چنانش بر سر وند از کینه خواهی　　که مهمل ماند کار پادشاهی
ز فرزندان خسرو بود خامی　　ازین شیرافگنی شیرویه نامی

---

[1] ن ح - خوردن　　[2] ن ق - بمستی　　[3] ن ق - نه از مستی بود شمشیر

[4] ن ح - پرستار　　[5] ن ق - سران سربه

دلیرے سرکشے آتش[1] نژادے — درشتے کینہ جوئے بدنہادے[2]

شب و روز از شگرفی حیلہ انگیز — کہ تا چوں ملک بستاند ز پرویز

ملک پیوستہ بودے زو ہراساں — طریقے کار او نہ گرفتے آساں

گہے کردے[3] بزنداں اندرونش — گہے از شہر میکردے برونش

چو پیدا شد بطوفانِ شرابی — ز سرمستی[4] واز دولت خرابی

بزرگانِ عجم گشتند باہم — کہ دولت را کنند آئیں فراہم

نہاں با آنچناں آفاق سوزے — صلاحِ[5] مملکت جستند روزے

وزاں[6] پس با مخالف محرمے چند — دمیدند اندراں آتش دمے چند

کہ میدانی تو ہم تا چند گاہ ہست — کہ دولت بے سر و سر بے کلاہ ست

نہ تن بے سر کند صاحب کلاہی — نہ سر بے تاج یازد[7] پادشاہی

چو شہ نبود سپہ را کار فرمائے — نماند مملکت را پائے برجائے

بشاہی گرچہ خسرو سر بلند ست — ولے خوابِ نشاطش ناپسند ست

شباں کاہنگ خفتن شد صوابش — صدائے گرگ باشد بانگِ خوابش

بود تا ایستادہ پایۂ سرو — بخسپد ہر گلے در سایۂ سرو

چو سر[8] از خواب باز آمد فرازش — بخسپانند در آتش درازش

شرح[1] بدفعالی — شرح[2] آفت سگالی — شرح[3] بستے — شرح[4] زشتہ — شرح[5] پناہ مصلحت

شرح[6] شدندش ہمنشیں پس — شرح[7] داند — شرح[8] چو سر وا زباد خواب

تو اے گوہر کہ ہستی زیور ملک ‌ ‌ ‌ گرامی گوہرے بر[۱] افسر ملک

ز چندیں دودۂ خسرو و آفاق ‌ ‌ ‌ توئی روشن چراغے زیر نہ طاق

فراواں از پدر آزار دیدی ‌ ‌ ‌ بکن کارے چو[۲] وقت کار دیدی

چرا انگشت میخائی بآزرم ‌ ‌ ‌ چو طفلاں آستیں[۳] می خائی از شرم

اگر موزہ بپاے آری رہ اینک ‌ ‌ ‌ اگر افسر نہی بسم اللہ اینک

مگو[۴] تا دل کنیم ایمن ز کارت ‌ ‌ ‌ کزیں ہر دو کدامست اختیارست

چو دولت بر تو مے آید ز ہر جاے ‌ ‌ ‌ باستقبال دولت پیش نہ پاے

تناول[۵] گر نسازی لقمہ را زود ‌ ‌ ‌ پشیمانی خوری کے دارد سود

بجہد ار بر نمالی آستیں نیز ‌ ‌ ‌ برو دامن بدنداں گیر و بگریز

ز شیری داد شاں شیرویہ پاسخ ‌ ‌ ‌ کہ آزار بزرگاں نیست فرخ

چو سر بر جاست چوں گردم کلہ پوش[۶] ‌ ‌ ‌ کلہ را بار بر سر بہ نہ بر دوش

بدریا ابر دُر بارد نہ بر سنگ ‌ ‌ ‌ بدا[۷] ابرا کہ بر دریا زند سنگ

من از جاے کلہ داری چہ خواہم[۸] ‌ ‌ ‌ کہ افتد از زبر دیدن کلاہم

چو وقت آید کہ خالی گردد ایں جاے ‌ ‌ ‌ خود آں پایہ بخواہش بوسدم پاے

سرِ خسرو ز شیریں[۹] پر سما باد ‌ ‌ ‌ غبارِ فتنہ خواہاں زو جدا باد

ن۱ ح۔ در ‌ ‌ ن۲ ح۔ کہ ‌ ‌ ن۳ ح۔ کاستیں خاید ‌ ‌ ن۴ ح۔ مگو

ن۵ ح۔ چو در روزی نباشد خوردنی دود ‌ ‌ ن۶ ق۔ کلہ از بار بر سر بہ کہ ‌ ‌ ن۷ ح۔ بلا ‌ ‌ ن۸ ق۔ نخواہم

ن۹ ح۔ ز سبزی

کسے خود جز من این افسر نه بندد | وگر خواهد که بندد سر نه بیند
سر انبازان شگافت پردهٔ راز | نبود از حیله جائے دوختن باز
ضرورت سر بغوغا بر کشیدند | زبان تیز چون خنجر کشیدند
بدو گفتند کانچه از رائے مارا[1] | بدان باید چو دانایان رضا داد
اگر خواهی صلاح زندگانی | صلاح کار بین دیگر تو دانی
ز دولت کار آنکس بیش باشد | که در دولت صلاح اندیش باشد
دگر زین فتنه خواهی خویش را دور | بلا بر تست با باشیم معذور
چو بشنید این سخن شیرویه زیشان | چو شیر[2] از تاب آتش شد پریشان
اشارت هم بدیشان کرد ناچار | که مالند آستین در چارهٔ کار
دویدند آن همه ناحق شناسان | بکفران نعم چون ناسپاسان
چو حلقه بر در خسرو نشستند | بگرد قصر زآهن حلقه بستند
چو آگه گشت شه از شورش بخت | بپائے خویشتن زیر آمد از تخت
درون قصر باغے بود زیبا | همه پیشینه‌اش چون روے دیبا
بهشتے در فراخی میل در میل | کشیده کوثرش در چشم بد میل
از انبوهی درختان شاخ در شاخ | عمارت هاے عالی کاخ در کاخ
کسے کاندر درونش[3] پے فشردے | ره بیرون شدن بیرون نبردے

---

۱ ن ح - داری　　۲ ن ق - سرد　　۳ ن ق - زان سپه

ملک پنهان از ایشان شد در آن باغ — شد آن شاهین نهان در خانهٔ زاغ
هنوز او در حسین ناکرده آرام — که از غوغا چنان پر شد در و بام
بزرگان ز اتفاق نیک رائی — رسیدند از حرمهای سرائی
ز حرمت در حرمهاره نبردند — به زنهار حرم داران سپردند
گره بر سکهٔ خسرو نهادند — به گنجینهٔ مهر نو نهادند
همه گفتند با شه کار داریم — وگر پرسد سخن بسیار داریم
بسی جستند در ایوان و در طاق — نبود اندر شبستان شمع آفاق
چو شیر نر نیامد نزد شمشیر — به شیرویه شدند از بیشهٔ شیر
کزو مه ز اتفاق نیکخواهی — نشاندندش به تخت پادشاهی
ز هر جانب نثاری گشت باران — سزای تاج و تخت تاجداران
زمانه دیر شد کین پیشه دارد — کز این بستاند و آن را سپارد
گر او داد آرزوی چرخ نیلی — کند باز در آخر بخیلی
چنان دان هست یارب آدمی زاد — که گردد از متاع عاریت شاد

نسخ خریداران

کشتن شیرویه خسرو را و بر تخت شاهی نشستن

رقم سنج نخست از خامهٔ خویش — چنین آراست نقش نامهٔ خویش
که چون شیرویه شد بر تختِ شاهی — در آمد کینه ور در کینه خواهی
که شهری را دو سلطان بر نتابد — چو این بر جا بود آن بر نتابد
نه یک مسند دو شه را پای دارد — نه یک سر دو کله را جای دارد
برین دادند آرامش سخن را — که جوید شاه نو شاهِ کهن را
اشارت بر وکیلانِ حرم رفت — که پویند آن طرف کان محترم رفت
گرش یابند ازو سر خواست باید — وگرنه از سرِ خود خواست شاید
حرم داران ازان فرمانِ پر بیم — نهادند از سلامت سر به تسلیم
بهر جوینده کامد تند تیز — نشان دادند خلوتگاهِ پرویز
بباغ اندر شدند آزار جویان — گلِ پژمرده را در خار جویان
بگرد خسرو از بهرِ خراشی — ز هر سوئی در آمد دورباشی
فتاد از گردشِ دورانِ دوّار — یکی خورشید را با صد ذنب کار
نخستش آهنی بر پا نهادند — ز گوهر بند بر دریا نهادند
چو در زنجیر آهن بسته شد شیر — زبان بگشاد شیرویه چو شمشیر

کہ رائے عاقلاں را ہست معلوم — کہ عمر و روزی آمد ہر دو مقسوم
بکوشش چوں فزوں و کم نباشد — خوش آں کز مردنش در غم نباشد
چو یک پنجت دہد دور سپہری — دو پنجت آرزو باشد برنجی
خردمند آں بود کز ترک تدبیر — بسر پوید باستقبال تقدیر
بہر فعلے کہ باشد نیک و بد را — نظر دارد جزائے فعل خود را
جہاں خسرو کہ عالم را پناہ ست — رہی را ہم پدر ہم پادشاہ ست
چو شد سرّ سخن با راستی جفت — حدیث راست باید با پدر گفت
فرامش کردۂ یا باشدت یاد — کہ چوں کردی پدر را ظلم و بیداد
تو چوں خون پدر خوردی بناچیز — مرا معذور دار از خون خود نیز
چو بر خسرو رسید ایں حرف جانکاہ — بنومیدی برآورد از جگر آہ
بگریہ گفت کارے ہمچنیں ست — جہاں با سروراں گرم کین ست
اگر من بر پدر افسوس خوردم — سزائے خویش دیدم آنچہ کردم
چو بر شیرویہ رفت آں پاسخ درد — پدر آں دشنہ را در دل فرو خورد
اگرچہ نیش دور باشے در جگر بود — ازاں سر وا نشد چوں ہم سر بود
چو تو بر من کشادی پردۂ خویش — ببینی عاقبت ہم کردۂ خویش
رضا دادم بتقدیر الٰہی — بکن بسم اللہ اینک ہر چہ خواہی
ہمانا خسرو اندر عہد شاہی — یکے را کشتہ بود از کینہ خواہی

پسر بود آن سیاست کرده را چند / یکی زان کینه جوے ناخردمند

سیه‌فامے برخ از دوده سیه‌فام / سزاے خشم یزدان هردکش نام

بدو کردند اشارت ناسپاسان / که دشواری کند بر خسرو آسان

فرستادند نزدش مرد خونریز / که خون کشته واخواهد ز پرویز

چو شه سیماے او را دید دریافت / که لقب افگن بشارستان گذر یافت

بدو گفت آمدی هان در دودم / که تا خون پدر شوئی ز خود هم

چو از خون پدر کردی فراهم / بجوئی از پسر خون مرا هم

ز ره گفت این و شد تسلیم در حال / بنزد او درآمد مرد قتّال

چنان زد بر شکم زخمی درستش / که بیرون کرد خنجر سر ز پشتش

ز زخم آن پلید صعب بیباک / درخت خسروی افتاد بر خاک

خراش دیو مغز آدمی سفت / فرشته بر پرید و آدمی خفت

کشنده چون تن خسرو بخون شست / چو دیو نره زان مقتل برون جست

چو آمد بر سرش شیرین دلتنگ / ز سیل خون بهارے دید گلرنگ

رسیده برگ ریزے در بهارے / فتاده سروے اندر لاله زارے

بدید و هم بدیدن بیخبر گشت / سرش در گشت و از پاے بر گشت

ز بالین گاه خسرو دشنه برداشت / پس آن قطره بجان تشنه برداشت

چو بودش ز آتش دل در جگر تاب / ز دشنه بر جگر زد قطرهٔ آب

نهاد آن زخم را بر زخم سر بست — جراحت را بخون گرم پیوست

بلوح خاک تسلیم و وفا را — ز خون خود نوشت این ماجرا را

خبر بردند پیش شیرویه زین حال — ندید اقبال خود را فرخ از فال

ز بیم بدسگالان مجلس آراست — طرب کرد و نثار افشاند و برخاست

چو گل با دوستان خندید پیدا — نهانی شد چو مرغ از ناله[۱] شیدا

چو قرابه بگریه سرنگون بود — دهن پرخنده و دل پر ز خون بود

بخاصان گفت تا زان حجره پویند — دو خون آلوده را از گریه شویند

پس اندر ریگ سدر و عنبر چالاک — نهند اندر فرامش خانهٔ خاک

بر آرند[۲] اندران مشهد بتعجیل — حرم جای شهیدان میل در میل

دویدند آن همه فرمانبران زود — چنان کردند در ساعت که فرمود

دو عاشق را بخواب خوش هم آغوش — بپیچیدند و پوشیدند سرپوش

بر آوردند عالی گنبدی خوش — بسان گنبد فیروزه دلکش

فلک کو گنبد زنگار خورده است — چنین گنبد نگر تا چند کرده است

شنیدی گنبد بهرام را نام — کنون بین زیر گنبد گور بهرام

پلنگی همچو مرگ اندر بناگوش — پس آنگه غافلان در خواب خرگوش

خلاصی نی و هر دم در زیانیم[۳] — که در گرد آفت و ما در میانیم

---

۱ ق. گریه ۲ ق. بر آرند ۳ ق. بهر

چو گیرد ناگهان آتش بکشتی　　نباید سوخت در دریا بزشتی
چو اندر حقهٔ[1] گرم او فتد مور　　شود تفسیده هر سو کاورد زور
تن ما کاندرین طوفان مهیاست　　سفال خام در گرداب دریاست
چو گردد کوزهٔ خام از نمی خورد　　درست از قهر دریا کی توان برد
فلک چون اژدهای تند پر بیم[2]　　درون حلقهٔ او ما به تسلیم
در آید هر زمان چون زور مندان　　رباید هر کرا خواهد بدندان
نه دست آنکه با زورش ستیزیم　　نه پائی آنکه از پیشش[3] گریزیم
اگر عالم بغوغا گردد انباز　　کسی را کو برد نتوان ستد باز
حذر زین زال ابرو وسمه کرده　　کزین وسمه است چندین شوی خورده
ازین زال آنکسان آزاد جستند　　که خوش خفتند و دل در وی نه بستند
گوارا نیست جام روزگاران　　تو خوش خور تا ترا باشد گواران
مخسب ای دل که دوران در کمین است　　اجل گرگ و حصارت گوشتین است
ولی چون بر کشد تقدیر خنجر　　نخست از عقل بیدار افگند سر
سپهر اول کند چشم خرد کور　　پس آنگه بر خردمند آورد زور
چو دزدی جوید اندر خانه سود[5]　　کشد اول چراغ خانه را زود

---

۱ ق - حلقه　　۲ ق - نی چون　　۳ ح - ز بیم　　۴ ق - هیبتش

۵ ق - دزد اندر

چو شیر اندر رهے[1] گشت آدمی خاے　　نخست از پاسبان خالی کند جاے
چو سوے کیسه دارد کیسه بر هوش　　بافیون مالد اول عقل را گوش
بود گر چاره پیش از مرگ بودے　　چو مرگ آمد ندارد چاره سودے
بسا کس[2] کان بچاره پے فشردند　　که در روز اجل بیچاره مردند
سکندر کآب حیوان را هوس برد　　چو وقت مردن آمد در هوس مرد
بره کین ذرهاے گرد بینی　　سلیمانان باد آورد[3] بینی
گدا کش کاسهٔ گل پر آبے است　　چو بینی کاسهٔ افراسیابے است
کلالے کو کند بازیچه سازی　　مدان[4] بازیچهٔ او را ببازی
چو[5] مردم ساز از گل بین به تمیز　　که مردم بوده باشد پیش ازین نیز
هر آن[6] مرده که دارد بر زبان بند　　بخاموشی همی گوید ترا پند
تو دل را گوش دار و پند می نوش　　که نتوانی شنید آن پند ازین گوش
چه بیشرم ست یا رب آدمی زاد　　دمے در شهوت صد ساله بنیاد
دم مردم که دست آویز جانست　　چو در بینم بادے بے نشان ست
اگر صد سال بر لب سائے انگشت　　ز دم جز باد نتوان یافت در مشت
چو باد ست این حیات سست بنیاد　　خردمندی نباشد تکیه بر باد

ن۲ ق - بیچاره کس که راه تن سپردند (ق دمے)　　ن۳ ق سلیمانان هائے آورد　　ن۴ ق - ازان بازیچه او را بسازی

ن۵ ق - چو مردم ساز بینی گل به تمیز　　ن۶ ح - همان　　ن۷ ح - ساز　　ن۸ ح خاے

چو سست است بنا کاندر وجود ست / دگر ایوان گل کردن چه سود ست
رواقی را چه باید ساخت عالی / که خواهد ماند از سازنده خالی
نگو کایوان کسری تا کنون ست / چو کسری رفت گو در خاک بنشست
نماند جان به تن پیوسته جاوید / که جاسوس فلک شد چشم خورشید
چراغ از بهر جان دزد چراغ ست / مگر گردون که دزد با چراغ ست
بقائی نیست چون در هیچ چیزی / همه ملک جهان نرزد بپشیزی
فسوس ما نه بهر زندگانی است / که این فرصت نکس را جاودانی
ز بهر آنست افسوسی که داریم / که فرصت هست و ضایع میگذاریم
چو زین خواب گران بیدار گردیم / بکار خویشتن هشیار گردیم
چو نتوانیم گرد کار گشتن / چه سود از آنچنان هشیار گشتن
خداوندا وران فرموشکاری / تو بخشی عاقلان را هوشیاری

در خاتمت کتاب گوید

مرا چون همت خورشید پایه / بدین همدون سواد افگند سایه
طرازش نقش چین را آب می برد / خرد را هم ز دیده خواب می برد
درآمد وا صدای اقبال سرمست / [illegible]

که خسرو چیست این جادو خیالی — که عالم پر شده گنجینه خالی
نگویم دهر پر آوازه کردی — که تاریخ کهن را تازه کردی
بدین رنگین خیالی پرنیان سنج — عجیب هفت گردون سنجی گنج
نورد پرنیانت را خداوند — بدامان قیامت دوخت پیوند
ازین مشکین عبیر مغز پرور — دم روحانیان کردی معطر
عطارد را قلم درهم شکستند — ملایک بر جبینش نقش بستند
نشاید گفت سحرش هم ترازو — که حرز جان شد و تعویذ بازو
ولی چه سود چندین نکته گفتن — گهر سنجیدن و یاقوت سفتن
که مشتی مهره‌چین اندر کمین اند — که دُر بینند و آنگه مهره چینند
مبادا کاید این طوطی گرفتار — که بربایند زاغانش بمنقار
مرا کاقبال داد این فرّه بخت — زدم اندیشه را بر آسمان تخت
بپاسخ شکرین کردم زبان را — که ای نامت حلاوت داده جان را
بگفتن نیست چندان آرزویم — ولی چون باز می‌پرسی بگویم
خدایم داد چندانی خزینه — که دریا زان بود یک آبگینه
اگر صد سال گرداند دولاب — چه کم گردد ز دریا قطرهٔ آب
رها کن تا در آید هر که داند — برد چندانکه بردن می‌تواند
ببر زین خانه رختم جمله بی مزد — که رخت خود حلالت کردم ای دزد

بیک تحیت لب ہمدم حلالست   وگر دشنام گوئی ہم حلالست
وگر بے گم کنی کیں آں گہر نیست   حریفے از سخن غمّاز تر نیست
چو افتد گوہرے در دستِ درویش   ہماں گوہر کند غمّازیِ خویش
چو سگ دزد دزدد یکچہ ماہی   سیہ روئی دہد بر وے گواہی
بود خورشید را جا بیتِ معمور   بکنج بیوہ زن کے گنجد آں نور
تہی چشم اند ایں مشتِ علف خوار   بباید زلّہ شاں دادن بخروار
زباد و دم کسے کو بر تر افتاد   تہی تر داں لبانِ مشک پر باد
سرِ کلکش کہ تمیزے ندارد   بداں ماند کالف چیزے ندارد
عروسے را کہ برقع کردہ ام باز   ندارد وسمہ بر ابروے ناز
اگر بینی نگرّد معنئ بکر   ز سہوِ طبع نے از سستئ فکر
بدل می نگذرد چوں میکنم درج   کہ ایں سرمایہ جائے کردہ ام خرج
وگرنہ خانہ پُر خوبانِ فرخار   بتے را کے نمایم جلوہ دہ بار
دریں ہنگامہ دہ جا گرم دارم   نہ دزدی کردہ ام تا شرم دارم
زرم کز شرکتِ بیگانہ پاکست   گرش دہ بار برسنجم چہ باکست
وگر بر ماہ بندی تہمتِ سلخ   کے از زہرِ مگس حلوا شود تلخ
بداند آنکہ صاف اندر دو بیزد   کہ از نحل انگبیں چندیں نخیزد
تو بر دریا کلوخ انداز داری   اگر صیدے کنی پرواز داری

بہر حرفم کہ در خواہی زدن چنگ — زکاں ہم لعل خواہی یافت ہم سنگ

معاذ اللہ اگر من بر تو پیچم — چو تو ہیچی چہ برخیزد ز ہیچم

مگس را چوں تواں کشتن بشمشیر — چہ گونہ پشہ را سیلی زند شیر

مگو کیں زاغ نولاں گرم کار اند — کہ مرغانِ دلم عنقا شکار اند

مبیں سبزہ کہ آں رنگین و خوش رست — کز آسیبے تواں کند از بنش سست

بر آید گربہ بیدار چہ چالاک — ہم آخر خورد گنجشکاں کند پاک

چو من چابک روے باید جہانگیر — کہ شبدیزِ مرا گردد عناں گیر

چناں در خمسہ داد اندیشہ را داد — کہ در سبعِ شدادش بست بنیاد

دلم دیر است کیں سودا بسر داشت — کہ گل چینم ز باغے کو گذر داشت

نظامی کآبِ حیواں ریخت از حرف — ہمہ عمرش دراں سرمایہ شد صرف

وے ترسیدم از گل خندۂ باغ — کہ دانم رقصِ کبک از جستنِ زاغ

تگِ تیزے بود با گاؤ نیلی — کشد چوں بوم بلبل را ز سیلی

فراغ دل مرا از صد یکے بود — ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت — دل از آزرم بے آزرم تر گشت

میاں در بستم و جستم بزاری — ز بازوے توکل دستیاری

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد — مثالے بستم از تعلیمِ استاد

گرت شیریں نخوانی باربد ہست — دگر جاں نیست بارے کالبد ہست

گرم فرصت دهد لطفِ خداوند کنم حلوای او را تازه زین قند
گشادم پنج گنج از گنجهٔ خویش بدان پنج آزمایم پنجهٔ خویش
فرو گویم بشیرین تر زبانی بعرضِ داستانی داستانی
که تا گوید مرا عقلِ گرامی زهی شایسته[۱] فرزندِ نظامی
نخست از پردهٔ آن صبحِ سوم نمود از مطلع الانوار نورم
پس از کلکم چکید این شربتِ نو که نامش کرده شد شیرین و خسرو
بقارا گر تهی باید خزینه سه گنج دیگر افشانم ز سینه
در آغازِ رجب شد فتحِ این فال ز هجرت ششصد و هشت و نود سال ۶۹۸
دگر پرسی که بیتش را عدد چیست چهار الف و چهار است و صد و بیست ۴۱۲۴
خراب آنگه چنین بیت معمور کند بیتی ز جای خویشتن دور
تو ای بلبل چو بخرامی درین باغ بهر لحنی نگیری نکته بر زاغ
بپوش ار از خلل یابی نشانی که نبود میوهٔ بی استخوانی
بد و نیکِ مرا از هم جدا کن نکو برگیر و بد بر من رها کن
نه مقصودِ من آن بُد[۲] اندرین راه که گردم شهرهٔ هر شهر چون ماه
ولیکن خاطرم زین سو[۳] عنان تافت عنان از کفِ[۴] خاطر چون توان تافت
من از جانش در آوردم به پرواز خدایش جای در جانها دهد باز

---

۱ ح۔ شاگرد شایسته   ۲ ن ق۔ بود زین   ۳ ن ق۔ زینسان   ۴ ن ق۔ گفت

خدایا خاک من چون خود سرشتی ق سخن بر من بکلک خود نوشتی
نه در خور بود مغز من بدین بوی تو دادی رونق بازارم درین کوی
ازین هنگامه چون بیرون روم فرد مگردان گرمی بازار من سرد
چنان کن دست تخمم را نمک ریز که باشد تا قیامت رغبت انگیز
چو بگشایند فردا پردهٔ راز نه پرسی از من این بازیچه را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی
گناهش عفو کن باقی تو دانی

تمت بالخیر